منظوم

سوانح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

محبوب گوھر اسلامپوری



قرآن اکیڈمی و دار الترجمہ والنشر کلکتہ

منظوم

سوانح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

محبوب گوہر اسلامپوری

ناشر
قرآت اکیڈمی، دارالترجمہ والنشر کلکتہ

نام کتاب: منظوم سوانح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ
مصنف : محبوب گوہر اسلامپوری
ناشر : قرأت اکیڈمی دارالترجمہ والنشر کلکتہ
باہتمام : الجامعۃ الرضویہ مغلپورہ پٹنہ سٹی
بموقع : عرس اسماعیلی مسولی شریف
طباعت : مدنی کتاب گھر 523 مٹیا محل جامع مسجد دہلی
تقسیم کار : مولانا ارشاد نوری کھدی بکھاری سیتامڑھی
سنِ اشاعت: ۱۴۴۴ھ /۲۰۲۳ء
صفحات : ۵۰۰
تعداد : ۲۱۰۰
قیمت : ۵۰۰/روپے
رابطہ نمبر : 9934775291

ملنے کے پتے

جامعہ قادریہ مقصود پور اورائی مظفر پور

دارالعلوم سلمانیہ مسلم یتیم خانہ چاندنی چوک مظفر پور

رضا دارالمطالعہ پوکھریرا سیتامڑھی

انجمن کاروان ملت دربھنگہ

مدرسہ رضویہ منہاج العلوم کھدی بکھاری سیتامڑھی

مدرسہ غوثیہ طاہر العلوم کماں شمشیر پور سیتامڑھی

عناوین

باب دوم - سوانحات

باب سوم - علمیات

باب چہارم - سفریات

باب پنجم - تصنیفات

باب ششم - تعاقبات

باب ہفتم - ایمانیات

باب ہشتم - اصلاحات

باب نہم - خصوصیات

باب دہم - شعریات

باب یازدہم - کرامات

باب دوازدہم- امتیازات

باب سیزدہم - اعترافات

باب چہاردہم - ترجیحات

انتساب

ملک العلما فاضل بہاری علامہ مفتی ظفر الدین رضوی

ناشر رضویات حضرت علامہ قاضی عبدالوحید فردوسی

طالب کرم

ابوالکونین محبوب گوہر اسلام پوری

گوہرِ عقیدت

محب اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن محبیؔ پوکھریروی

شیخ المشائخ حضرت شاہ تیغ علی سرکاہی شریف

مجذوب کامل شاہ نعمت علی خا کی بابا پنڈول بزرگ

محدث اعظم بہار حضرت مولانا مفتی احسان علی رضوی فیض پوری

امین شریعت مفتی اعظم کانپور حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین مظفرپوری

شیر بہار حضرت علامہ مفتی محمد اسلم رضوی مقصود پور

نذر گزار

ابوالکونین محبوب گوہر اسلام پوری

نذرِ خلوص

استاذ الکریم خلیفہ تاج الشریعہ علامہ الحاج مفتی غلام حید رقادری مصباحی نقشبندی

بانی دار العلوم سلمانیہ مسلم یتیم خانہ مظفر پور

فاضل جامعہ ازہر مصر، خلیفہ تاج الشریعہ مفتی غلام جیلانی ازہری

بانی وناظم اعلیٰ جامعہ سنیہ للبنات کھنڈوہ ایم پی

آل فرید الدین گنج شکر، وارثِ اسلاف، علامہ سید نواب محشر فریدی

خانقاہ چشتیہ فریدیہ دہلی

شہزادۂ مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت علامہ سید عبد القدیر میاں

المعروف حضور بہار الہند جاجموٗ کان پور

اسیر مفتی اعظم ہند حضرت علامہ ومولانا روشن ضمیر نوری

قرأت اکیڈمی کلکتہ

حکیم الملّت مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر عبد اللہ احقر رضوی تیغی مظفر پوری

نذر گزار

ابوالکونین محبوب گوہر اسلام پوری

حرف سے لفظ تک

محبوب گوہر اسلام پوری

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کی شخصیت کو ہمارے عہد میں ایک آئیڈیل کی حیثیت حاصل ہے۔ عالم اسلام میں ایسی نابغہ شخصیتوں کی کمی نہیں جنہوں نے اپنے علم و عمل، عقل و دانش اور روحانی بصیرتوں سے ساری کائنات کو مستفیض اور متحیّر کیا ہے۔ سرزمین ہند میں پیدا ہونے والی امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کی شخصیت کئی جہتوں سے مثالی ہے۔ انہوں نے اپنی بوقلموں علمی وفکری صلاحیتوں سے ایک عہد کو متاثر کیا۔ فلسفہ، حکمت، ریاضی اور ہیئت میں اگر امام رازیؔ ہیں تو دوسری جانب فلسفۂ اخلاق اور جہانِ روحانیت میں امام غزالی نظر آتے ہیں۔ یقیناً ایک پوری صدی کا مذہبی رول ماڈل ہونا اعلیٰ حضرت ہی کا حصہ تھا۔ جن کی عبقری شخصیت جملہ علوم وفنون پہ مشتمل تھی۔ ان کے حوالے سے ساٹھ ستر برس میں اتنی کتابیں شائع ہوئی ہیں جن کا شمار کرنا موجودہ محققین کے بس سے باہر ہے۔ یہ بات نہایت افسوس ناک ہے کہ آپ کی بیشتر تصانیف اب تک شائع ہونے سے محروم ہیں۔ اور جو زیور طبع سے آراستہ بھی ہوئیں وہ شائع ہونے کے بعد معدوم ہو گئیں، بعض کتابیں جو لائبریریوں میں محفوظ ہو گئیں بس وہی ہمارے حیطۂ افکار میں آسکیں۔ نہ جانے کتنی کتابیں شائع ہوئیں اور دیکھتے دیکھتے علمی منظر نامے سے غائب ہو گئیں اب ان کے نسخے نایاب یا پھر کم یاب ہیں۔ ان کی سیرت وسوانح اور حیات وخدمات کے حوالے سے مجھ جیسے طالبِ علم کی نگاہوں سے تقریباً پانچ سو کتابیں گذری ہیں، جنھیں براہ راست دیکھنے کی مجھے توفیق ہوئی۔ کتابوں کے مطالعے کے دوران ایک بار دل میں خیال آیا کہ نثر میں اعلیٰ حضرت کی حیات وخدمات اور ان کی سوانح پہ سیکڑوں کتابیں موجود ہیں مگر منظوم حیات وخدمات اور سوانح کی صورت میں مجھے ایک بھی ایسی کتاب دستیاب نہ ہو سکی جو

پورے طور پہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی شخصیت کے مرکزی نقطوں کی نشاندہی کرتی ہو۔ارباب علم و دانش اس حقیقت سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں کہ آفاقی شخصیت شعری نگارخانے میں اسی وقت جھلملاتی ہے جب اس سے ایک پوری نسل کا ذہنی رابطہ استوار ہوتا ہے۔اعلیٰ حضرت کی شخصیت یقیناً ایک ایسی شخصیت ہے جو علم و ادب کا ہزار دبستان اپنے وجود میں رکھتی ہے۔سیکڑوں علوم و فنون کا گنج گراں مایہ کسی فردِ واحد کی صورت میں امام احمد رضا کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں۔

اعلیٰ حضرت کے حوالے سے جستہ جستہ منقبتیں تو میں نے سیکڑوں کی تعداد میں لکھی ہیں مگر باضابطہ منظوم جس سے ان کی حیات و خدمات کی بہت حد تک منظر کشی ہوتی ہو میری خواہش کی تکمیل اور میرے عنوان سخن کا ترجیحی حصہ تھا۔جہاں تک ممکن ہوسکا میں نے خاص عناوین کے ذریعے ان موضوعات پہ مفصل طور پہ منظوم خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔میں کسی دعوے کے حق میں نہیں ہوں۔ایک طالب علم کی کوشش کے سوا یہ کاوش فکر وسخن کچھ بھی نہیں۔میں سمجھتا ہوں اعلیٰ حضرت کی شخصیت،اوران کی حیات وخدمات پہ اس طرز کی نظم نگاری ممکن ہے کہیں نظر نہیں آئے۔ویسے بھی اعلیٰ حضرت کے علمی کمالات اور حیات وخدمات کا براہِ راست جائزہ لینا ہمارے دائرۂ فکر ونظر سے باہر ہے۔ہمارے اسلاف نے جس گہرائی و گیرائی کا حوالہ پیش فرمایا ان میں سے ناچیز کی یہ چند منظوم تحریریں ہیں جو علم و فن کے اس بحر ذخار کا پتہ دیتی ہیں۔اس منظوم سوانحی کتاب کی اشاعت تصنیفی واشاعتی صوری اور معنوی ہرلحاظ سے بیش بہا،دلکش،دیدہ زیب،اور جاذب نگاہ بنانے پہ ہم نے جس قدر محنت کی ہے اس کا اندازہ لگانا اہلِ نظر کے لئے دشوار نہیں۔جہاں تک ممکن ہوسکا کوئی کمی باقی نہیں رکھی،تاکہ یہ کتاب ایک مثالی بن سکے اور بارگاہِ امام احمد رضا میں مقبول بھی ہوسکے۔

میں ان تمام اہل دانش،علما،اکابر واحباب کا شکرگزار ہوں جنہوں نے اس منظوم سوانح اعلیٰ حضرت کی تصنیف،ترتیب وتدوین میں دلچسپی لی اور منصوبے کے آغاز سے انجام تک ہر مرحلے پہ میری رہنمائی کرتے رہے۔مجھے یقین ہے کہ شعروادب کا پاکیزہ و

نفیس ذوق رکھنے والے حضرات اس منظوم سوانح کے ذریعے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ کے افکار و خیالات، حیات و خدمات سے مستفیض ہوں گے۔ اور منظوم نگارشات کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب میں کوئی خامی نظر آئے تو اسے میری کم علمی جان کر نشاندہی فرمادیں کہ اگلے ایڈیشن میں اس کا ازالہ ہو سکے۔

میں رضویات کے ان تمام مخلصین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب و تزئین میں میری علمی معاونت کی اور خوب سے خوب تر بنانے میں شریک رہے۔ بالخصوص افکارِ رضا کے نقیب علامہ رحمت اللہ صدیقی مدیر اعلیٰ پیغام رضا ممبئی جن کے مشورے کے ساتھ میں اس پروجیکٹ پہ کام کرتا رہا، موصوف قدم قدم پہ فکری رہنمائی فرماتے رہے اور میری تلخ نوائیوں کو ہنس کر ٹالتے رہے، اللہ پاک انہیں جزائے خیر سے نوازے، ممتاز عالم دین مفتی احسن رضا قادری باتھوی جن کا دستِ شفقت میرے حوصلوں کو نئی توانائی فراہم کرتا ہے، محقق عصر ڈاکٹر اشرف الکوثر مصباحی، الحاج ظفر عقیل ہزاری باغ، حضرت الحاج حبیب اللہ فیضی، محترم ریاض خاں قادری صدر انجمن کاروان ملت دربھنگہ، معروف شاعر اسلام شہباز رضا کلکتوی، چاند واسطی، جوہر مظفر پوری، محبوب عاقل، مثال مظفر پوری، اشرف نیر، خورشید الاسلام ساغر، دلبر اسلمی، غفران رضا قادری، توقیر الہ آبادی، مجتبیٰ رضا خان، مولانا سجاد الرحمٰن ناز، ارمان رضا آرزو، کونین رضا اور الجامعۃ الرضویہ پٹنہ کے اساتذہ قاری قیصر رضا رضوی و مولانا سرفراز عالم رضوی کو رب کائنات شاد و آباد رکھے کہ اس کتاب کی اشاعت میں ان سب کا جذباتی تعاون شامل ہے۔ حضرت مولانا ارشاد نوری حاجی نگر کھدی بکھاری سیتامڑھی نے اس کتاب کی اشاعت میں از اول تا آخر مخلصانہ رول ادا کیا اور قدم قدم پر حوصلہ افزائی کی رب قدیر ان کے والد گرامی جناب مرحوم عبد الطیف اور والدہ مرحومہ حسیبل خاتون کو جنت کی بہاریں نصیب فرمائے۔

دیباچہ

اسیرِ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الشاہ روشن ضمیر نوری دام ظلہ

ڈائرکٹر قرأت اکیڈمی، دارالترجمہ والنشر کلکتہ بنگال

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی حیات وخدمات پر دنیا بھر میں علمی تحقیقی اور تصنیفی کاموں کا سلسلہ جاری ہے۔ فضلائے عصر اور تحقیقی مزاج رکھنے والے مخلصین و ماہرین ہمہ دم رضویات کے جدید و قدیم گوشوں کی ترویج و ترسیل میں مستعدی کے ساتھ منہمک نظر آرہے ہیں۔ اسی سلسلۃ الذہب کی روشن کڑی حضرت مولانا محبوب گوہر صاحب کی تازہ تر کاوش منظوم سوانح اعلی حضرت ہے۔

خلیفۂ تاج الشریعہ مفتی غلام جیلانی ازہری کھنڈوہ ایم پی اور بہارالہند سید عبدالقدیر میاں قادری دام ظلہ کان پوری کے علاوہ دیگر اہم شخصیات کی زبانی جب اس تاریخی کارنامے کی خوش افزا خبر موصول ہوئی تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ان ہی ایام میں فقیر کی نگرانی میں قرأت اکیڈمی دارالترجمہ والنشر کے زیراہتمام کُل ہند نعتیہ مشاعرہ کا انعقاد ہوا اس موقع پر اس منظوم سوانح کی تکمیل پر مصنف کو اعزازیہ پیش کیا گیا اور علمائے اسلام کی موجودگی میں یہ اہم فیصلہ لیا گیا کہ اس منظوم سوانح اعلی حضرت کی اشاعت قرأت اکیڈمی دارالترجمہ والنشر کلکتہ سے ہوگی۔

قرأت اکیڈمی و دالترجمہ والنشر کلکتہ بنگال کی پوری ٹیم کے لیے یہ سعادت کی بات ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی حیاتِ مبارکہ پر لکھی گئی منظومات کی تشہیر وابلاغ اور طباعت واشاعت کا کام اس کے حصے میں آیا۔

چونکہ فقیر قادری حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کے دامن کرم سے وابستہ ہے۔ شروع سے ہی مزاج رضویات کی طرف مائل ہے۔ بایں سبب اس پیش رفت پر اظہار مسرت کرتے ہوئے اہل دین ودانش اور بالخصوص شائقین شعروسخن سے اس کتاب کے مطالعے کی گزارش کرتا ہے۔

حروف تقدس

قائد ملت جانشین حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند
حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری
دامت برکاتہم العالیہ بریلی شریف

فقیر قادری کو یہ جان کر انتہائی مسرت ہوئی کہ جماعت اہل سنت کے معروف نقیب و شاعر، کلامِ رضا کے تضمین نگار مولانا محبوب گوہر اسلام پوری، استاذ الجامعۃ الرضویہ، مغلپورہ، پٹنہ بہار نے میرے جد کریم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی حیات و خدمات کے اکثر گوشوں کو منظوم کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے ''منظوم سوانح اعلیٰ حضرت'' کے نام سے موسوم ان کی کاوش تقریباً پچیس سو اشعار پر مشتمل ہے، جو رضویات کے باب میں ایک خوش گوار اضافہ ہے۔

اس سے قبل امام احمد رضا کی مختصر منظوم سوانح نگاری کا سہرا خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ محمود جان جام جودھ پوری علیہ الرحمہ کے سر سجتا ہے۔ چونکہ قوم و ملت کا ایک بڑا طبقہ منظوم نگارشات کا بھی شائق رہا ہے، اس لیے نثر کے ساتھ ساتھ نظم میں بھی اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات کی عکاس نگارشات کا اضافہ سودمند ہے۔

امید قوی ہے کہ مولانا محبوب گوہر کی یہ عمدہ کاوش شائقین کے ذوق مطالعہ کی تسکین کا سبب ثابت ہوگی، رب قدیر ان کی اس عظیم کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے موصوف کے لیے توشۂ آخرت بنائے، آمین!

فقیر محمد عسجد رضا خان قادری نوری غفرلہ
(سجادہ نشین خانقاہ تاج الشریعہ، بریلی شریف)

دعائے گلزار ملت

گلزار ملت جانشین سرکار مسولی حضرت علامہ پیر
سید شاہ گلزار اسماعیل واسطی قادری رزاقی اسماعیلی
سجادہ نشین آستانہ فلک خانقاہ قادریہ رزاقیہ خانوادہ اسماعیلیہ مشائخ مسولی شریف
بانی وسربراہ اعلیٰ جامعہ اسماعیلیہ مسولی شریف بارہ بنکی یوپی۔

عظیم شخصیات کی ذات ستودہ صفات پر خامہ فرسائی کرنا ہمارے لئے باعث خیر و برکت ہے بطور خاص ایسی عظیم شخصیت جو پوری دنیائے اہل سنت کے امام کی حیثیت سے متعارف ہو۔جس نے اپنی حیات مستعار کو صرف دین وسنیت کے لئے صرف کیا ہو،جس کی زندگی کا ہر گوشہ انوار و تجلیات ربانی سے تابندہ ہو جس کے ہر ہر عمل و ادا سے شریعت کی ترجمانی ہوتی ہو۔جس کی ہر سانس میں عشق نبوی کی مہک سمائی ہو۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کنز الکرامت جبل الاستقامت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اہل شریعت وطریقت کے ہر طبقے پر احسان فرمایا ہے۔کچھ عناد پرست لوگ مانیں یا نہ مانیں مگر مجدد اعظم پر علمائے عرب وعجم نے زبان حال وقال سے جو فرمادیا اور نوک قلم سے جو تحریر کردیا وہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ مجدد اعظم کی ذات ایک ہمہ جہت اور عالمگیر ذات ہے۔

ہزاروں افراد نے قلم اٹھایا نظماً، نثراً ہر طرح سے آپ کو سراہا اور اصحاب قلم نے قلمی نذرانہ پیش کر کے خراج تحسین حاصل کیا۔صاحب تضمین کلام رضا حضرت مولانا محبوب گوہر صاحب قبلہ قادری نے کلام اعلیٰ حضرت پر تضمین لکھ کر داد و تحسین حاصل کی اور تقریباً چارسال قبل عرس اسمٰعیلی کے موقع پر خانقاہ اسمٰعیلیہ نے ان کو ان کی

اس خدمت پر حدائق بخشش ایوارڈ سے نوازا اور اب پھر انہوں نے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی سوانح حیات کو اشعار کی خوبصورت لڑی میں پرو کر عشق اعلیٰ حضرت کا بین ثبوت دیا ہے۔

ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

رب کریم اپنے رسول عظیم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے ان کے دامن کو گوہر مراد سے بھر دے اور دین ودنیا میں سرخرو فرمائے اور تاحین حیات شادو آباد رکھے اور ان کی خدمات کو فلاح آخرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر قادری سید شاہ گلزار اسماعیل واسطی قادری رزاقی اسماعیلی غفرلہ
سجادہ نشین آستانہ فلک خانقاہ قادریہ رزاقیہ خانوادہ اسماعیلیہ مشائخ مسولی شریف
بانی وسربراہ اعلیٰ جامعہ اسماعیلیہ مسولی شریف بارہ بنکی یوپی۔

کلماتِ شیخ الاسلام

جانشین محدث اعظم ہند شیخ الاسلام حضرت علامہ
سید مدنی میاں اشرفی الجیلانی کچھوچھہ مقدسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً و مصلیاً و مسلماً

مجدد دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات ایسی بابرکت ذات ہے کہ جو جس حیثیت سے امام ممدوح پر کام کرنا چاہا وہ تائید غیبی سے کیا اور کرتا ہے۔ سیرت وسوانح کے حوالے سے چودہویں صدی کی شخصیات میں جتنا کام امام احمد رضا قدس سرہ کی شخصیت پر ہوا اور ہو رہا ہے شاید کسی پر نہیں ہوا۔ یہ بھی ایک طرح کا انعام خداوندی ہے۔

پیش نظر ''منظوم سوانح اعلیٰ حضرت'' بھی اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے جس کے تخلیق کار محترم محبوب گوہر اسلام پوری ہیں، یہ شاعر موصوف کا کمالِ سخن، جودتِ خیال او ذوقِ ادب ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کی سیرت وسوانح کو نظم کے قالب میں پیش کیا جس پر بلا شبہ ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ شاعر موصوف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور مزید خدمتِ دین کی توفیقِ رفیق بخشے۔ آمین! بجاہ اشرف المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقط والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

دعا گو و دعا جو
ابوالحمزہ سید مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ
جانشین مخدوم الملت حضور محدث اعظم قدس سرہٗ
کچھوچھہ مقدسہ

تقریظ جلیل

فصیح الملک علامہ ملک الظفر سہسرامی

1272ھ/ 1856ء میں ہندستان کے معروف شہر بریلی میں جلوہ فرما ہونے والی ذات امام احمد رضا جنہیں دنیا مختلف القاب سے یاد کرتی ہے۔اعلیٰ حضرت کے بلند و بالا لقب سے یاد کی جانے والی یہ شخصیت آج علم وفکر کی دنیا میں اپنی سطوت علمی کی بنیاد پہ ایک انفرادی شناخت اور پہچان رکھتی ہے۔آپ نے ایسے دور میں شعور کی کمان سنبھالی جو بہت پر آشوب تھا۔ سیاسی، سماجی، مذہبی اور ملی محاذ پہ چوطرفہ انتشار تھا، مذہب کے نام پہ دین کے نام نہاد ٹھیکیداروں نے بدمذہبی کا طوفان بدتمیزی برپا کرنے کی مہم شروع کررکھی تھی۔تاریخ کا طالب علم اس بات سے بخوبی واقف وآگاہ ہے کہ یہ دور فتنہ سامانیوں کے اعتبار سے بہت انقلابی تھا۔برصغیر کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مذہبی اور سیاسی اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں پہ کیا کیا قیامتیں توڑی گئیں اور امت مسلمہ کن محشر بردوش حالات سے دوچار تھی۔ایک طرف انگریزوں کا تغلب وتسلط تھا تو دوسری جانب ان کے کاسہ لیس،ضمیر فروش زرخرید علما کی جانب سے دین اور اقدار دین پہ شب خون مارنے کا مکروہ وناپسندیدہ عمل جاری تھا۔عوام میں معمولات ومراسم کے نام پہ بے ہودگیوں اور غیر شرعی رسم ورواج کا جو طوفان مچا ہوا تھا اس نے دین اسلام کا چہرہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔داخلی اور خارجی طوفان کے اس دور میں مذہبی منظرنامے پہ ابھر کر سامنے آنے والی شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک بہت اہم ذات ہے جس نے اپنے زمانے کے تمام ابھرتے ہوئے فتنوں کے خلاف بہت چابک دستی سے محاذ سنبھالا

اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ان فتنوں کے خلاف مضبوط پشتہ باندھ کر دین کے خود ساختہ ٹھیکیداروں کے اسلام مخالف تمام منصوبوں کو پیوند خاک کر دیا۔حالات کی نازکی بتا رہی تھی کہ اگر اس بطل جلیل نے اس زمانے میں ان فتنوں کے خلاف منصوبہ بند انداز میں پیش قدمی نہ فرمائی ہوتی تو آج ہندو پاک کی فضاؤں میں عشق رسول کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھینی بھینی خوشبوئیں جو ہماری ایمانی رگوں میں گردش کر رہی ہیں،نقشہ کچھ اور ہی ہوتا ۔حیات اسلامی کا وہ کون سا گوشہ ہے جس پہ چودھویں صدی کے اس عظیم مفکر نے اپنے علم وفکر کا چراغ نہیں جلایا، بلکہ جدید عصری علوم پہ ایسی تحریریں یادگار چھوڑی ہیں جن پہ دور جدید کے مفکرین خود کو داد دینے پہ مجبور پاتے ہیں۔ وہ اپنے علم وفکر،فقہ وتدبر اور تجدیدی کارناموں کی بنیاد پہ لاریب ایک ایسے مذہبی مفکر ودانشور تھے تاریخی شواہد کی روشنی میں جنہیں اپنی پیش کردہ تحقیقات سے کبھی رجوع کی نوبت نہیں آئی، چنانچہ ان کی علمی وفکری برتری اور تجدیدی کارناموں نے ان کے ہم عصروں میں انہیں مرجع فتاویٰ بنادیا۔کسی بھی اختلافی مسئلے میں ان کی رائے اور ان کا فیصلہ حرف آخر کی حیثیت رکھتا۔

انہوں نے انہی افکار وخیالات کی ترویج واشاعت میں اپنی عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ صرف فرمایا جو سیدی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تھے۔چنانچہ ان کی قدیم الخیالی اور حنفیت میں پختہ فکری کی گواہی غیر سنی مفکرین سے لے کر غیر مسلم دانشوروں نے بھی پیش کی ہے۔مشہور غیر مقلد عالم احسان الٰہی ظہیر کا یہ اعتراف ''یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے لحاظ سے نئی ہے لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے'' (البریلویہ صفحہ 07)ایک دوسرے مورخ کی رائے میں ''انہوں نے (فاضل بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طرز کی حمایت کی''(موج کوثر)مشہور محقق اور ادیب مالک رام کے خیال میں ''جیسا کہ سب کو معلوم ہے بریلی مولانا احمد رضا خاں مرحوم کا وطن ہے وہ بڑے سخت گیر قسم کے قدیم الخیال عالم

تھے‘‘ جماعت اسلامی کے آرگن ماہنامہ ’’الحسنات‘‘ نے اس سلسلے میں یہ تبصرہ تحریر کیا ’’یہ خیال درست نہیں ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے دین اسلام میں ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی ہے البتہ یہ درست ہے کہ علما کی اس جماعت کو عرف عام میں احمد رضا خاں بریلوی سے عقیدت کی بنا پر بریلوی کہا جاتا ہے اور دوسرے احناف سے بعض مسائل میں اختلاف کی بنا پر الگ تشخص قائم ہوگیا‘‘ (الحسنات رامپور کا شخصیات نمبر صفحہ 55,54) حضرت علامہ سید جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہمہ جہت دینی و مذہبی خدمات کا اعتراف اوران کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے عربی زبان و ادب کے شہرت یافتہ استاد اور معروف مستشرق محقق آراء نکلس نے بہت نپے تلے جملے میں کہا تھا ’’زوال بغداد کے بعد مسلمان علما میں سے اسے کسی ایک کا انتخاب کرنے کو کہا جائے تو وہ بغیر کسی توقف کے امام سیوطی علیہ الرحمۃ کا نام لے گا‘‘ نکلس کی اس رائے پہ تبصرہ قلم بند کرتے ہوئے عربی، فارسی اور اردو زبان و ادب کے ایک بڑے اسکالر محقق و ادیب ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی رقم طراز ہیں:

’’امام السیوطی علیہ الرحمۃ کی علمی کاوشوں کو کسی محدود دائرے میں اسیر نہیں کیا جاسکتا۔ تفسیر سے ادب تک، لغت سے نحو تک، تاریخ سے سوانح تک، سیرت سے خصائص تک، جس حوالے سے بھی نظر اٹھائیں امام السیوطی کی ذات فیض بار نظر آتی ہے۔ اس قدر متنوع اصناف پر اس اعتماد سے بے تکان لکھتے جانا کسی کرم خاص کا مظہر محسوس ہوتا ہے۔‘‘

اس بالغانہ اور عالمانہ تبصرے کے بعد وہ تحریر فرماتے ہیں:

’’میں بلاخوف تردید اسی قسم کا دعویٰ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے بارے میں کرنے میں راحت پاتا ہوں۔ وہی ماحول ایسی ہی زوال آشنا قوم، ویسے ہی چوبائی حملے، چہار جانب دندناتے فتنوں کے سامنے سینہ سپر

ہو جانا کسی توفیق پائے ہوئے مردِ مجاہد ہی کا حوصلہ ہے۔‘‘

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک ایسی نابغہ شخصیت کا نام ہے جو فلک کی صدیوں کی گردش کے بعد علمی و فکری منظر نامے پہ ابھرتی ہے۔ اپنے زمانے کے تمام مروجہ علوم و فنون پہ آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ علم کی وہ کون سی شاخ ہے جس پہ آپ نے اپنی نادر و نایاب تحریریں یادگار نہ چھوڑیں۔ حال کی تحقیقات کی روشنی میں جن علوم و فنون پہ آپ کو دسترس حاصل تھی ان کی تعداد سو سے بھی متجاوز ہے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات ہزاروں میں ہیں۔ آپ کے فتاوے اور دیگر تحریروں میں ان علوم و فنون کے عکس و نقش دیکھے جا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی نابغۂ روزگار اور عبقری شخصیت کے علمی و فکری نوادرات کا تعارف و تجزیہ کچھ بہت آسان نہیں۔ کام ہونے کے باوجود ابھی اس عبقری کی شخصیت کے سارے گوشے علمی منظر نامے پہ نمایاں نہیں ہو پائے ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ حضرات انفرادی طور پہ کوششوں کے چراغ جلا رہے ہیں تو کچھ تنظیمیں اور جماعتیں بھی ہیں جو منصوبہ بند انداز میں تحقیق و جستجو کے میدان میں آبلہ پائی کر رہی ہیں جو ایک خوش آئند بات ہے۔ آپ کی حیات و خدمات اور سوانح نگاری پہ مختلف جہتوں سے الگ الگ انداز میں کام ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ ستر سے زائد تحقیقی مقالات تحریر ہو چکے ہیں اور مزید یہ سلسلہ آگے کی جانب رواں دواں ہے۔ کسی ایک شخصیت پہ اتنی بڑی تعداد میں پی ایچ ڈی شاید نہیں ہوئی ہو۔

سوانح نگاری کی تاریخ بہت قدیم اور پرانی ہے ہر دور میں اس حوالے سے زبان و قلم کے خدمت گاروں نے خدمات انجام دیں۔ سوانح نگاری کا یہ عمل اگر تاریخی حقائق کے مطابق ہے تو یقیناً قابل تعریف ہے اور اگر حقائق اور صداقتوں کا گلا گھونٹ کر مزعومات و خیالات پہ مبنی تاریخ گڑھ لی گئی ہو تو نہ ہی مذہب اسلام میں اس کے جواز کی کوئی صورت ملتی اور نہ ہی ایسی تاریخ انصاف پسند اور حق طبع افراد قبول فرماتے۔ سوانح

نگاری کے باب میں ہر دو قسم کی تاریخ آپ کو مل جائے گی۔لیکن حق پسند علمائے کرام نے ہمیشہ تاریخی حقائق و شواہد کی روشنی میں ہی سوانح نگاری فرمائی ہے۔تاریخ نویسی کا یہ عمل اردو زبان میں بالعموم نثر میں ہی انجام دیا گیا ہے چوں کہ نظم نگاری اپنے قیود و شرائط کے اعتبار سے نثر کے مقابلے میں مشکل ہے اور پھر تاریخ نویسی اور سوانح نگاری پیرایۂ نظم میں پیش کرنا بہت ہی سنگلاخ زمین پہ گل بوٹے کھلانے کا عمل ہے تاہم کچھ نظم نگاروں نے پیرایۂ نظم میں بھی اپنے فن کا اظہار فرمایا ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گوناگوں مذہبی، ملی اور سیاسی خدمات پہ تاریخ نویس اور سوانح نگاروں نے اپنے اپنے انداز میں علمی خدمات انجام دی ہیں۔آپ کی حیات و خدمات پہ ملک العلما حضرت علامہ سید ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ضخیم چار جلدوں میں ''حیات اعلیٰ حضرت'' کو اس باب میں اساس و بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔بعد کے ادوار میں اسی ماخذ و مرجع سے اخذ و استفادے کا سلسلہ جاری ہوا جو آگے کی جانب رواں دواں ہے۔حضرت علامہ محمود جان جام جودھپوری جو اعلیٰ حضرت کے خلفا میں ہیں۔انھوں نے مختصر انداز میں اعلیٰ حضرت کی منظوم سوانح حیات کی ترتیب کا فریضہ انجام دیا ہے۔

شمالی بہار کے علمی افق سے ابھرنے والے جواں سال عالم دین حضرت مولانا محبوب گوہر اسلام پوری جن کی فطرت اور طبیعت میں شعر گوئی ہے۔فی البدیہہ اور برجستہ رواں دواں اشعار پیش کرنے کا کمال قدرت نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان پہ ہر وقت شعر کی آمد کی کیفیت رہتی ہے۔کچھ دنوں قبل ان کا خوبصورت نعتیہ مجموعہ ''ثنائے سرکار ہے وظیفہ'' منظر عام پہ آیا اور اہل نظر کی نگاہوں کی زیب و زینت بنا۔نقادان فن اور ادب شناس زبان و قلم نے ان کی کوشش و کاوش کو داد و تحسین سے نوازا اور مرحبا فرمایا۔

نہ جانے وہ کون سی ساعت تھی جس میں انہوں نے بغیر سمجھے بوجھے ایک بہت

بڑے پروجیکٹ پہ کام شروع کر دیا''بغیر سمجھے بوجھے''میں نے سمجھ بوجھ کر لکھا ہے، یقیناً اس لمبے سفر کی سنگلاخ وادی کا درست اور صحیح اندازہ انہیں اس وقت نہیں تھا ورنہ وہ حوصلہ ہار جاتے لیکن جب اس وادی میں قدم رکھ دیے تو پھر رفتہ رفتہ انہیں حوصلوں کا زاد سفر بھی فراہم ہوتا رہا اور پھر اس طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات پہ ڈھائی ہزار خوبصورت اشعار کا حسین و شاداب گل دستہ آپ کے روبرو پیش کرنے میں وہ سرخ رو ہو رہے ہیں۔

حضرت محبوب گوہر کی ترتیب دی ہوئی منظوم سوانح اعلیٰ حضرت ایک مکمل تحقیقی کاوش ہے۔ جامعات میں جو تحقیقی مقالے داخل کیے جاتے ہیں جن پہ پی ایچ ڈی کی ڈگری یونیورسٹی کی جانب سے تفویض کی جاتی ہے وہ تمام خوبیاں اس منظوم سوانح میں نظر آتی ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب و تہذیب کا کام بالکل اسی انداز میں دیا گیا ہے۔ مثلاً اعلیٰ حضرت کا خاندانی پس منظر، ولادت، عہد طفلی کے واقعات، علمی فضائل و کمالات، بیعت و خلافت، تدریسی خدمات، فتویٰ نویسی، تفقہ فی الدین، تبلیغی و تعلیمی اسفار، تصنیفات و تالیفات، ترجمہ قرآن پاک، عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اصلاح معاشرہ، امت مسلمہ کی فلاح و نجات کے بنیادی نکات، رد بدعات و منکرات، نعتیہ شاعری، مدارس و مکاتب کا قیام، عصری علوم پہ مہارت، علمائے عرب سے روابط و تعلقات، اولاد امجاد، خلفا، وصال و وصایا۔

اگر مولانا موصوف نے یہ تحقیقی خدمت باقاعدہ پی ایچ ڈی کا رجسٹریشن حاصل کرنے کے بعد انجام دی ہوتی تو یقیناً انہیں تاریخی و تحقیقی منظوم سوانح حیات کی ترتیب و تہذیب کی اس گراں قدر کوشش و کاوش پہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کر دی جاتی۔ اب بھی وقت نہیں گیا ہے۔ کسی دانشور پروفیسر کو بحیثیت نگراں منتخب کر کے کسی یونیورسٹی سے رجسٹریشن حاصل کر لیں اور پھر مزید اسے رنگ و روغن دے کر نئی آب و تاب کے ساتھ عصری جامعہ میں داخل کریں۔

یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ چودھویں صدی کے اس عبقری اور مجدد دین وملت کو سرزمین بہار سے جو لگاؤ و تعلق رہا اس کا اظہار الگ الگ انداز میں ہر دور میں ہوتا رہا۔ اردو نثر میں آپ کی مکمل حیات وخدمات کی ترتیب وتہذیب کا سہرا آپ کے نامور شاگرد وخلیفہ حضرت علامہ سید ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سر پہ سجتا ہے تو بہار کی سرزمین پہ ہی آپ کے بے مثال تجدیدی کارناموں کی بنیاد پہ مجدد کے اعلیٰ لقب سے آپ کو سرفراز کیا گیا۔ بہار کے ہی ایک دیدہ ور نابغہ اور علم حدیث پہ گہری نظر رکھنے والے عالم دین مقبول خاص و عام خطیب و مقرر طوطی ہند حافظ حدیث حضرت الحاج مولانا محمد قادر بخش سہسرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلی مرتبہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی اساس و بنیاد رکھی اور آپ کی محبت کو سنیت کی علامت اور پہچان بتایا اور آپ سے بغض و دشمنی کو بدعقیدگی کا نتیجہ۔ پہلی مرتبہ اعلیٰ حضرت کی حیات وخدمات پہ بہار کے ہی ایک اسکالر ڈاکٹر حسن رضا خان نے بہار کی پٹنہ یونیورسٹی سے آپ کی شان فقاہت میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات ومضامین و مقالات کی اشاعت بھی بہار کی سرزمین عظیم آباد سے آپ کے خلیفہ حضرت علامہ قاضی عبدالوحید فردوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وساطت سے ہوتی رہی۔ مکمل حیات اعلیٰ حضرت علم دوست حضرات کے ہاتھوں سے گزرتے گزرتے بالآخر پہلی مرتبہ الجامعۃ الرضویہ پٹنہ کے روح رواں حضرت سید ولی الدین رضوی کی کوشش وکاوش سے منظر عام پہ آئی۔ اسے حسن اتفاق ہی کہا جائے گا کہ اولیت کا یہ سہرا بھی پٹنہ کی معروف دینی و مذہبی درسگاہ الجامعۃ الرضویہ جو شہر عظیم آباد میں مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان ہے اس کے شعبۂ دعوت وتبلیغ سے وابستہ اور باوقار استاذ شاعر فطرت حضرت مولانا محبوب گوہر اسلام پوری ڈھائی ہزار اشعار سے ''سوانح اعلیٰ حضرت'' کا گلشن سجا سنوار کر علمی وادبی منظر نامے پہ نمایاں ہو رہے ہیں۔ مولانا محبوب گوہر کے قلم زرنگار کی جو گوہر افشانی ڈھائی

ہزار اشعار پہ پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے اس کا بالا ستیعاب مطالعہ کیا تو محسوس ہوا کہ نظم کی جو فنی خوبیاں اور محاسن ہیں وہ سب اس کتاب میں یکجا ہوگئی ہیں۔ روانی، تسلسل، الفاظ کا درست انتخاب، غنائیت، سلیس اور شگفتہ زبان و بیان نے اسے اہل نظر کے لیے سامان توجہ بنا دیا ہے۔ موصوف نے یہ منظوم سوانح حیات چودہ ابواب پہ ترتیب دی ہے۔ باب اول تاثرات باب دوم سوانحات اس ضمن میں خاندانی پس منظر، آبا واجداد، ولادت، عہد طفلی کے حالات و کمالات، حسن سیرت، عادات وخصائل پابندیٔ شرع، معمولات حیات، بیعت و خلافت، اولاد امجاد، خلفا، سفر آخرت، وصایا، وصال اور خانوادۂ رضا کے چشم و چراغ اس کے بعد درسیات، فقہیات اور سفریات۔ سفریات کے تحت اعلیٰ حضرت کی زیارت حرمین شریفین کے دو اسفار اور مزید تبلیغی اسفار کا تذکرہ ہے، اس کے بعد تصنیفات کا باب ہے اس ضمن میں کنز الایمان، فتاویٰ رضویہ اور الدولۃ المکیہ کا خصوصی ذکر پھر اس کے بعد علمیات، تصوفات، سائنسیات، تعاقبات۔ تعاقبات کے تحت عہد رضا کے فتنے اور ان کا استیصال اور حسام الحرمین کا تذکرہ، اس کے بعد ایمانیات، اس ضمن میں اعلیٰ حضرت کے عشق رسول کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، تحریک عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلوے اور احترام سادات کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اصلاحات اور اس ضمن میں اصلاح معاشرہ میں اعلیٰ حضرت کی خدمات کا تذکرہ، پھر باب خصوصیات اس کے تحت آپ کے اہم اور نمایاں کارناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر شعریات کا باب ہے اس کے تحت اعلیٰ حضرت کی نعت گوئی، حدائق بخشش، سلام رضا اور اس کی مقبولیت اور قصیدۂ معراجیہ اس کے بعد تعمیرات، کرامات، پیغامات۔ پیغامات کے ضمن میں اعلیٰ حضرت کے دس نکاتی فارمولے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر باب امتیازات اس کے تحت اعلیٰ حضرت کے حوالے سے لکھی گئی کتابوں کا تذکرہ، پی ایچ ڈی کرنے والوں کے اسمائے گرامی اور ایم فل کرنے والوں کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد اعترافات کا

باب ہے اس ضمن میں علمائے عرب کے تاثرات، مخالفین کے اعترافات، مشاہیر علم و دانش کے تاثرات اور پھر سرضیاء الدین کی حاضری کا تذکرہ ہے۔ چودھواں باب ترجیحات، جس کے تحت اہل سنّت کا مرکز بریلی شریف اور مسلک اعلیٰ حضرت کا بیان ہے۔ اور اخیر میں شاعر کی قلبی التجا ہے۔ اتنے ابواب پہ پھیلی ہوئی یہ سوانح حیات اپنے متن اور مافیہ کے اعتبار سے کس قدر اہمیت کی حامل ہوگی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات کے حوالے سے اس بات کا دعویٰ تو نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت محبوب گوہر نے جامعیت کے ساتھ سارے گوشوں پہ مکمل اور بھرپور روشنی ڈالنے کا اہتمام کیا ہے تاہم یہ ضرور ہے کہ موجودہ تحقیقی مواد کے تناظر میں اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا جو عکس و نقش ابھر رہا ہے حتیٰ المقدور اس کا مکمل احاطہ کرنے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔ یقیناً قدر شناس اور جوہر بیں نگاہیں مولانا موصوف کی اس گراں قدر خدمت پہ تحسین و آفرین کہیں گی۔

☆☆☆

باب اول
تأثرات واعترافات

غلبۂ شوق

1443 ہجری

دُررِ مکتوم بہ تصنیفِ منظوم جناب محبوب گوہر اسلام پوری

از: پروفیسر طلحہ رضوی برق داناپور پٹنہ

پڑھتا ہوں میں تسبیح کہ رب پاک ہے بِالذّات
بس کُن فیکُوں سے ہوئے خلق ارض و سماوات

ہر غیب و شہادت کا اُسے علم ہے واللہ
پیدا کرے اسباب وہی قاضی الحاجات

کونین کی مخلوق سبھی پڑھتی ہیں تسبیح
انسان و اجنہ کہ جمادات و نباتات

اللہ کے نزدیک فقط دین ہے اسلام
گو اہل زبور اور ہیں کچھ صاحبِ تورات

اِس دین کی تبلیغ بھی مومن پہ ہوئی فرض
اصلاحِ عقائد سے سِوا ہوتے ہیں درجات

بدمذہبی بے دینی و تلبیس شیاطین
بہکا کے لئے جاتی ہے سب کو سوئے ظلمات

گمراہی جو ہیضے کی طرح پھیل رہی تھی
کرنے کے لئے دور اسے آئے خوش اوقات

ہاں! شہرِ بریلی سے اُٹھے صاحبِ ایماں
احمد رضا، تھے جن میں مجدد کے علامات

وہ عالم و فاضل وہ دھنی لوح و قلم کے
سُنّیوں کی کرتے رہے جو ردِّ بلیات

گو نثر میں لکّھے گئے ہیں ان کے سوانح
کرتا کوئی منظوم تو ہوتی یہ بڑی بات

دی مولوی محبوب کو اللہ نے توفیق
گوہر نے پڑھی بسملہ اور کردی شروعات

جولانی طبع اس پہ سلاست وہ بیاں کی
الفاظِ شگفتہ میں ہے اظہارِ خیالات

اول کیا اسلاف و نیاگاں کا تعارف
پھر نقشِ گرانمایہ خوش سیرت و عادات

طفلی و شباب اور کہولت کے وہ ایام
ہے خوب قلمکاری بصد حسنِ محاکات

تھا شعری شغف علمِ لدُنّی کا ہی پرَتو
اس نعت نویسی کو کیا جُزوِ عبادات

بخشش کے حدائق ہوئے گنجینۂ ایماں
اور ان کے فتاویٰ سے ہیں محفوظ افادات

یہ حُبّ رسولِ عربی کا ہی صلہ ہے
اور صاحبِ ایماں کے لئے قیمتی سوغات

ہے برقؔ بڑا کام یہ ، اللہ جزا دے
ضائع نہیں کرتا وہ نکو کاروں کے حسنات

تم سالِ طباعت بھی کوئی لکھ تو دواس کا
کہتے ہیں اسے اہل قلم اپنی روایات

ہو شوق سوا جب تو وہ ہوجاتا ہے پھر عشق
بعد اس کے ٹھہرتے نہیں نظروں میں حجابات

ہاتف نے کہا ''غلبۂ شوق'' اس کی ہے تاریخ
۱۴۴۳ھ
عشاقِ نبی کے لئے رحمت کی ہے برسات

☆☆☆

منظوم تبصرہ

استاذ الشعرا حضرت علامہ محمد سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی، مسقط عمان

یادِ رضا کے منظوم گوہر — چرخِ ہنر کے ہیں ماہ و اختر
کردار ان کا ، شہکارِ حکمت — انوار ان کے ، ایمانی رہبر
نقشِ ہدایت ، ذاتِ گرامی — درسِ محبت ، ہستی کے جوہر
وہ آفتابِ عشق رسالت — وہ خانقاہِ فن کے قلندر
شیدائی عالم ، ان کے سخن کا — دانائی نازاں ، ان کے ہنر پر
عکاسی ان کی ، آساں نہیں تھی — پر ان کا فیضان، ہر دم تھا یاور
ذکرِ رضا کے اس آئینے میں — نکھرے ہوئے ہیں،سیرت کے منظر
ہر اک قدم کی ، شرحِ مفصل — ہر اک ادا کی ، تصویر خوشتر
حسنِ بیاں کی خوشبو ہے پھیلی — اہل سنن ہیں جس سے معطر
تاج شریعت کا فیض اس میں — نوری و حامد ، سے یہ منور
تیرے قلم کی تابانی افزوں — تیری زباں کے جلوے ہوں برتر
حرف وسخن کے اس میکدے میں — سچ سے بھرا ہے ہر ایک ساغر
شاداں ہے اس سے قلبِ فریدی — تم کو مبارک ، محبوب گوہر

مولانا رحمت اللہ صدیقی

مدیر اعلیٰ پیغام رضا ممبئی

کام ہی سے نام ہوتا ہے، کام ہی سے شہرت ملتی ہے، اور کام ہی انسان کو سر بلند کرتا ہے۔ جناب محبوب گوہر نے منظوم سوانح اعلیٰ حضرت لکھ کر اپنے قد کو اتنا بلند کر لیا ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمود جان جودھپوری، ملک العلما حضرت مولانا مفتی سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری، حضرت مولانا سید شاہ جیلانی میاں کچھوچھوی، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی اور پروفیسر مسعود احمد مظہری جیسی عظیم المرتبت شخصیات کے شانہ بشانہ بیٹھے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ یہاں علمی تقابل مقصود ہے نہ مطلوب، کام کی نوعیت انہیں سر بلند کر رہی ہے۔ محبوب گوہر کا نام مذکورہ پاکانِ امت کے عقیدت کیشوں میں آتا ہے۔ انہیں اپنے کام پہ فخر نہیں ہے بلکہ فخر آقایانِ امت کے فیضان پہ ہے۔ اگر ان کے کام کی صحیح انداز میں تشہیر ہوتی تو جہانِ رضویات میں اضطراب یقینی طور پر دیکھا جاتا۔ منظوم سوانح نگاری ایک انتہائی دقت طلب عمل ہے۔ اس کے نام ہی سے اچھے اچھوں کو پسینہ آجاتا ہے۔ اس میدان میں جلد اترنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا اس لیے کہ یہاں قدم قدم پر خار دار ٹہنیوں سے دامن کے الجھ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ محبوب گوہر فولادی عزم رکھتے ہیں، طوفان چاہے جس قدر شدید ہو پھر بھی وہ سفر پہ نکل جاتے ہیں۔ اس سفر میں ان کا جنونِ عشق ہی ان کے لیے چراغ راہ بنا رہا۔ یہ منظوم کارنامہ اعلیٰ حضرت سے ان کی گہری وابستگی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ منظوم سوانح اعلیٰ حضرت، اعلی حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کا اجمالی تعارف ہے، اگر اسے نثر کی شکل دے دی جائے تو اعلی حضرت کی ایک جامع سیرت سامنے آسکتی ہے لیکن اس عہدِ زر اندوز میں فرہاد کا ملنا بہت مشکل ہے، اس منظوم سوانحی پیش رفت پر مولانا محبوب گوہر پوری علمی، ادبی، اور مذہبی دنیا کی طرف سے بے پناہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اظہارِ مجیدی

(بر کتاب ”منظوم سوانح اعلیٰ حضرت“ از: محبوب گوہر اسلام پوری، انڈیا)

از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

☆☆☆

ان میں کل اشعار کی تعداد ہے ڈھائی ہزار

نو بہ نو، تازہ بہ تازہ ہے عقیدت کی بہار

(محبوب گوہرؔ)

امام احمد رضا خاں قادری محمدی سنی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی کی علمی جہتوں کے لیے یہ شعر بہت مناسب ہے ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دے ہیں

امام احمد رضا بقلم خود 54 علوم وفنون پر دسترس رکھتے تھے اور بعد کی تحقیق میں یہ تعداد 75 اور پھر 100 سے تجاوز کر گئی کہ دورِ حاضر میں ہر علم کی برانچوں کو بھی آج ایک علیحدہ علم کا درجہ حاصل ہو گیا ہے اس اعتبار سے اب امام احمد رضا کی علوم وفنون میں دسترس کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ آپ کو اپنے زمانے کے تمام مروجہ علوم وفنون پر کامل دسترس تھی جس کا انھوں نے اپنی تمام تحریر میں بھرپور اظہار کیا۔

امام احمد رضا پر تحقیقی مقالات ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی پر نظر ڈالیں تو مختلف

علمی جہتوں پر 70 سے زیادہ تحقیقی مقالات لکھے جا چکے ہیں اور ان کی سند دنیا کی مختلف جامعات سے تفویض کی گئی ہیں۔ راقم کی نظر میں کسی ایک شخصیت کی علمی کاوشوں پر اتنی بڑی تعداد میں دنیا میں کہیں بھی تحقیقی مقالات نہیں لکھے گئے اور ابھی میری نظر میں اس سے کہیں زیادہ مقالات مختلف علمی جہتوں میں لکھے جا سکتے ہیں۔

امام احمد رضا پر مولانا محمد ظفر الدین قادری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی اول تصنیف "حیات اعلیٰ حضرت" سے لے کر ان سو سالوں میں سو سے زیادہ چھوٹے بڑے تذکرے لکھے جا چکے ہیں اور اب تو پی ایچ۔ڈی کے مقالات بھی آپ کے تذکرہ کے حوالے سے لکھے جا رہے ہیں۔

راقم کی معلومات کے مطابق منظوم تذکرہ پر غالباً اب تک پی ایچ۔ڈی کی سند کسی نے بھی حاصل نہیں کی ہے اگر کسی شخصیت پر کہیں بھی اس نوعیت کا کام ہوا ہے تو اس کو اولیت حاصل ہوگی اور اگر ایسا نہیں ہے تو راقم جامعات کے شعبۂ اردو سے گزارش کرے گا کہ وہ نوجوان شاعر جناب محبوب گوہر کی "منظوم سوانح اعلیٰ حضرت" کو اپنے شعبہ سے پی ایچ۔ڈی کی سند کے لیے منظور فرمائیں کہ یہ منظوم (تھیسس) 410 صفحات پر مشتمل ہے جس میں امام احمد رضا کا مکمل تذکرہ 2500 سے زیادہ اشعار میں پیش کیا گیا ہے۔ محبوب گوہر صاحب نے اگرچہ تذکرہ 14/ ابواب میں پیش کیا ہے جس کو 8۔7 ابواب میں بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ کسی بھی شخصیت کے تذکرے کے لیے پی ایچ۔ڈی کے خاکے میں جو عنوانات ممکن ہو سکتے ہیں آپ نے وہ سب لکھے ہیں، مثلاً خاندانی پس منظر، ولادت، علمی کمالات، بیعت وخلافت، اولاد وامجاد، خلفاء، وصال مبارک، تدریسی خدمات، فتویٰ نویسی، شانِ فقاہت، امام احمد رضا کے حج سمیت اسفار، تصانیف بالخصوص کنز الایمان، فتاویٰ رضویہ، الدولۃ المکیہ دیگر علوم وفنون پر سیکڑوں کی تعداد میں تصانیف، تصوف، علوم عقلیہ یعنی سائنس پر آپ کی تصانیف، عشق

رسول، اصلاح معاشرہ میں کردار، نعتیہ دیوان، مدرسہ منظر اسلام کا قیام، مسلمانوں کے لیے معاشی فارمولہ، امام احمد رضا پر تحقیقی مقالات، علمائے عرب کی پذیرائی وغیرہ۔

اب میں محبوب گوہر صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ اس منظوم تھیسس کو بہار کی کسی جامعہ کے شعبۂ اردو میں دکھائیں اور اجازت مانگیں کہ اس کو منظوم پی ایچ۔ڈی کے تحقیقی مقالے کی صورت میں منظور کرلیں اگر ایسا ہو گیا تو یہ اپنی نوعیت کا پہلا منظوم پی ایچ۔ڈی مقالہ ہو گا اور اگر کسی علمی شخصیت پر کام ہو چکا ہے تو علماء کی صف میں امام احمد رضا پہلے عالم دین ہوں گے جن پر اس طرح منظوم مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ڈی کی سند حاصل کی جا سکے گی۔

راقم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کو اس علمی منظوم کاوش پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی، پاکستان کی جانب سے آپ کو "امام احمد رضا گولڈ میڈل ریسرچ ایوارڈ" دینے کا اعلان کرتا ہے ان شاء اللہ جیسے ہی ان دو ملکوں کے سفری حالات مناسب ہوئے ہم آپ کو پاکستان بلا کر یہ گولڈ میڈل ایوارڈ اور وثیقہء اعتراف پیش کریں گے۔

آپ کی امام احمد رضا کی لکھی گئی 50 سے زیادہ نعتوں پر "تضمین گوہر" بھی نظر سے گزری، آپ کا نعتیہ مجموعہ "ثنائے سرکار ہے وظیفہ" بھی ایک نظر دیکھنے کو ملا اور کسی حد تک بھرپور نظر کے ساتھ آپ نے جو مثنوی کی بحر رمل میں 2500 سے زیادہ اشعار قلمبند کیے ہیں ان کو بھی دیکھا اور پڑھا، جو مثل بیان کی جاتی ہے کہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا وہ یہاں بالکل صادق آتی ہے کہ آپ نے طویل منظوم تذکرہ اعلیٰ حضرت کو کوزے میں بند کر دیا۔ راقم آپ کے شعروسخن پر کلام کرنے سے قاصر ہے کہ یہ میرا شعبہ نہیں اس پر ڈاکٹر احسن عزیز نے ایک اچھا ناقدانہ تبصرہ کیا ہے اور مزید شعرائے کرام نے بھی یقیناً تبصرہ کیا ہوگا یہاں قارئین کو اس بات سے آگاہ کرتا چلوں کہ

30۔25 سال قبل 1995ء میں احقر نے اپنے استاد محترم جو دنیائے ادب میں استاذ الاساتذہ کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے جن کو عربی، فارسی اور اردو ادب تینوں میں مکمل دسترس حاصل تھی جن کی تحریر پر حکومت پاکستان کی جانب سے تمغۂ امتیاز بھی دیا گیا تھا ،جو بریلی کے رہنے والے اور منظر اسلام کے شعبۂ فارسی کے صدر مدرس بھی رہے تھے، میری مراد ہے حضرت علامہ شمس الحسن شمس صدیقی بریلوی (م۔۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء) علیہ الرحمۃ۔فقیر نے ان سے درخواست کی کہ آپ نے آج تک حضرت امام احمد رضا کو منظوم نذرانہ عقیدت سے یاد نہیں کیا اس لیے آپ اس سال معارف رضا کے شمارہ کے لیے ایک منقبتِ رضا ضرور لکھ دیں!اس پر آپ نے احقر سے ارشاد فرمایا:

> ”عزیزی مجیدی اللہ! اگر آپ کی بہت زیادہ خواہش ہے کہ میں بارگاہِ رضا میں منقبت پیش کروں تو اطمینان رکھیے کہ ان شاء اللہ آپ کی خواہش ضرور پوری کروں گا اور ایسی منقبت پیش کروں گا کہ آج تک ایسی منقبت اردو زبان میں کسی عقیدت مند نے پیش نہیں کی ہوگی“۔

میرے تعجب اور پھر استفسار پر مزید فرمایا:

> ”جو منقبت میں پیش کروں گا وہ صرف چند اوصاف کا بیان نہیں ہوگا بلکہ میں جو کچھ کہوں گا وہ صدہا اشعار پر مشتمل ہوگی۔ ان شاء اللہ۔اعلیٰ حضرت کی چند خوبیاں ہوں تو ان کو چند اشعار میں بیان کر دیا جائے وہ تو ایک مجموعہ کمالات تھے کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔پس بے شمار خوبیاں چند اشعار میں کس طرح بیان کی جاسکتی ہیں ۔اب میں نے ارادہ کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی اعانت کے ساتھ آپ کے علوم فنون او رگرانمایاں تصانیف پر ایک منظوم تبصرہ پیش کروں ۔اس کو آپ منقبت کہہ لیجیے گا یا منظوم تبصرہ ۔ان شاء اللہ مثنوی معنوی کی بحر میں یہ تبصرہ

کچھ عرصے بعد آپ کی نذر کروں گا“۔

الحمدللہ! وعدے کے مطابق ادیبِ شہیر حضرت علامہ شمس بریلوی نے اعلیٰ حضرت کے علوم فنون اوران کی تصانیف پر تقریباً پانچ ہزار اشعار پر مشتمل ایک طویل تبصرہ بعنوان ”مثنوی آفتابِ افکارِ رضا“ نظم فرمادیا۔

حضرت شمس کا خط پڑھنا انتہائی دشوار تھا لہٰذا تھوڑا تھوڑا ان کے سامنے اپنے قلم سے لکھ کراس کو جمع کررہا تھا کہ ۱۲ مارچ ۱۹۹۷ء کو حضرت کا انتقال ہوگیا اور بقیہ مواد انتقال کے بعد نہیں مل سکا البتہ 400 سے زیادہ اشعار جس کو احقر نے ان کے سامنے لکھ لیا تھا انہیں معارف رضا ماہانہ شمارہ جون تا اکتوبر ۲۰۰۰ء میں پانچ اقساط میں شائع کیا۔ دعا گوہوں کہ بقیہ 4500 اشعار کا مسودہ حاصل ہوجائے تو یہ یقیناً کسی بھی شخصیت کے علوم پر طویل ترین منظوم تبصرہ ہوگا۔

اہل ذوق کے لیے چند عنوانات کے صرف دو دو شعر پیش کررہا ہوں۔

۱) تعارف امام احمد رضا:

بہر آغاز سرورِ دلپذیر
بن گئی تحریر نغمہ ہر صریر
اے جہان علم و فضل و نامدار
کوہ تیرے سامنے ہے کاہ وار

۲) علم قرآن اور حضرت رضا:

کنزالایماں میں یہ دینی رابطے
اک ادائے خاص سے شامل رہے
جس کی رفعت کا ہے قرآں میں بیاں
کس کا یارا ہے کرے اس کو نہاں

۳)علم حدیث اور حضرت رضا:

ہو معلل، منقطع یا ہو غریب
یا ہو وجہ طعن راوی کا نصیب
ڈھونڈ لیتی تھی نگاہ ژرف بیں
ضعف ہوتا گر روایت میں کہیں

۴)علم فقہ اور حضرت رضا:

ہے فتاویٰ ہندیہ بیشک ضخیم
پر فتاویٰ رضویہ اس سے عظیم
اس کا ہر رُخ پیش کرنا ہے مجھے
مرتبہ کیا اس کا ظاہر ہو سکے

اب آخر میں محترم محبوب گوہر کے منظوم کلام سے بھی چند اشعار ملاحظہ کریں:

۱)ابتدایہ:

چل قلم ذکرِ امام احمد رضا تحریر کر
نظم میں اک باب سیرت کا نیا تعمیر کر

۲)ولادت وعہد طفلی:

ہجری بارہ سو بہتر دن تھا دس شوال کا
چودہ جون اٹھارہ سو چھپن تھا شمسی سال کا

۳)تذکرہ نگار:

شاہ ظفر الدین رضوی ہیں جو تلمیذِ رضا
یوں "حیاتِ اعلیٰ حضرت" میں ہیں کرتے تذکرہ

۴) ترجمۃ القرآن:

اعلیٰ حضرت نے کیا قرآن کا جو ترجمہ
کنزالایماں نام سے مشہور عالم میں ہوا

قارئین کرام یہ بات محسوس کریں گے کہ جس طرح محبوب گوہر صاحب دینی محافل میں نقیبِ محفل ہوا کرتے ہیں اسی طرح وہ طویل منظوم تعارف میں بھی حضرت شمس الحسن شمس بریلوی کے نقیب بنے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ عزوجل ان کی اس علمی منظوم کاوش کو قبول فرمائے اور ادبی دنیا میں اس کو پذیدائی نصیب فرمائے۔ آمین!

از

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
(صدر، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی)
(سابق ڈین آف سائنس، کراچی یونی ورسٹی، کراچی)

۱۵ محرم الحرام ۱۴۴۴ھ
۱۴ اگست ۲۰۲۲ء

☆☆☆

منظوم سوانح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

ایک سوانحی منقبت

ڈاکٹر عزیز احسن

سوانح نگاری میں دو رجحانات پائے جاتے ہیں۔ ایک بے باک اور معروضی اظہار جس میں اپنے موضوع (subject) کی زندگی کے مثبت اور منفی ہر پہلو سے انصاف کیا جاتا ہے۔کوئی چیز چھپائی نہیں جاتی۔ انسان کو بندہ بشر کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جس میں آدم کی لغزش کا امکان اور فرشتوں کی نورانیت کا جوہر پایا جاتا ہے۔اس قسم کی سوانح میں عام دنیاوی مصلح، شعرا، ادبا، سیاسی رہنما اور بادشاہ وغیرہ کے احوال درج ہوتے ہیں۔اس سوانح کو انگریزی میں BIOGRAPHY کہتے ہیں۔

سوانح کی دوسری قسم وہ ہے جس میں عقیدت کے موتی نچھاور کیے جاتے ہیں اور منثور یا منظوم منقبت نگاری کے جوہر دکھائے جاتے ہیں۔ اس قسم کی سوانح معروضی نہیں ہوتی۔ اس میں سوانح نگار کا اپنے موضوع سے والہانہ عشق ظاہر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں سوانح نگار اپنے موضوع کی صرف اچھائیاں ظاہر کرتا ہے۔

بشری کمزوریوں کو یا تو چھپا دیتا ہے یا واقعتاً اس کے موضوع میں وہ کمزوریاں ہوتی ہی نہیں ہیں۔اس قسم کی سوانح نگاری کو انگریزی میں HAGIOGRAPHY کا نام دیا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس قسم کی سوانح میں سوانح نگار اپنے موضوع (subject) کو ایک ولی، صوفی یا مقدس ہستی سمجھتا اور بڑے ادب اور تقدیسی احساس کے ساتھ اس کے خدو خال پیش کرتا ہے۔آکسفورڈ ڈکشنری آف لٹریری ٹرمز میں اس قسم کی سوانح نگاری کے مفہوم کو ان الفاظ میں واضح کیا گیا ہے:

The term[hagiography[is now often applied to modern biographies that treat their subjects reverentially as if they were saints. A writer of such works is a hagiographer. Adjective:

Hagiographic.

(Oxford Dictionary of Literary Terms)

اسلامی دنیا میں hagiography لکھنے کا جواز قرآن اور احادیث میں بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا دیا ہے:

''بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت [پیدا] کردے گا'' یعنی ہم اپنے پیارے بندوں کی محبت قدرتی طور پر لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں کہ لوگ بلا ظاہری وجہ کے اُن سے الفت کرتے ہیں۔''

(سورۃ مریم، ۱۹، آیت ۹۶، نور العرفان، ترجمہ وتفسیر احمد یار خان نعیمی)

محبوب گوہر اسلام پوری صاحب کی یہ منظوم سوانح بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی محبت کی جیتی جاگتی دلیل ہے، یہ بایوگرافی نہیں بل کہ ہیجیوگرافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں حرف حرف اور لفظ لفظ سے لکھاری کی عقیدت ٹپک رہی ہے۔

اس سوانح میں محبوب گوہر صاحب نے مختلف مآخذ سے واقعات اکھٹے کر کے انھیں نظم کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ اس میں خاندانی پس منظر اور اعلیٰ حضرت کی ولادت سے وفات تک کے واقعات ہی کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے بل کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی سیرت کے کم و بیش تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مریدین، خلفا اور متوسلین کا بھی تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے اولین سوانح نگاروں اور فیض یافتگان کا بھی تذکرہ ہے۔

فتاویٰ نویسی اور علمی تبحر کا بڑے دل نشین انداز میں ذکر کر کے اعلیٰ حضرت کی عبقریت کا پہلو نمایاں کیا گیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی بے شمار سوانح موجود ہونے کے

باوجود محبوب گوہر اسلام پوری نے ان ہی مآخذ کی مدد سے منظوم سوانح نگاری کا اہتمام کیوں کیا؟

اس کا جواب مغربی نقاد کولرج کے الفاظ میں مل سکتا ہے۔ ڈاکٹر سجاد باقر رضوی نے کولرج کے الفاظ کو اردو قالب میں اس طرح ڈھالا ہے:

''نثر میں الفاظ بہترین ترتیب میں پیش کیے جاتے ہیں اور شاعری میں بہترین الفاظ بہترین ترتیب سے پیش کیے جاتے ہیں''

میں نے اس منظوم سوانح کو از اول تا آخر پڑھا ہے اور مجھے اس میں شاعرانہ اظہار کی خوبیاں نظر آئی ہیں۔ اس منظوم سوانح کی زبان سلیس اور فصاحت کے قریب ہے۔ اس میں ایک محقق کی محنت بھی جھلکتی ہے۔

اس منظوم سوانح میں بڑی رواں دواں بحر، بحرِ رمل مثمن محذوف استعمال کی گئی ہے۔ اس میں ''فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن'' دونوں مصرعوں میں آٹھ بار آتا ہے۔ صاحبِ بحر الفصاحت لکھتے ہیں:

بسبب حذف کے ''فاعلاتن'' سے سببِ خفیف آخر کا گر کر ''فاعلا'' رہا۔ اسے ''فاعلن'' سے بدل لیا گیا'' (بحر الفصاحت، حصہ دوم، ص ۱۲۷)

اساتذہ نے بھی خوب استعمال کی ہے۔ مثلاً

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں
(غالبؔ)

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے
(حسرت موہانی)

رنگ پیراہن کا خوشبو زلف لہرانے کا نام
موسمِ گل ہے تمھارے بام پر آنے کا نام
(فیض احمد فیض)

گوہر صاحب نے بھی یہی بحر بڑی خوبصورتی سے استعمال کی ہے۔ابتدائیہ کے چنداشعار ملاحظہ ہوں:

اک مکمل شخصیت اک عبقری و نابِغہ
جن کا شرق و غرب میں پھیلا ہوا ہے دائرہ
اجتہادی شان ہے ان کے ہراک اِقدام میں
ذاتِ عالی منفرد ہے عالمِ اسلام میں
جب کہیں سے وار ناموسِ رسالت پر ہوا
سامنے آیا دفاعی شکل میں کلکِ رضا
ان کی ہر تصنیف میں اس بات کا اظہار ہے
عشق احمد کا تصور زیست کا معیار ہے
نعت کے میدان میں نائب بنے حسان کے
گل تر و تازہ کیے ہیں گلشنِ ایمان کے
نعت میں ان کی ، ادب کا حسن جلوہ ریز ہے
اور اسلوب نگارش سب سے دل آویز ہے

بوحنیفہ کی فقاہت سے کیا یوں اکتساب
کردیا تحقیق کی دنیا میں برپا انقلاب
ان کی شہرت کا ہے بنیادی سبب عشقِ رسول
سامنے ان کے تھا حضراتِ صحابہ کا اُصول
ہر مجدد کو ہوا کرتا ہے حاصل اختصاص
تھا امام احمد رضا پر بھی خدا کا فضل خاص

ان اشعار میں زبان کی سلاست، فکر کی اِصابت اور شعری اظہاریے کی فصاحت نمایاں ہے۔ اس ابتدائیے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پوری نظم میں واقعات اور احوال کو مثنوی کی شکل میں، ہر شعر کے قافیہ اور ردیف کا منفرد نظام برقرار رکھا گیا ہے۔

مجھے پوری سوانح پر گفتگو کرنے میں قرطاس کی تنگ دامنی اور وقت کی قلت کا سامنا ہے۔ تاہم میں چاہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری کے ضمن میں جو کام ہوا ہے اس کی ایک جھلک دکھادوں۔ محبوب گوہر صاحب نے ہندوستان و پاکستان کے چند جرائد اور کتب کا ذکر کیا ہے۔ لیکن انھوں نے ''نعت رنگ'' کا ذکر نہیں کیا۔ شاید نعت رنگ ان تک پہنچا ہی نہ ہو!

صبیح رحمانی نے کتابی سلسلہ نعت رنگ کا پہلا شمارہ ''تنقید نمبر'' اپریل ۱۹۹۵ء میں شائع کیا تھا۔ بلاخوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ نعتیہ ادب میں علمی مباحث اور شعریت و شریعت کے پیمانے سے نعتیہ ادب کی چھان پھٹک کا کام اس کتابی سلسلے ہی کے آغاز سے شروع ہوا تھا۔ نعت رنگ کا شمارہ ۱۸ دسمبر ۲۰۰۵ء میں منصۂ شہود پر آیا تھا جو ''اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ'' نمبر تھا۔ اس شمارے میں مختلف الفکر و مسلک اہلِ قلم نے اعلیٰ حضرت کے فکر و فن پر گفتگو کے در وا کیے تھے۔ اس شمارے کے تمام مشتملات کا ذکر تو

یہاں ممکن نہیں، تاہم اس بات کا ذکر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر پروفیسر سید محمد ابوالخیر کشفی نے ''سلامِ رضا کے دو باغوں کی سیر'' کے عنوان سے مضمون لکھ کر فکری اختلاف کے باوجود اعلیٰ حضرت کے فن کی داد دی تھی۔ انھوں نے لکھا تھا:

''سلامِ رضا کے ان مختلف حصوں کی تاثیر اور تناسب کی بنا پر یہ کہنا بھی مبالغہ نہیں ہوگا بل کہ حقیقت کا اظہار ہوگا کہ حدائق نعت وثنا ہے۔ ہر حدیقے کا رنگ دوسرے سے مختلف مگر ہم آہنگ ہے۔ سلام کا آغاز 'رحمت' اور 'ہدایت' کے نغموں سے ہوتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے اشعار میں 'رسالت' اور 'شفاعت' کے ذکر سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے چار بنیادی عناصر کا ذکر مکمل ہوجاتا ہے۔ اس کائنات کی تاریخ میں کوئی لمحہ ایسا نہیں آیا جو بزم ہدایت سے خالی رہا ہو اور آخر میں اس بزم کو ابدالآباد تک روشن رہنے والی شمع مل گئی۔ اس شمع پر لاکھوں سلام اور لاکھوں درود۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہدایت بھی ہے اور ہدایت کی برہانِ عظیم بھی۔''

(نعت رنگ ۱۸، صفحہ ۲۸)

مرحوم پروفیسر کشفی نے اپنی اس تحریر میں سلامِ رضا کی شعری وشرعی قدر کا بڑی فراغ دلی سے تعین کیا اور اس کاوش کو منفرد قرار دیا ہے۔ ''کلامِ رضا۔۔۔ فکری وفنّی زاویے'' کے نام سے صبیح رحمانی نے ایک پوری کتاب مرتب کی جس میں انڈو پاک کے بیشتر اہلِ قلم کی سنجیدہ تحریریں شامل ہیں۔ اس کتاب کے فلیپ پر معروف اسکالر پروفیسر ڈاکٹر خورشید رضوی نے بڑی بصیرت سے ایک نکتہ بیان کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

''امید ہے کہ جناب صبیح کی یہ کاوش، کلامِ رضا کو محض مسلکی تقدس کے ہالے سے نکال کر معروضی فنّی معیاروں کی روشنی میں پرکھنے اور

مولانا کا خالص شاعرانہ مقام متعین کرنے کے سلسلے میں ایک اہم قدم ثابت ہوگی‘‘۔

ڈاکٹر خورشید رضوی کی اس تحریر سے وہ احساس اجاگر ہوگیا کہ اعلیٰ حضرت کے ارادت مندوں نے کبھی ان کے ادبی معیارات کے حوالے سے معروضی انداز کی کسی تحریر کو پسند نہیں کیا، جس کا نقصان یہ ہوا کہ آپ کو ادبی سطح پر وہ پذیرائی نہیں مل سکی جو آپ سے بہت کم درجے کے شعرا کو نصیب ہوگئی۔ اس موقع پر مجھے معروف نقاد مظفر علی سید کی ایک تحریر یاد آ گئی۔ وہ لکھتے ہیں:

’’کسی بھی شاعر و ادیب کو فراموش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے بارے میں کسی کو اختلافِ رائے کی اجازت نہ دی جائے۔ یعنی تنقید کی آزادی خود فنکار کے فن کی زندگی کی ضمانت ہے۔ تنقید سیاست کے میدان میں ہو یا ادب کے میدان میں، ایک قسم کا خود اصلاحی نظام (Self_correcting mechanism) ہے۔‘‘

(مظفر علی سید۔۔۔ایک مطالعہ، ص ۶۹)

میں نے اعلیٰ حضرت کی صد سالہ تقریب میں اپنے مضمون ’’کلامِ رضاؔ میں مناقبِ صحابہ کرام اور امہات المومنین‘‘ میں بھی یہ عرض کیا تھا:

’’عوامی مقبولیت چاہے کسی قدر اہم ہو، ادبی حیثیت سے کسی شاعر کی Recognition نہ ہونا ادبی دنیا کی بڑی محرومی ہے۔ تاریخِ ادب میں اعلیٰ حضرت کو ان کا جائز مقام نہ مل سکنے کی وجوہات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے اور اس روش کو بدلنے کے لیے آزاد فضا پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔‘‘

(یہ مقالہ ۳۹ ویں سالانہ امام احمد رضا خاں کانفرنس بموقع سو سالہ عرس اعلیٰ

حضرت ، بتاریخ ۲۸ مارچ ۲۰۱۹ء بمقام ہوٹل رمادہ ایئر پورٹ کراچی، زیرِ صدارت مفتی منیب الرحمان، میں پڑھا گیااور سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس میں شائع ہوا)

محبوب گوہر صاحب نے اعلیٰ حضرت کی سوانح کو نظم کرنے میں اُن کی حیات کے پاکیزہ لمحات کو محفوظ بھی کیا ہے اوران کے عصری ماحول کو بھی تاریخی تناظر میں اشاراتی انداز میں بیان کیا ہے۔''عہدِ رضا کے فتنے اوران کا استیصال'' کے زیرِ عنوان محبوب گوہر نے اعلیٰ حضرت پر حالاتی صعوبت (Situational Stress) کے اثرات اور حالاتی عوامل کے کامل ادراک کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اس کتاب میں اعلیٰ حضرت کی سرگرمیوں کے (Situational Factors) بہت سارے پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت کی شاعری کے ذکر میں انھوں نے بڑی خوبصورتی سے نعتیہ رنگ وآہنگ کی جانکاری دی ہے۔

ہیں امامِ نعت گویاں ، حضرتِ احمد رضا
متفق ہو کر یہ اہلِ علم و دانش نے کہا

کائناتِ نعت میں ان کی جداگانہ ہے شان
ان پہ ہے دل سے فدا شعروادب کا اک جہان

نائبِ حسان کا ہے ہند میں عہدہ ملا
رب کے فضلِ خاص سے یہ تمغۂ عظمیٰ ملا

اُن کے گلزارِ سخن کا ہشت پہلو رنگ ہے
دیکھ کر جس کی چمک دنیائے مدحت دنگ ہے

نعت گوئی کا ہے فن حاصل کیا قرآن سے
کرلیے افکار روشن لمعۂ حسان سے

شرعی و شعری تقاضوں کا رکھا پورا خیال
جلوہ فرما ان کے شعروں میں ادب کا ہے جمال

وہ عبادت جان کرہی لکھتے تھے نعتِ رسول
اس لئے مدحت ہوئی ان کی درِ شہ میں قبول

استعاراتی زباں ہے قابلِ صد آفریں
صنعتِ تلمیح سے آباد ہے شعری زمیں

حسن لفظی کی ادا اشعار میں ضوریز ہے
فکری رعنائی رضا کی سب سے دل آویز ہے

نعت گوئی میں ہے ان کے ہاں مکمل احتیاط
کھینچتے ہیں قلب کو نغماتی کیف و انبساط

لفظ و معنیٰ میں ہے احساس و تخیل کا جمال
جذبہ و تاثیر سے آہنگ ہے شعری خیال

تازہ کاری ہے لیے تخئیل کی موزونیت
ذہن میں ہوتی ہے جس سے پیدا شعری کیفیت

پاک ہے افراط اور تفریط سے ہراک کلام
بارگاہِ مصطفیٰ کا ہے مکمل احترام

ہے کلاسیکی ادب سے پُر مشامِ لفظیات
اتصال و ہجر کی شامل ہیں اس میں کیفیات

چاشنی ہے، نغمگی ہے ، کیف ہے، تاثیر ہے
شعر کیا ہے؟ آیتِ قرآن کی تفسیر ہے

ایسے بھی اوزان پر لکّھا کلامِ نعتیہ
جن کو چھونے سے بھی ڈرتے تھے ادب کے سورما

نعت کی کرنوں سے روشن ہوگئیں شعری جہات
آپ نے بزمِ سخن کو بخش دی تازہ حیات

آپ نے فرمایا راہِ نعت ہے اک پُل صراط
اِس لئے ہر حال میں لازم ہے اِس میں احتیاط

کتنے نقّادانِ فن نے پڑھ کے دیواں کہہ دیا
نعت گویانِ جہاں کے ہیں امام ، احمد رضا

چار بھاشاؤں میں اک نعتِ حبیبِ کردگار
ہے امامِ اہل سنت کی نہایت شاندار

صنعتِ تلمیح کی شعروں میں ہے جلوہ گری
جدّتِ افکار کی پھیلی ہوئی ہے دل کشی

اعلیٰ حضرت کا ہے مشہورِ زمانہ جو سلام
اس کا ہے اردو سلاموں میں بڑا اعلیٰ مقام

ہے دبستانِ سخن میں منفرد اس کا جمال
اس کی فنّی جامعیت کی نہیں ملتی مثال

ہے سراپائے نبی کا تذکرہ اس طور پر
جیسے ہوں قرطاس پر تفسیر کے پھیلے گہر

یہ چند اشعار اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری، بالخصوص ان کے لکھے سلام پر اعلیٰ درجے کا ناقدانہ تبصرہ ہے۔ میں نے صرف چند اشعار نقل کیے ہیں۔ شعریات سے منسوب پورا باب تنقیدی نکات اور نعت شناسی کے ادراک کا آئینہ دار ہے۔

محبوب گوہر صاحب جوشِ عقیدت میں ہوش قطعی نہیں کھوئے ہیں۔ انھوں نے ہر واقعے کی سند کی طرف اشارے بھی کر دیئے ہیں۔ موصوف کی زبان و بیان میں ادبیت جھلک رہی ہے اور ان کی شعری قوت سے اشعار میں روانی اور فکری Flow محسوس ہوتا ہے۔ یہ ان کے قادر الکلام ہونے پر دال ہے۔ میں اس ہفت خواں کو طے کرنے پر انھیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ محبوب گوہر صاحب کا ''رفتگاں'' سے محبت کا رشتہ دیکھ کر مجھے ایک بار پھر مظفر علی سید یاد آ گئے۔ وہ کہتے ہیں:

> ''رفتگاں سے مضبوط رشتہ اس شعور سے جنم لیتا ہے جو قومی امنگوں اور آرزوؤں سے واقف ہونے کا نام ہے۔ جو کمالاتِ ماضی کی سمت اور وسعت کا اندازہ کرنے کا نام ہے۔ جو چند ایک لوگوں سے وابستہ چند ایک یادوں یا چند نرم گوشوں کو سہلانے کا نہیں، بل کہ تاریخ کے فہم سے پورے ماضی کو معقول اور متوازن نظر سے دیکھنے کا نام ہے۔''

(مظفر علی سید۔۔۔ایک مطالعہ، ص ۱۱۷)

مجھے خوشی ہے کہ ''رفتگاں'' کے ذکر کی محفل سجا کر محبوب گوہر صاحب نے، مستقبل میں اعلیٰ حضرت کے فکر و فن کے حوالے سے کام کرنے کا ارادہ رکھنے والوں کے لیے سمت نمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کتاب سے رضا شناسی کے بے شمار آفاق وا ہوں گے۔ شعری ذوق رکھنے والے اس منظوم سوانح سے واقعات و حالات کو شعری پیکر میں دیکھ کر، تسکینِ ذوق کی خاطر اس طرف متوجہ ہوں گے اور تاریخی شعور رکھنے والے قارئین حالاتی عوامل (Situational Factors) سے آگاہی حاصل کر سکیں گے۔

☆☆☆

از: ڈاکٹر حسن رضا خاں پی ایچ ڈی
سابق ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ (حکومت بہار)

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہیں، وہ کارواں تو ہے

اعلیٰ حضرت کی وہ ذات ہے جنھوں نے شعور کو آگہی اور آگہی کو شعور عطا فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی وہ ذات ہے جن کا ثانی صدیوں جہانِ علم میں نہیں ہے۔ ان کی بارگاہ میں بولنے اور لکھنے سے پہلے الفاظ کو تولنا پڑتا ہے کہ ان کے شایان شان ہے کہ نہیں۔ اعلیٰ حضرت اقلیم علم و عرفان، فکر و تدبر کی اعلیٰ شخصیت کا نام ہے۔ جن کی جدتِ طبع، تلاشِ حق اور فوقیتِ فکر و بصیرت سے علم و عرفان کا ایک بحر بیکراں اُبل پڑا ہے۔ یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ اپنے دور میں آپ علم و آگہی، فکر و تحقیق کے معمار تھے۔ علم جدید و قدیم پر مکمل دسترس ہونے کی وجہ سے آپ سائنس سے مارے ہوئے لوگوں کو سائنس ہی سے زندگی عطا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے دانشِ نورانی اور دانشِ برہانی کے چشمے بروقت اُبلتے رہتے ہیں۔ جس سے تشنہ گانِ علم و آگہی سیراب ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت محبوب گوہر اسلام پوری اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں، بہترین نقیب ہیں، بہترین خطیب ہیں، بہترین شاعر ہیں اور بہترین سماجی، ثقافتی اور تنظیمی صلاحیت کے مالک ہیں۔ ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی عبقری حیات و خدمات کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت علوم و فنون کے ماہر اور ہزار

سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں ان کی شخصیت کے مختلف گوشوں کو منظوم کر کے شعریت کا جامہ پہنانا صاحبِ کمال کے ہی بس کی بات ہوسکتی ہے اور جناب محبوب گوہر نے اس مرحلہ سے بھی بڑی آسانی اور چابک دستی کے ساتھ گذرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور اپنے فن کا لوہا منوالیا ہے۔

اللہ کا بے پایاں فضل ہے کہ جماعت اہل سنت میں گوہر صاحب جیسی مخلص، مدبر، حق گو اور حق شناس شخصیت موجود ہے۔ ہم ان کی ذات والا صفات پر جتنا فخر کریں کم ہے۔ اللہ ان کو از کراں تا کراں چھا جانے کا حوصلہ عطا فرمائے اور اس طرح چھا جائیں کہ ہم کہ سکیں.... ع

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

❁❁❁

خلیفۂ حضور مفتیٔ اعظم ہند خطیب البراہین
حضرت علامہ الحاج مفتی شمس الدین احمد رضوی
بہرائچ شریف

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ و الہ و صحبہ اجمعین

امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری مفتی الشاہ امام احمد رضا خاں محقق بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریخ اسلام کی وہ ہمہ جہت شخصیت ہے کہ جن کے محققانہ کارناموں کی خوشبو سے پوری دنیا معطر ہے۔آپ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے اور ۲۵؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ بروز جمعہ مبارکہ واصل بحق ہوئے۔ والد ماجد امام المتکلمین حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ العزیز اور جد امجد حضرت علامہ مولانا رضا علی بریلوی قدس سرہ العزیز سے علوم نقلیہ وعقلیہ حاصل کر کے درجۂ کمال کو پہنچے اور ۱۳؍سال کی عمر شریف میں آپ نے سند فراغت حاصل کی اور اسی وقت سے والد ماجد کے حکم سے فتویٰ نویسی کا کام شروع فرمایا اور تقریبا ۵۴؍سالوں تک مسلسل اس اہم ذمہ داری کو فی سبیل اللہ انجام دیتے رہے۔دنیا کے گوشے گوشے سے استفتا آتا،جس زبان میں استفتا آتا اسی زبان میں جواب تحریر فرماتے۔اگر سوال نثر میں ہوتا تو جواب نثر میں اور نظم میں سوال ہوتا تو نظم میں جواب دیتے۔ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۱۲؍جلدوں میں ہزاروں صفحات پر مشتمل آپ کے تحریر کردہ فتاوے کا مجموعہ فقہ حنفی کا عظیم شاہ کار ہے۔

آپ خوف خدا جل جلالہ اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عملی تفسیر تھے۔آپ پوری زندگی اللہ عزوجل کے تقدس اور ناموسِ رسالت کی حفاظت وصیانت کے لئے پہرہ دیتے رہے اور امت مسلمہ کو جگاتے رہے اور انہیں یہ درس دیتے رہے کہ۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

اگر کسی نے اللہ عزوجل اور اس کے محبوب کی شان اقدس میں ذرہ برابر بھی گستاخی کی جسارت کی تو آپ نے اس کا بھرپور تعاقب فرمایا اور اس کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ آپ کا دور فتنوں کا دور تھا۔ ہر چہار جانب فتنوں نے سر اٹھایا اور آپ نے تن تنہا اللہ کی تائید، نبی رحمت کی حمایت اور غوث اعظم کی نصرت سے سب کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور گستاخوں کو للکارتے ہوئے فرمایا۔

کلک رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

آپ نے پوری زندگی قلمی جہاد فرمایا اور اعدائے دیں کی فتنہ پردازیوں کو بے نقاب فرما کر دین متین کی تجدید فرمائی۔ حق کو اجاگر کیا، یہی وجہ ہے کہ آپ حق کی پہچان بن گئے اور پوری دنیا میں حق و صداقت کی پہچان مسلک اعلیٰ حضرت سے ہونے لگی۔

حضرت ملک العلما علامہ مفتی الشاہ سید محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری قدس سرہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قدس سرہ کے تلمیذ ارشد و مرید و خلیفہ ہیں، آپ نے اعلیٰ حضرت کی زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ آپ نے ہمہ جہت اسلام و مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمات انجام دیں اور اپنی پوری حیاتِ مبارکہ حق و صداقت کی تائید میں صرف کر دی، تقاریر و تصانیف اور مناظرے کیے، راسخ العلوم تلامذہ کی ٹیم تیار کی۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت پر سینکڑوں مضامین و درجنوں کتابیں اور نمبرات شائع ہوئے۔ حضرت ملک العلما نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح حیات بھی مرتب فرمائی، جس کی حیثیت ماخذ کی ہے۔ آپ کا یہ کارنامہ دنیائے اسلام پر عظیم احسان کی حیثیت رکھتا ہے۔ قدیم ادوار سے بزرگوں کی

سوانح اوران کی حیات کے انمول گوشوں سے روشناس کرانے کا سلسلہ رہا ہے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور آگے بھی جاری رہے گا، تا کہ متلاشیان حق ان کی حیات و کارنامے کو مشعل راہ بنائیں، مگر سوانح نگاری نثر میں نظم کے مقابل آسان ہے۔ نظم میں سوانح مرتب کرنا انتہائی دشوار کام ہے۔ ہماری جماعت کے عظیم شاعر حضرت علامہ مولانا محبوب گوہر مظفر پوری بہاری نے اس دشوار ترین راہ کو اختیار کیا اور منظوم سوانح اعلیٰ حضرت مرتب فرما کر ایک عظیم کارنامہ انجام دے دیا ہے۔ جناب محبوب گوہر مظفر پوری بہاری شعر و سخن کی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔ ان کی شاعری کے متعدد مجموعے منظر عام پر آ کر قبول خاص و عام کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ ان مجموعوں میں گوہر نایاب، شب جائے کہ من بودم، تضمین گوہر، ثنائے سرکار ہے وظیفہ، نے اہل علم وفن سے خوب پذیرائی حاصل کی۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی منظوم سوانح اعلیٰ حضرت ہے جو تقریباً ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جناب گوہر نے سرکار اعلیٰ حضرت کی زندگی کے اکثر گوشوں کو نظم میں پرونے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ حضرت علامہ گوہر صاحب و حضرت حافظ و قاری الحاج ظفر عقیل صاحب کے معیت میں ۱۰ر جنوری ۲۰۲۳ء کو ناگپور سے ہزاری باغ کا سفر ہوا۔ منظوم سوانح اعلیٰ حضرت کا مسودہ اسی سفر میں دیکھنے کا موقع ملا۔ فقیر کو کتاب خوب پسند آئی، جس سے متاثر ہو کر یہ چند سطور قلت وقت کے باوجود سپرد قرطاس ہوئیں۔ اب کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ جناب گوہر اس میں کتنے کامیاب ہیں۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کے اس عظیم کارنامے کو مقبول فرمائے۔ ان کے لئے توشۂ آخرت بنائے، اس کتاب کو مقبول خاص و عام فرمائے اور جناب گوہر کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

فقیر ابوالخیر شمس الدین احمد رضوی

سابق صدر المدرسین و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم بہرائچ شریف

خطیب شہیر حضرت علامہ الشاہ ابوالفیضان
محمد رمضان حیدر قادری فردوسی
خانقاہ فردوسیہ جونکا شریف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے کئی نمایاں اولیات اور عظیم الشان خدمات کا تاجِ زریں سرزمین بہارِ پُر بہار کے کئی علمائے مقربین کے سروں پر ہے، جیسے سب سے پہلے حدائق بخشش اور مسلسل کتبِ اعلیٰ حضرت کی اشاعت نیز اپنے ادارے کے دروس میں ان کی شمولیت، ان کتابوں کی اشاعت کے لیے مطبع حنفیہ کا قیام اور ماہنامہ تحفۂ حنفیہ کے اجرا کا شرف، ندوہ شکن، ندوی فگن، معمار اہل سنت، خلیفہ اعلیٰ حضرت، علامہ قاضی عبدالوحید فردوسی رحمۃ اللہ القوی کو حاصل ہے، سب سے پہلے سوانح اعلی حضرت لکھنے کی توفیق ملک العلما حضرت علامہ سید ظفر الدین قادری فاضل بہاری رحمۃ اللہ الباری کو ملی۔ سب سے پہلے اعلیٰ حضرت پر پی ایچ ڈی کی سند سے حضرت علامہ ڈاکٹر حسن رضا خان پٹنہ مستند ہوئے۔ ٹھیک اسی طریق پر تقریباً پانچ سو صفحات پر منظوم سوانح اعلی حضرت لکھنے کا اعزاز نقیب اہل سنت، خادم مسلک اعلیٰ حضرت، مولانا محمد محبوب گوہر اسلام پوری مدظلہ النورانی کو حاصل ہورہا ہے۔

سوانح نگار ایک عمدہ و محبوب نقیب، زود گو نظم نگار، وسیع المطالعہ عالم و فاضل، قادر الکلام و صاحب دیوان شاعر، ہر دل عزیز مصنف، مسلک اعلیٰ حضرت کے بے باک ترجمان، مخدوم جہاں کے عاشق صادق اور بلاشبہ فخر بہار کہے جانے کے قابل، علم دوست، با اخلاق، با کردار انسان ہیں۔ اس دور جمود و تعطل میں ان کا یہ فنی وفکری کارنامہ

قابل صد رشک ہے۔

اس عظیم الشان تاریخی کارنامے پر حضرت موصوف نہ صرف سراہنے کے قابل ہیں بلکہ امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشاق اور مدعیانِ خدمتِ مسلک اعلیٰ حضرت کا اخلاقی، علمی اور نسبتی فریضہ ہے کہ اس مرد جانباز، اسلاف شناس اور نہایت معتبر فن کار کا شایان شان خیر مقدم کریں اور ہر ممکن داد و دہش اور انعام واکرام سے نوازیں، اس راہ (طباعت واشاعت) کی مشکلات سے ارباب بست وکشاد واقف ہیں۔ پہلے سے فنکار کو آفر دیں کہ بس آپ کام کریں اشاعت کا انتظام فلاں فرد، فلاں تنظیم، فلاں ادارہ یا فلاں خانقاہ کے ذمۂ کرم پر ہے۔

مگر افسوس صد افسوس ہمارے یہاں رسمی، وقتی اور نام ونمود والے کاموں کے لیے بڑی سے بڑی رقم کا انتظام ہو جاتا ہے مگر علمی کاموں کے لیے دور دور تک سناٹا ہے، مگر ہم ہیں کے کسی اور ہی جہان کی سیر میں مصروف ہیں۔ اسی بے حسی کا مضمحل کر دینے والا نتیجہ ہے کہ روزانہ کہیں نہ کہیں کروڑوں کا عرس اور لاکھوں کا جلسہ کرنے والی قوم ابھی تک اپنے مخدوم، مخدوم جہاں سلطان المحققین شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اور اپنے امام، مجدد اعظم الشاہ احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے عظیم المرتبت بزرگوں کی تمام کتابیں منظر عام پر نہیں لا سکی۔ حضرت محبوبِ گوہر جیسے بہت سے جیالے مختلف صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہوئے بھی اپنے فن پارے کو منظر عام پر نہیں لا پارے ہیں، وسائل و اسباب نہ رکھنے والا بندہ قابل ترین اعلی صلاحیتوں کا مالک ہوتے ہوئے بھی مجبور ہے۔ آخر کرے تو کرے۔ پہلے صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خشک زمین پر حضرت گوہر اسلام پوری کی طرح علمی گل بوٹے کھلائے، پھر کتابی شکل دے، خود ہی کتابت کرے، تصحیح کا فریضہ انجام دے، خود ہی پریس کا چکر کاٹے، خود ہی طباعت کا خرچ برداشت کرے اور طباعت کے بعد خود ہی اپنا خرچ کر کے ڈاک کے ذریعے یاران

سخن کو مفت کتاب پارسل کرے ہے نا کمال کی بات؟ ہمارے یہاں نوے فی صد مصنفین کے ساتھ یہی ہوتا ہے اور پھر ایسے افراد کی مالی معاونت اور انعام واکرام سے نوازنے کی بات تو دور انہیں قابل ذکر محافل، اعراس میں بڑی شخصیات کی طرف سے سراہنے تک کا اہتمام نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ۔ حضرت محبوب گوہر صاحب نے واقعی ایسا علمی کارنامہ انجام دیا جس سے ہمارا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ کسی بھی اعتبار سے اس فن پارے اور فنکار کی ناقدری نہیں ہوگی۔

کتاب اور صاحبِ کتاب پر لکھنے کو بہت کچھ ہے مگر اکابرین ملت اسلامیہ اور ماہرین علوم دینیہ کے تاثرات کے مطالعے کی ترغیب اور خود صاحب کتاب کی علمی وفنی جلوہ سامانیوں سے آنکھیں خیرہ کرنے کے مشورے پر اکتفا کررہا ہوں۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

☆☆☆

ادیب عصر مولانا حلیم حاذق صاحب کلکتہ

اعلیٰ حضرت کی منظوم سوانح - ایک اجمالی تاثر

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تاریخ ساز شخصیت کے علمی و عملی، اعتقادی اور فکری وروحانی پہلوؤں پر تحقیق وتنقید کے اعلیٰ ترین معیار ومنہاج پر گفتگو کرنا اور انھیں شعری کائنات میں فکری، وجدانی لہروں اور زاویوں سے ہم آہنگ کرنا ایک سعیِ بلیغ کا کام ہے

ایک صدی کا منظوم سفرنامہ حیات لکھنا، ایک مجدد کے کارتجدید کا منظوم اظہار کرنا، ایک عارف باللہ کے روحانی وعرفانی تصورات کی تعبیر کرنا، ایک جہان علوم وفنون کے گوشہ علم کی جہتوں سے آشنا ہونا،، آئینہ در آئینہ اور عکس درعکس اپنے نقوشِ فکر وتخیل کے دائمی آہنگ سے ایک جہان کو متاثر کرنا کیا ہے؟ یہ واقعی اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ کی ایک جھلک اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت اور معجزات کا عکس جمیل ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے علوم وفنون کی تعداد تحقیق جدید کے مطابق ایک ہزار سے زاید ہے اسی طرح مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصنیفات کی تعداد بھی ایک ہزار کے پار پہنچتی ہے اور جدید محققین تحقیق پر تحقیق کیے جارہے ہیں حالیہ دنوں میں پیغام شریعت کا خصوصی نمبر" مصنف اعظم نمبر" دیکھا جاسکتا ہے۔ حضور اعلیٰ حضرت کی کسی بھی تصنیف اور مختصر سے مختصر تحریرات اور اقتسابات کو اٹھا لیجیے کوزے بند سمندر کی علامت ثابت ہوگی۔ بعض اقتسابات کی گہرائی وگیرائی میں ایک پوری کتاب سمٹی ہوئی نظر آتی ہے

عزیز القدر محب ذی وقار حضرت مولانا محبوب گوہر ہماری نسل کے شعرا وادبا میں

تازہ دم شہسوار ہیں۔ اہل سنت و جماعت کے جانے پہچانے نقیب اجلاس ہیں۔ کئی شعری مجموعوں کے امین ووارث ہیں غالباً 16 / 15 برس قبل مظفر پور کے ایک مدرسے میں ان کی پہلی کتاب گوہر نایاب پر تاثر لکھنے کا مجھے شرف حاصل ہوا خاص طور پر ”ثنائے سرکار ہے وظیفہ“ اور تضمین کلام اعلیٰ حضرت بنام ”تضمین گوہر“ قابل رشک کتابیں ہیں۔ ان کی ایک کتاب مجلسی اور شخصی قطعات پر مشتمل ہے جسے دیکھنے کے بعد ان سے بجا طور پر امید کی جاسکتی ہے کہ وہ سوانح اعلیٰ حضرت کو منظوم شکل میں پیش کرنے کی استعداد رکھتے ہیں۔

اردو زبان وادب میں بھی منظوم سیرت نگاری کی ایک طویل داستان ہے۔ منظوم تاریخی داستان لکھنا حتی کہ دیو مالائی کردار وافکار کو منظوم شکل میں پیش کرنے کی بھارتی قدیم روایت ہے جسے دو واضح خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ مذہبی اور غیر مذہبی۔ اب ہمارے صاحبان قرطاس وقلم کا مزاج ومنہاج کہ وہ کس شعبے سے منسلک ہوتے ہیں۔ مسلمان شعرا میں یہ رجحان قدیم ادوار سے دیکھے گیے ہیں وہ نعت رسول کے تحت منظوم میلاد النبی، منظوم سیرت النبی، معراج النبی، نور نامہ، جنگ نامہ، داستان کربلا اور شاہنامہ اسلام جیسی شہرہ آفاق کتابیں لکھ کر آفاق میں اپنے وجود کا نقش مرتب کر چکے ہیں۔ انھیں روایات کی پاسداری میں مولانا محبوب گوہر نے اپنے فکری وعلمی گوہر نایاب کی شکل میں سوانح اعلیٰ حضرت کی منظومات بیحد سلیس اور عام فہم زبان میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

مولانا محبوب گوہر نے سوانح اعلیٰ حضرت کے تحت ترتیب وتہذیب میں جن موادو موضوعات کی فہرست سازی کرنے کے بعد انہیں منظوم کرنے کی کوشش کی ہے اسے صرف فہرست کے مختلف ابواب پر مشتمل عنوانات سے معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ کس قدر جاں سوزی کا کام ہے۔ آپ نثری اسلوب میں کسی بھی بات کو خوش اسلوبی سے بڑی آسانی سے کہہ سکتے ہیں مگر جہاں منظومات کی بات آیے گی تو شعری زبان اور شعریت کا

خیال رکھنا اور فکر و فن کی باریکیوں اور پابندیوں کا لحاظ رکھتے ہوئے سبک گامی کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ کبھی کبھی ایک نثری عبارت کو موزوں کرنے میں پوری پوری رات بسر کرنی پڑتی ہے، قابل فہم زبان و بیان کو عوام الناس کے فہم کے مطابق استعمال کرنا کوئی آسان کام تو نہیں۔ مولانا محبوب گوہر کو ان باتوں کا خاص خیال رکھنا پڑا وہ زبان و بیان اور فکر و فن کے معاملات میں علاقائی زبان اور بولیوں کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ خالص علمی زبان میں گفتگو کا دائرہ یوں بھی اِس قحط الرجال کے عہد میں محدود بھی ہے اور محصور بھی۔ بڑی جاں سوزی سے گزرتے ہوئے تصنیف و تالیف عوام الناس کے لیے کرنے پڑتے ہیں جہاں بعض تنگ نظر حاسدین اپنے تیشۂ نظر سے نشان تنقید نہیں نشان تنقیص سے گزرتے ہوئے استحصال کی تاریخ مرتب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مجھے امید ہے تنقید بے جا سے مولانا محبوب گوہر کو خوف و ہراس میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے، جن لوگوں کی طرف سے ایسی باتیں ہوں اس کا جواب یہ ہو کہ میں نے اپنی بساط کے مطابق بہتر کرنے کی کوشش کی ہے اگر آپ کا ذوق سلیم اس سے بہتر کی خواہش کرتا ہے تو میدان میں آیئے اور اپنی صلاحیتوں کو قومی تعمیر کا حصہ بنایئے۔

آج کے دور میں اس طرح کا علمی وادبی کام کرنا مولانا محبوب گوہر جیسے باصلاحیت ، باحوصلہ، مخلص شخصیت کا حصہ ہے۔ میں پورے انشراح صدر سے کہتا ہوں کہ مجھ جیسے سیکڑوں لوگ بھی اس کام کو اتنی جامعیت سے شاید ہی کر پائیں۔ اس اعتراف محبت میں ایسے باحوصلہ نوجوان قلمکار کی بڑے پیمانے پر پذیرائی ہونی چاہیے یہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے کہ میرا اپنا کوئی ہم مسلک ہم مشرب شاعر و ادیب و نقیب ہے جس کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔

مولانا محبوب گوہر کے حوصلوں کو سلام کہ انہوں نے اپنی بساط کے مطابق ایک تاریخی کارنامہ انجام دے کر اپنا نام تاریخ رضویات کے خدام میں درج کر لیا ہے مجھے امید ہے یہ کتاب اہل علم و دانش سے ضرور داد وصول کرے گی۔

ادیب شہیر مولانا حسن رضا اطہر بکارو جھارکھنڈ

کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ چاہے جتنے بڑے لوگوں کے درمیان موجود ہوں وہاں بھی ان کی شناخت متاثر نہیں ہوتی، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی زندگی ہی میں اپنی شاعری کا حصہ بن جاتے ہیں، کچھ لوگ ایسے ہیں جو جہاں بیٹھ جاتے ہیں وہاں کے لوگ باادب ہو جاتے ہیں کہ ہماری تہذیب کا ایک ستون یہاں موجود ہے، ہمیں مودب رہنا چاہیے، میرے عزیز و محترم محبوب گوہر صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی صلاحیت و قابلیت اور فکری اجتہاد کی بنیاد پر ایک پوری نسل کو متاثر کیا ہے، مذہبی جلسوں کی آوازوں کے ہجوم میں تصنیفی و قلمی آوازہ بلند کرتے رہنا کسی توفیق یافتہ کے ہی بس کا کام ہے، ایک عبقری شخصیت کی حیات و خدمات کے اہم ترین گوشوں کو نظمانے کا شدید مرحلہ وہی طے کرسکتا ہے جس پر خصوصی فضل الٰہی ہو، محبوب گوہر جس تسلسل اور جس تیقن کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ایک دن وہ تقدیس سخن کے کولمبس کی حیثیت سے جانے پہچانے جائیں گے ان شاءاللہ، محبوب گوہر کی شخصیت کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ وہ پورے ملک کے مذہبی اجلاس اور نعتیہ مشاعروں میں بحیثیت ناظم نہایت عزت واحترام کے ساتھ بلائے جاتے ہیں، ان کی آواز میں شوروغل نہیں، آواز کا مدوجزر ہے، وہ لوگوں کا ذہنی قرض اتارتے ہیں، نگارخانہ خیال میں چراغ روشن کرتے ہیں، انہیں معلوم ہے نظامت الفاظ کی زالہ باری نہیں، الفاظ کی گلباری کا نام ہے، بات وہی ہے جو دل میں اتر جائے، جو اندھیروں کا سینہ چیر دے، جس میں تلوار کی کاٹ موجود ہو، دینی اجلاس کی نظامت کو سرانجام دینے والے شخص کے اس تاریخی وقلمی پیش کش پر عزت افزائی نہ کرنا اخلاقیات کی تعلیم کے خلاف ہے، میں جناب محبوب گوہر کو امام اہلسنت کی منظوم سوانح عمری کی تصنیف پر دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

نبیرۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ فیضان المصطفٰے قادری

جامعہ امام اعظم ابو حنیفہ لکھنو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاعر اہل سنت ادیبِ کبیر ونقیبِ شہیر حضرت مولانا محبوب گوہر صاحب کی طرف سے منظوم ''سوانح اعلیٰ حضرت'' دیکھ کر ہم رضویوں کا دل خوشیوں کا چمن اور مسرتوں کا گلشن بن گیا۔ نقابت کی دنیا میں موصوف نے تو بہت پہلے سے اپنے ادبی طرزِ بیان اور اسلوب سے ایک ممتاز مقام بنا رکھا ہے، موجودہ دور کے اس گرما گرم مشغلہ کو جاری رکھتے ہوئے موصوف نے شعر وسخن کی دنیا بھی آباد کی ہوئی ہے۔ حالانکہ شعر وسخن کی دنیا ایسی دنیا ہے کہ اس میں ماہرین سخن کی کمی نہیں، اچھے خاصے شعرا وادبا گھومتے پھرتے آتے جاتے ہیں جنھیں محض ادبی بنیادوں پر قبولِ انام حاصل نہیں ہوتا، یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے جنھیں وہ عطا کرے وہی مقبول عوام وخواص ہوتے ہیں، اور ہم سمجھتے ہیں کہ محبوب گوہر صاحب انھیں میں سے ایک ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے موصوف کو اپنے کرم سے یہ توفیق دی کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی منظوم سوانح نگاری پر کمر بستہ ہوئے اور یہ کام مکمل بھی کرلیا۔ امام احمد رضا قدس سرہ کی سوانح نگاری ایک مستقل موضوع ہے جسے حقائق بیانی کے ساتھ نبھالینا بہت بڑا کام ہے۔ خطیبوں کے لیے تو آسان یہ ہے کہ امام احمد رضا کی شخصیت میں ایسے عناصر موجود ہیں جنھیں شوخ انداز میں بیان کرکے بآسانی سامعین کی توجہات کا مرکز بنا جاسکتا ہے، لیکن تحریری دنیا میں ان کی زندگی کے ہر پہلو کو نبھانا پڑتا ہے، ان کے علمی مدارج بعض ایسے ہیں کہ لوگوں کی فہم سے ماوراہیں جن کو بیان کرتے ہوئے ہر پہلو سے

انصاف کرنا کارے دارد۔ پھر اسے منظوم کلام کی شکل میں ڈھالنا جس میں ردیف وقافیہ کی حدبندیاں اور بحور واوزان کی بندشیں ہوتی ہیں، ان سب کی رعایت کر لے جانا کسی کرامت سے کم نہیں۔ اور محبوب گوہر صاحب نے بحمدہ تعالیٰ یہ کارنامہ انجام دے دیا ہے۔

میں نے اسے چند مقامات سے دیکھا ہے، کلام میں سلاست اور روانی خوب ہے، اشعار پڑھتے وقت لگتا ہے ایک لطیف بہاؤ کی زد میں آ کر قاری بھی بہا جا رہا ہے۔ انھوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی شخصیت ، خانوادہ ، سوانحی حالات اورتصنیفات کی تعریف وتعارف کو اس طرح نظم کر دیا ہے کہ ہمارے مقررین اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حیات وخدمات کے جس حصے کو چاہیں یاد کر کے اپنے خطاب کو موثر بنا سکتے ہیں۔

اشعار میں جب طویل مضمون باندھا جائے تو ایسا ہوسکتا ہے کہ کبھی اسلوب باقی نہ رہ پائے ، کہیں الفاظ کا ذخیرہ ہلکا پڑنے لگے، کہیں تعبیر کے لیے کلمات ساتھ نہ دیں، کہیں قافیہ ملنا مشکل ہو جائے۔ مگر اس طویل ترین منظوم کلام کو دیکھا جائے تو یہ شاعر کا ایسا شاہکار ہے جس میں شروع سے آخر تک ان تمام جہتوں سے ایک ہی اسلوب باقی رکھا گیا ہے اور کلام کے معیار کو اپنے قابو رکھا گیا ہے۔ یہ موصوف پر فضل الٰہی اور بزرگوں کی عنایاتِ خسروانہ ہیں جن کی بنا پر موصوف اپنے اس عظیم ادبی وفنی پروجیکٹ میں کامیاب ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محبوب گوہر صاحب کی اس نادر کاوش کو مقبول عام بنائے اور انھیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فیوض وبرکات سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

☆☆☆

تقدیم

ڈاکٹر عرفان رضا
(جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی)
ڈائرکٹر، مولانا شکیل ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ، مادھوپور سلطانپور، ضلع سیتامڑھی، بہار

یہ جان کر حد درجہ مسرّت و شادمانی ہوئی کہ حضرت مولانا محبوب گوہر نے ''منظوم سوانح اعلیٰ حضرت'' جو ایک مثالی تصنیف ہے۔ اپنی مساعی جمیلہ سے اُسے آخری مرحلے تک پہونچا دیا اور زیور طبع سے آراستہ کرا دیا۔ بلاشبہ ادبی دنیا میں یہ ایک نیا اور انوکھا کام ہے، حضرت مولانا محبوب گوہر کا تعلق ہندوستان کے مشہور و معروف قصبہ اسلام پور سے ہے۔ جو شمالی بہار کے ضلع سیتامڑھی اور مظفر پور کی سرحد پر واقع ہے۔ بین الاقوامی سطح پر ان کی شہرت ایک اچھے نقیب، شاعر، و باصلاحیت محرر و مصنف، مذہبی اسکالر اور خطیب کے طور پر ہے۔ حضرت مولانا محبوب گوہر نے طالب علمی کے زمانے سے ہی نعتیہ شاعری میں طبع آزمائی شروع کر دی تھی۔ جس دینی ادارے سے منسلک رہے اس کی انجمنوں میں اپنی شاعری کے جوہر دکھانے شروع کئے۔ ہمیشہ سے ہی نہایت قابل عالم و باعمل و باصلاحیت علما و مشائخ سے قلبی لگاؤ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ قومی و بین الاقوامی سطح پر ان کی دینی اور اصلاحی شاعری اہلِ فکر و نظر، نیز عوام و خواص کی نظروں میں بہت مقبول ہے۔ اردو نعتیہ شاعری کے بدلتے منظرنامے پر ان کی گہری نظر ہے جس کا اظہار بڑے ہی خوبصورت اور دلکش انداز میں کرتے ہیں۔ اردو زبان و ادب سے بے انتہا شغف اور لگاؤ ہونے کی وجہ سے ان کی شاعری کے شعری محاسن اور فنی خوبیوں کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت مولانا محبوب گوہر کی شاعری کا لب و لہجہ، زبان کی مٹھاس، تحریری اسلوب، فکر و خیال، اور دانشورانہ تحقیقی انداز بہت ہی نرالا ہے۔ کسی

نثری تخلیق کو نظم کی صنف میں ڈھالنا اتنا آسان نہیں، اس مشکل ترین صنف نثر کو صنف نظم میں پرو کر ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ بڑے ہی والہانہ اور ادیبانہ شعری اظہارات میں ''منظوم سوانح اعلیٰ حضرت'' کو تصنیف کیا ہے۔ اس کے لئے دل سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

زیر نظر کتاب تقریباً ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے جس کا اجمالی طور پر مطالعہ کرنے کے بعد حضرت مولانا محبوب گوہر کے باشعور ہونے اور شاعری کے فن سے واقف ہونے کا احساس جاگتا ہے۔ مولانا کی آواز اور ان کے شعری مجموعوں میں شامل رباعیات، قطعات اور مثنویات اس بات کا احساس کراتی ہیں کہ مولانا محبوب گوہر کی شاعری فطری ہے اکتسابی نہیں۔ اس لیے ممکن ہے کہ مستقبل میں مولانا محبوب گوہر کی نعتیہ شاعری خصوصاً منظوم سوانح اعلیٰ حضرت اپنی الگ پہچان بنا لے، اور اردو زبان و ادب اور دینیات میں ایم۔ فل، پی ایچ۔ ڈی کرنے والے ریسرچ اسکالروں کے لئے یہ کتاب راہنما ثابت ہو۔ موصوف نے امام احمد رضا خاں قدس سرہ کی ۶۵ سالہ حیات مقدسہ کے اہم نثری اثاثہ کو منظوم میں ڈھال کر ایک نئی مثال قائم کی۔ انہی خوبیوں اور کتاب کی افادیت کے پیش نظر امید ہے کہ قارئین اس کتاب سے لطف اندوز بھی ہوں گے اور مستفید بھی ہوں گے، لہٰذا قومی و بین الاقوامی جامعات کے شعبہ دینیات یا اُردو زبان وادب سے وابستہ اساتذہ حضرات سے پُرخلوص گذارش ہے کہ مصنف موصوف کو اعزازی طور پر ڈاکٹر آف فلاسفی کے اہم اعزاز سے نوازنے میں غور وفکر کریں اور دلچسپی لیں۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ زیر نظر منظوم سوانح اعلی حضرت کو قبول عام عطا فرمائے اور صاحب کتاب کو عزت ومقبولیت اور ترقی وکامیابی سے بہرہ ور فرمائے، آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

حضرت گوہر کے اوراقِ حیات کی چند جھلکیاں

ازقلم: محمد عامر حسین مصباحی رسول گنج عرف کوئلی
استاذ جامعہ ضیائیہ فیض الرضا ددری

آج کے دور میں ایسے کم افراد ملتے ہیں ،جو اپنی حیاتِ مستعار کو اللہ رب العزت کی عطا کردہ بیش قیمت نعمت سمجھ کر حفظِ اوقات کو اپنی حرزِ جاں تصور کرتے ہیں اور تضیعِ اوقات سے کوسوں دور ہوکر اپنی صبح وشام ،خلوت وجلوت اور لیل ونہار کو جد وجہد،تلاش وتتبع ،محنت ومشقت میں صرف کر کے بحرِ علم وفن سے گوہرِ نایاب برآمد کرتے ہیں اوراُس سے دوسروں کو بھی فیض یاب کرتے ہیں۔ایسے نایاب افراد کم ہی سہی مگراب بھی ہیں۔انہیں میں سے ایک نام ادیبِ شہیر،شاعرِ اسلام،،نقیبِ اہلِ سنت حضرت مولانا حافظ وقاری محمد محبوب گوہر اسلام پوری صاحب قبلہ کا بھی ہے۔

موصوف اپنی خداداد شعری صلاحیت اور مشغلۂ ثنائے سرکار کی بنا پر ایک قادرالکلام اور قدآور شاعرِ نعت کی حیثیت سے ملک بھر میں اپنی انفرادی شناخت بنانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ذہنی وشعوری بالیدگی،تفکر وتخیل کی پختگی،زبان وبیان کی ندرت،زورِ بیان اورزودگوئی کودیکھ کر ہرکوئی کہہ اٹھتا ہے کہ

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ولادت

آپ کی پیدائش ضلع سیتامڑھی کے مردُم خیز گاؤں اسلام پور میں ایک دینی اور

شریف گھرانے میں 1/ جمادی الاول 1404ھ مطابق 2/ فروری 1984ء کو ہوئی۔

والدین کریمین

آپ کے والدِ ماجد عالی جناب عبدالحکیم رضوی نوراللہ مرقدہٗ ایک شریف النفس، با اخلاق، تقویٰ شعار اور نمازِ پنجگانہ کے انتہائی پابند شخص تھے۔ عشقِ رسول میں مگن رہا کرتے اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ نعتِ مصطفیٰ ﷺ گنگناتے رہنا اُن کا معمول تھا جو اُن کے دردِ دل کی دوا بھی تھی۔ ایسے با اخلاق، پاکیزہ خصلت عاشقِ رسول والد کا سایۂ عاطفت 2015ء میں گوہر صاحب کے سر سے اُٹھ گیا۔ اللہ رب العزت انھیں غریقِ رحمت فرمائے۔ آمین

والدہ محترمہ (جیش النساء) کی شفقتوں، محبتوں اور دعاؤں بھرے آنچل کی معیت ابھی حاصل ہے اللہ رب العزت انہیں صحت وعافیت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین

تعلیم و تربیت اور فراغت

اپنے والدِ ماجد کے زیر سایہ گھر پر رسم بسم اللہ خوانی کے ذریعے تعلیمی سفر کا آغاز ہوا اور گاؤں میں ہی ناظرہ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ درجات پرائمری کی بھی تکمیل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے گاؤں کے ہی حضرت مولانا معین الدین صاحب کے ہمراہ مدرسہ انوار العلوم قصبہ نونہرہ ضلع غازی پور، یو پی گئے جہاں حفظ قرآن کا باضابطہ آغاز کیا۔ تقریباً سترہ پارہ حفظ کرنے کے بعد طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے گھر واپس آکر پڑوسی گاؤں باتھ اصلی میں حضرت الحاج حافظ ظفیر عالم حبیبی علیہ الرحمہ کے قائم کردہ ادارہ ''مدرسہ یوسفیہ رحیمیہ'' میں چند ماہ تعلیمی سفر جاری رکھا بعدہٗ دارالعلوم سلمانیہ مسلم یتیم خانہ مظفر پور میں حفظ قرآن کریم مکمل کیا اور یکم نومبر ۱۹۹۸ء کے سالانہ اجلاس ''شفیعِ محشر کانفرنس'' کے مبارک موقع پر خلیفۂ مفتیِ اعظم ہند، مفتیِ مہاراشٹر حضرت علامہ مفتی مجیب اشرف ناگپوری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ جید القادری، اور

حضرت مفتی قاسم براہیمی صاحبان کے مقدس ہاتھوں دستارِ حفظ سے نوازے گئے۔ دارالعلوم افضل المدارس الٰہ آباد میں دو سال رہ کر شعبۂ تجوید وقرأت کی تکمیل کی۔ پھر دوبارہ دارالعلوم سلمانیہ مظفر پور حاضر ہوئے اور حضرت علامہ مفتی غلام حیدر قادری مصباحی اور دیگر اساتذۂ دارالعلوم سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔

(ملخصاً شب جاے کہ من بودم ص ۱۱)

نعت گوئی

نعت گوئی حسنِ ادب کا شاہکار صنف ہے جو بنظرِ عمیق دیکھنے سے مشکل اور نازک ترین ہے اس میں نعت گو شاعر کے لیے صاحبِ بصارت وبصیرت ہونے کے ساتھ علمی، ادبی اور فنی اعتبار سے بھی ماہر ہونا ضروری ہے۔نعت گوئی سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وکمالات کے اظہار کا ایک مؤثر اور دل نشیں طریقہ ہے، یہ بڑی سعادت مندی اور فیروز بختی کی بات ہے بلکہ ذریعۂ نجات ومغفرت ہے یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آج تک کے شعراے نعت نے رقمِ نعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کو اختیار کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جمالِ صورت وسیرت، قامتِ زیبا، لہجۂ جاں بخش، تجلیاتِ جمالِ نبوت ورسالت، معجزات و کمالات، نعلینِ نورِ بار اور عرقِ تنِ نور کے محاسن کو اپنے اشعار کی لڑیوں میں پرونے کی سعیٔ سعید کی اور ان شاء اللہ تا قیامِ قیامت یہ سلسلۂ نعت گوئی جاری رہے گا بلکہ ان کی شانِ محبوبیت روزِ حشر بھی دکھائی جائے گی اور جب آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ محمود پر جلوہ افروز ہوں گے تو وہاں بھی نظم ونثر میں ان کی ثنا گوئی ہوگی۔حسان الہند اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے اسی پاک خواہش کا اظہار کچھ اس انداز میں کیا ہے۔

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے

ان مداحانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ فہرست میں مولانا محبوب گو ہر صاحب قبلہ بھی ہیں، اللہ رب العزت نے انھیں بہت ساری خوبیوں کے ساتھ فنِ شعر و سخن میں حسان الہند امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کا صدقہ عطا فرمایا ہے۔ وہ زمانۂ طالب علمی ہی سے شعر وادب کے گیسو سنوارنے میں مصروف ہو گئے تھے اور گاہے بگاہے رسالوں میں اُن کے نعتیہ اشعار شائع ہوا کرتے تھے۔

فن نعت گوئی محبوب گو ہر کا محبوب مشغلہ ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ بہت ہی مشکل اور دشوار گذار روادی ہے یہ درحقیقت تیز تلوار کی دھار پر چل کر راستہ ہموار کرنا ہے، بایں وجہ فن نعت گوئی ہر کسی کے بس کا روگ نہیں، اس میں افراط وتفریط سے اجتناب اور پاسِ ادب ملحوظ رکھ کر عشق والفت کا سرسبز چمن آباد کرنا ہوتا ہے۔اس کی دشواریوں سے ماہرین فن اچھی طرح واقف ہیں جیسا کہ تاج دار ملکِ سخن، حسان الہند اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> ''حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں،اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچا جاتا ہےاور کمی کرتا ہےتو تنقیص ہوتی ہے البتہ ''حمد'' آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض ''حمد'' میں ایک جانب اصلاً حدنہیں اور ''نعت شریف'' میں دونوں جانب سے سخت حد بندی ہے''۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ص: ۲۷۷)

اس کے باوجود میں نے محبوب گو ہر اسلام پوری صاحب کو اس میدان میں بڑی سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ کامیابیاں سمیٹتے ہوئے دیکھا ہے جو ان کی مہارت تامہ کی بین دلیل ہے،ان کی نعت گوئی میں جملہ فنی محاسن کے ساتھ دربارِ رسالت کا حد درجہ ادب واحترام بھی خوب پایا جاتا ہے خود فرماتے ہیں:

بیاضِ قلب پہ خامے سے نعت لکھتے ہیں
وضو بنا کے سلیقے سے نعت لکھتے ہیں
زمیں پہ اس کا گرجانا مجھے اچھا نہیں لگتا
لکھی جاتی ہے نعت مصطفیٰ جس روشنائی سے

اپنی فکر اور مافی الضمیر کی ادائیگی اتنی خوش اسلوبی سے کرتے ہیں کہ مخالفین بھی دادِ تحسین دینے سے گریز نہیں کر پاتے، فی البدیہی اور قادرالکلامی میں ان کا تو جواب نہیں، خود میں عینی شاہد ہوں کہ موصوف زینتِ اسٹیج ہیں اور کوئی لمحہ ایسا آیا کہ جہاں موقع کی مناسبت سے شعر کہنا ہے تو فی الفور ایسے موزوں اشعار وضع کر لیتے ہیں گویا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گھنٹوں سر کھپانے کے بعد تیار کیا ہو۔ یقیناً اسے عطیۂ خداوندی ہی کہا جائے گا جو ہر ایک کے حصے میں نہیں۔

بحیثیتِ ناظمِ اجلاس

محبوب گوہر صاحب شاعرِ نعت ہونے کے علاوہ مذہبی اجلاس کے نہایت کامیاب نقیب و ناظم ہیں۔ جہاں تک فن نقابت و نظامت کا سوال ہے تو یہ فن نہایت ہی دشوار، محنت طلب اور مشکل ترین ہے۔ اس میں نقیب کو اپنے گفتار و کردار کی دل آویزی اور کمال ہنرمندی سے اہل محفل کے دلوں کو جیتنا ہوتا ہے اور یہ کام صرف لفاظی سے نہیں بلکہ زبان و بیان اور عمدہ افکار و کردار پیش کرنے سے حاصل ہوتا ہے کیوں کہ نقیب اجلاس عوام اور علما کے بیچ کا ایک واسطہ ہوتا ہے اور جب تک جلسے کا اختتام نہ ہو اہل محفل کو بیدار رکھنا اور علما و شعرا کی باتوں کو سننے کے لیے آمادہ رکھنا ہوتا ہے اس لیے وہاں جذبات و اخلاص، فکر و تدبر اور حکمت و دانشمندی کی قدم قدم پر سخت ضرورت ہوتی ہے۔ مدعو خطبا و شعرا کے لیے حسب مراتب القابات، خوبصورت اور مسکراتے لبوں سے

نعت ومنقبت کے اشعار کی برسات، مقفیٰ، مسجع الفاظ کے ذریعے اردو ادب کی شیرینی بکھیرنے کے ساتھ ساتھ عشقِ مصطفیٰ کی سوغات تقسیم کرنی پڑتی ہے تب جاکر سامعین وحاضرین کے دل ودماغ پر ملی بیداری کا نقش ثبت ہوتا ہے اوران اشعار کے ذریعے سے عشق ومحبت کی پاکیزہ لہریں دیکھنے کوملتی ہیں۔ مذکورہ تمام اوصاف سے موصوف متصف ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کا نام بڑے بڑے جلسوں اورکانفرنسوں کی کامیابی کا ضامن ہےاوروہ اپنی حیاتِ مستعار کی زیادہ بہاریں نہ دیکھنے کے باوجود بھی شہرتوں کی بلندیوں کو چھوچکے ہیں،جدید طرزنقابت کی وجہ سے آج پورے ملک میں ان کی نقابت سنی اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی ہےاورعوام وخواص ہرایک پر گہرا چھاپ چھوڑ جاتی ہے۔

اور بڑی خوبی یہ کہ عام نقباے اجلاس کی طرح رائی کو پہاڑنہیں بناتے بلکہ اُن کی رَوِش سے ہٹ کرمحبوب گوہر صاحب کی نقابت کا رنگ دیکھنے کوملتا ہے۔اللہ رب العزت اسی طرح انھیں اِس میدان میں قائم رکھے۔آمین

قلمی کاوشیں

اب تک ان کی نعت ومنقبت کے چار حسین گلدستے **"گوہرِ نایاب، شب جائے کہ من بودم، تضمینِ گوہراور ثنائے سرکار ہے وظیفہ"** شائع ہوکر علما، شعرا اور ادبا سے خراجِ تحسین حاصل کرچکے ہیں۔

یوں توتمام تصنیفات مقبول ہیں مگر "تضمین گوہر" کوعالمی شہرت حاصل ہوچکی ہے یہ تضمینی گلدستہ محبوب گوہر صاحب قبلہ کا عشاقِ اعلیٰ حضرت کے لیے ایک حسین تحفہ ہے، جس میں انھوں نے اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی رقم کردہ پچاس نعتوں پر خوبصورت ترین تضمین لکھ کروہ کارنامہ انجام دیا ہے جوآبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

نعت گوئی کا سفر کتنا کٹھن اوردشوار گزار ہے یہ میں واضح کرچکا ہوں، تضمین لکھنا اس سے کہیں زیادہ دشوار ہے صاحبان علم ودانش کے چند سطور ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاکٹر امجد رضا امجد کہتے ہیں۔ تضمین نگاری آسان نہیں ایک مشکل فن ہے کسی کے شعر یا مصرع پر ایسا اضافہ جو مصرعہ یا شعر سے پوری طرح چسپاں ہو جائے یقینا علم، پختگی اور مہارت کی طالب ہے اور تضمین نگاری اسی فن کاری کا نام ہے۔ یہ حقیقت میں استادانہ فن ہے۔ کسی کے کلام کی معنویت تک پہنچنا اس کے مرکزی مفہوم کو سامنے رکھ کر تشریحانہ مصرعہ لگانا، یا پھر اس مصرعہ یا شعر کو بالکل نئے معنیٰ پہنا دینا کمال فن نہیں تو اور کیا ہے؟''

(تضمین گوہر صفحہ نمبر 13)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب فرماتے ہیں:''

تضمین نگار کے سامنے کتنی کٹھن گھڑی، کیسی سنگلاخ وادی، کیسی آزمائش بھری خیالی رہ گزر اور کیسی فکری کشمکش آویزش ہوتی ہے، یہ وہی جانتا ہے، جبینِ افکار کے کتنے قطرے ٹپکتے ہیں تو بندش کا ایک پیرا جگمگاتا ہے۔ یہ تضمین نگار کے دل سے کوئی پوچھے''۔

(ثنائے سرکار ہے وظیفہ ص ٥٤)

اور پھر حسان الہند اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے کلام پر تضمین نگاری کا کام یقینی طور اُس سے بھی زیادہ جاں فشانی اور جد وجہد کا کام ہے جس میں وسعتِ مطالعہ، تشبیہات، استعارات، صنعات، تلمیح، تجنیس، علم عروض وقوافی وغیرہ پر مکمل دسترس کے بعد ہی ممکن ہے کیوں کہ کلام رضا میں یہ ساری چیزیں آپ کو جابجا دیکھنے کو ملیں گی اس حساب سے یہ بڑا مشکل کام ہے''گویا اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کر جانا ہے'' مگر محبوب گوہر صاحب نے اعلیٰ حضرت کی پچاس نعتوں پر بہترین تضمین قلم بند فرما کر ثابت کر دیا کہ اللہ رب العزت نے بطفیل نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ان فنون میں مہارت عطا فرمائی ہے۔

تضمین گوہر فنی اعتبار سے کتنے بلند معیار پر ہے اس کا اندازہ اہل نقد ونظر کو

کتاب کے مطالعہ سے ہوگا مگر اس حقیر کو چند مقامات سے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ گوہر صاحب نے کلام اعلیٰ حضرت پر تضمین نگاری نہیں بلکہ اپنے اوپر ہونے والے فیض رضا کو تضمینی شکل دے دی ہے۔ کچھ آپ بھی محظوظ ہوں اوران کی عظیم کاوش کو سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کریں۔

یارب بنا دے عاشق خیر الوریٰ ہمیں
عشق صحابہ کا بھی ہو صدقہ عطا ہمیں
ایسا کہ چل نہ پائے خود اپنا پتہ ہمیں
ایسا گما دے ان کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

امام عشق ومحبت نے بارگاہ رب العزت میں عریضہ پیش کیا ہے کہ مولیٰ مجھے اپنے محبوب اوران کے اصحاب کی محبت میں ایسا فنا کردے کہ خود ہماری خبر کو بھی پتہ نہ چلے کہ ہم کہاں ہیں۔ آپ دیکھیں کہ اس شعری عریضہ پر موصوف نے سادہ لب ولہجہ میں کتنی بہترین تضمین تحریر کی کہ اس کی ایسی تشریح ہوگئی جسے عام فہم قاری بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے سجدۂ عبادت کی حرمت کی وجہ سے کہا:

اے شوقِ دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سرکو خبر نہ ہو

مذکورہ شعر رضا سے مکمل ربط جوڑتے ہوئے اس کی کس قدر نفیس تشریحی تضمین تحریر کی ہے ملاحظہ کریں:

دل ہے در نبی پہ جھکا، سر جھکا نہیں
سر کے لئے خدا کے سوا دوسرا نہیں

تسلیم ہے کہ شرع نے جائز کہا نہیں
اے شوقِ دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو
اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی نجدیو!
کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

مذکورہ شعر پر دلچسپ تضمین جس میں خوب صورت طنز اس کی معنویت میں اضافہ کر رہا ہے۔ ملاحظہ ہو:

بہر تعظیم کھڑا ہونے کی عادت نہ سہی
بارہویں تیرے یہاں وجہ مسرت نہ سہی
گھر پہ مانا کہ ترے ذکرِ ولادت نہ سہی
اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

یہ صرف ان کے تضمینی اشعار کی کچھ جھلکیاں تھیں آپ مکمل کتاب کا مطالعہ کریں گے تو اندازہ ہوگا کہ فکر گوہر کی حد پرواز کہاں تک ہے۔ تضمینِ گوہر کے علاوہ ''ثنائے سرکار ہے وظیفہ'' بھی ان کی ایک بہترین شعری کاوش ہے جس پر بڑے بڑے شعرا اور مشائخ کے گراں قدر تاثرات نے اہمیت و مقبولیت کی مُہر لگا دی ہے۔

صفحہ ۱۷/۱۸ پر عالم اسلام کی عظیم شخصیت حضور گلزار ملت علامہ الحاج سید شاہ گلزار اسماعیل واسطی، قادری، رزاقی، اسماعیلی مسولی شریف کے دعائیہ کلمات ثبت ہیں جو اس کتاب کی مقبولیت کی روشن دلیل ہے، حمد و نعت اور بابِ رضویات پر مشتمل یہ

مجموعہ ہر اعتبار سے عمدہ ترین ہے۔

محبوب گوہر صاحب قبلہ کی شاعری کا مطالعہ کریں تو جہاں آپ اللہ عزوجل کی حمد، پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وثنا اور اولیاے کرام سے محبت وعقیدت کے جلوے پائیں گے وہیں آپ کو سماج اور معاشرے میں پھیلی بُرائیوں کا سدباب اور اصلاح عمل کی ترغیب بھی نظر آئے گی۔ نئی نئی تشبیہات، اور حسین استعارات کے ساتھ ساتھ، عمدہ فکروتخیل، کی رنگارنگی بھی ملے گی۔

کچھ اشعار آپ کے نظر نواز کرتا ہوں ۔

ادب سے باوضو ہوکر نبی کی نعت لکھنی ہے
قلم کو مشک سے دھو کر نبی کی نعت لکھنی ہے
نئی تشبیہ کے ہیرے، نئے اسلوب کے موتی
سخن کی کشت میں بوکر نبی کی نعت لکھنی ہے
ہزاروں مشکلیں راہِ سخن میں ہوں اگر حائل
انھیں بھی مار کر ٹھوکر، نبی کی نعت لکھنی ہے
مصائب توڑ ڈالیں دوشِ ہستی کو مگر گوہر
ہر اک بارِ الم ڈھوکر نبی کی نعت لکھنی ہے

محبوب گوہر کے پاس نعتِ نبی لکھنے کا ادب اور فروغ نعت کا جو جذبہ ہے اسے محسوس کرنے کی ضرورت ہے۔ میں ان کے اس جذبے کو سلام کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ مولاے کریم! نعتِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لکھنے میں اس قیمتی گوہر کو راہ میں کوئی مشکل، مصیبت اور درد والم کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

عدیم الفرصتی کی وجہ سے مکمل کتاب کا مطالعہ نہ کرسکنے کے باوجود کہیں کہیں سے پڑھ کر محسوس ہوا کہ کتاب ''ثنائے سرکار ہے وظیفہ'' محبوب گوہر صاحب قبلہ کی بہت ہی عمدہ کاوش ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور ہو زیادہ

منظوم سوانحِ اعلیٰ حضرت

حسان الہند، عاشقِ حضور خاتم النبیین اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کی سوانحِ حیات اور آپ کی دینی خدمات پر یوں تو بہت سارے صاحبانِ قرطاس وقلم نے خامہ فرسائی کی ہیں مگر ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ اور علامہ بدر الدین احمد قادری علیہ الرحمہ کی سوانحی کتابیں بہت ہی جامع اور ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں اُن دو کتابوں سے اخذ کرکے اور دیگر سینکڑوں کتابوں سے مواد حاصل کرکے اسے نظم کی صورت میں ڈھالنا بہت ہی جانکسل کام تھا جس کو مولانا محبوب گوہر صاحب نے بحسن وخوبی نبھایا اور بہت ہی جامعیت کے ساتھ مکمل سوانح اعلیٰ حضرت سپردِ قرطاس کردی ہے، جہاں تک مجھے علم ہے حیاتِ اعلیٰ حضرت پر یہ پہلی مفصل ومبسوط منظوم سوانح ہے جس میں خاندانی وجاہت، اولاد واجداد، خانوادۂ رضا کے نامور چشم و چراغ، حسنِ سیرت وصورت، دینی، سائنسی اور تدریسی خدمات، خوفِ خدا، عشقِ مصطفیٰ، فتاویٰ نویسی، حدائقِ بخشش، الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین، علماے عرب کے تاثرات، مخالفینِ رضا کے اعترافات، امام احمد رضا پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنے والے محققین کے اسما، امام احمد رضا پر کتابیں اور اشاعتی ادارے، کلامِ رضا کی مقبولیت، امام احمد رضا کا قصیدۂ معراجیہ، دس نکاتی فارمولہ، امام احمد رضا کے علوم وفنون، عہدِ رضا کے فتنے اور اُن کا استیصال وغیرہ بہت سے عناوین پر خوبصورت اور دلچسپ پیرائے میں منظوم خامہ فرسائی کی ہے۔

چار خوبصورت کاوشات کے بعد یہ تازہ ترین تصنیف ''منظوم سوانحِ اعلیٰ حضرت'' تحریر کرنا بابِ رضویات میں ایک گراں قدر اضافہ اور تاریخی کارنامہ ثابت ہوگا ان شاءاللہ۔

یہ کتاب پریس کے حوالے ہورہی ہے اور ان شاء اللہ جلد ہی قارئین اس کے مطالعہ سے اپنی آنکھوں کو جِلا اور دل کو سرور بخشیں گے۔اللہ رب العزت اسے مقبولِ عام وخاص بنائے اور مصنف کو اعلیٰ حضرت کے فیضان سے مالا مال فرمائے آمین

محبوب گوہرا کابرین کی نظر میں

(۱) حضور گلزار ملت سید گلزار اسماعیل واسطی، رزاقی، زیدی، الحسینی مدظلہ العالی نے مسولی شریف میں کتاب ''ثنائے سرکار ہے وظیفہ'' کی رونمائی فرماتے ہوئے فرمایا

کہ ''ماشاءاللہ صاحب کتاب ''محبوب'' بھی ہیں اور ''گوہر'' بھی ہیں''۔

(۲) پیر طریقت، نمونۂ اسلاف، خلیفۂ مفتیِ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبدالحلیم رضوی اشرفی علیہ الرحمہ بانی جامعہ ضیائیہ فیض الرضا ددری فرماتے ہیں:

''محب گرامی، شاعر اسلام جناب گوہر اسلام پوری ان خوش نصیبوں میں ہیں جنھوں نے نعتِ پاک لکھ کر حضرت حسان کی پیروی کی ہے''۔

(۳) قاضیٔ شریعت مفتی محبوب رضا روشن القادری صاحب پوکھریروی ''گوہر نایاب'' پر حرف محبت قلم بند فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''زیر نظر نعتوں کا مجموعہ ''گوہر نایاب'' عزیزِ گرامی اہل سنت کی جماعت کے نامور نقیب، نوجوان شعرا میں عمدہ سخن ور جنھیں اپنی انفرادیت میں خاص مقام حاصل ہے۔یعنی مداح رسول جناب مولانا گوہر سلمہ المنان اسلام پوری کی لکھی ہوئی نہایت پسندیدہ نظر نواز ہے۔موصوف نے اپنے افکار واحساسات کو جس انفرادی نوعیت سے جدت وندرت اور بالیدگی وسنجیدگی، سوز وگداز کے دردانوں سے صفحۂ قرطاس کو خوبصورت اشعار سے مرصع فرمایا ہے، اپنی مثال آپ ہے۔اشعار کی چاشنی میں معرفت کے سمندر کو ایک چھوٹے کوزے میں سموڈالنے میں کمال سخن وری کا اظہار کیا ہے۔ (شب جاے کہ من بودم ص ۱۸)

(۴) پیر طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی غلام حیدر قادری مصباحی نقشبندی مہتمم مسلم یتیم خانہ مظفر پور فرماتے ہیں:

بفضلہٖ تعالیٰ موصوف بیک وقت کئی خوبیوں کے مالک ہیں۔ بچپن سے ہی نہایت ذہین، محنتی، باذوق اور باادب وفا شعار ہیں۔ جہاں بہترین حافظ قرآن، قاری خوش الحان، شاندار ادیب اور برق رفتاری کے ساتھ شعر کہنے والے جادو بیان شاعر ہیں، وہیں عزیز موصوف کی نقابت سے پورا ملک گونج رہا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ درس و تدریس کے ذریعے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہترین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مجھے اور ادارہ سلمانیہ کے جملہ افراد کو اس بیش بہا گوہر پہ فخر اور ناز ہے“۔

(گوہرِ نایاب ص ۱۴)

(۵) خلیفۂ حضور مفتیِ اعظم ہند، شہزادۂ محدث اعظم بہار حضرت علامہ مفتی فیضان علی رضوی احسانی فیض پوری رقم طراز ہیں:

”محبوب گوہر صاحب عصر جدید کے جہاں ایک کامیاب نقیب ہیں وہیں ایک معیاری اور فی البدیہہ شاعری کی حیثیت سے کوہ ہمالہ نظر آتے ہیں“۔

(۶) ادیب عصر حلیم حاذق کلکتوی فرماتے ہیں:

”عزیزِ گرامی حضرت محبوب عالم گوہر کے پیش نظر مجموعہ پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد اس بات کے اظہار میں کوئی تامل نہیں کہ ان شاء اللہ یہ گوہر اپنے دامن فکر وخیال میں ضرور گوہر مقصود سمیٹنے میں کامیاب وکامران ہوں گے اور ان سے بہتر سے بہتر کی امید کرنا فضول نہیں“۔

(گوہر نایاب)(۷)

معروف ناقد ومحقق پروفیسر فاروق احمد صدیقی مظفر پوری رقم طراز ہیں:

جناب محبوب عالم گوہر کے نعتیہ کلام پر اک طائرانہ نظر ڈالنے سے اندازہ ہوا کہ قدرت نے ان کو ممدوح کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت عطا کی ہے۔اور وہ اس کو قرطاس وقلم کے حوالے کرنے کے ہنر سے بھی سرفراز کیے گئے ہیں''۔

(شب جائے کہ من بودم)

اعزازات وانعامات

(۱) دارالعلوم سلمانیہ مسلم یتیم خانہ مظفر پور میں ۲؍اپریل ۲۰۰۴ء کو منعقد ایک آل انڈیا تحریری وتقریری انعامی مقابلہ میں ''حافظ ملت ایوارڈ'' سے نوازا گیا۔

(۲) شعری وادبی خدمات کے اعتراف میں شہر دربھنگہ کی انجمن کاروان ملت کی جانب سے اعلیٰ حضرت کانفرنس کے موقع پر 10؍مئی 2014ء کو ''علامہ شبنم کمالی ایوارڈ'' سے سرفراز کیا گیا۔

(۳) حسان الہند اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی پچاس نعتوں پر خوب صورت تضمین تحریر کرنے پر بموقع عرس سرکار مسولی 9؍فروری 2016ء کو ''حدائقِ بخشش ایوارڈ'' وسپاس نامہ کے ذریعے حوصلہ افزائی کی گئی۔

اپنے اکابرین کی حوصلہ افزا تحریروں وتقریظوں اور دعائیہ کلمات پانے والے محبوب گوہر بہت خوش نصیب ہیں کہ اللہ رب العزت کی عطا کردہ خوبیوں کی بدولت اسی عمر میں انھوں نے وہ مقام حاصل کرلیا ہے جہاں تک پہنچنے کے لیے لوگوں کی ہڈیاں کمزور اور موئے سر سفید ہوجاتے ہیں۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس عندلیبِ خوشنوا کو تادیر مع صحت وسلامتی فضائے نعت میں محوِ پرواز رکھے۔آمین بجاہ سید المرسلین۔

☆☆☆

باب دوم - سوانحات

ابتدائیہ

منظوم سوانح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

چل قلم ذکرِ امام احمد رضا تحریر کر
نظم میں اک باب سیرت کا نیا تعمیر کر

لکھ! زمیں پر ہیں وہ علم و فضل کے کوہِ گراں
ان کی سیرت کا ہراک پہلو ہے بحرِ بیکراں

ہے وجود ان کا جہاں میں اک سراپا انقلاب
زیب دیتا ہے اُنہی کو اعلیٰ حضرت کا خطاب

کاملانِ وقت کہتے ہوں جسے آنکھوں کا نور
ایسی ہستی کا ہوا کرتا ہے صدیوں میں ظہور

خاص ہے فضل و کرم ان پر خدائے پاک کا
معجزہ ہیں ہند میں وہ صاحبِ لولاک کا

اک مکمل شخصیت اک عبقری و نابِغہ
جن کا شرق و غرب میں پھیلا ہوا ہے دائرہ

اجتہادی شان ہے ان کے ہر اک اِقدام میں
ذاتِ عالی منفرد ہے عالمِ اسلام میں

فکر میں قوسِ قزح کا حسن جلوہ ریز ہے
معرفت کے نور کا دریا تلاطم خیز ہے

ان کے کردار و عمل میں ہے جداگانہ کشِش
ہے نمایاں ان میں اسلاف و ائمہ کی روِش

اپنے فضلِ خاص سے رب نے کیا ہے بہرہ وَر
جس جہت سے دیکھئے ہے ذات ان کی معتبر

علم کے کوہِ ہمالہ ، عشق کے روشن منار
ہر ادا سے ہے نشانِ عبقریت آشکار

اُن سے علم و عشق کا ذوقِ حسیں پیدا ہوا
نبض ایماں میں نیا اک ولولہ برپا ہوا

ہیں فنافی اللہ کے منصب پہ وہ جلوہ فگن
کردیا عشقِ شہِ دیں نے انھیں فخرِ زمن

رب اکبر نے کیا ہے ان کو ایسا نیک نام
رفعتیں کرتی ہیں پیش ان کے تقدس کو سلام

ہیں جہانِ علم و فن میں اس قدر وہ معتمد
عظمتِ بلخ و بخارا ان سے لیتی ہے سند

ذہن میں فکرِ اُویسی ، قلب میں عشقِ بلال
اہل دل میں ذات ان کی بن گئی روشن مثال

عشقِ مصطفوی نے بخشا مرکزیت کا مقام
اہل حق نے مانا ان کو اہل سنت کا امام

ہیں وہ ارضِ ہند پر اسلام کے اک ترجمان
عظمت و ناموسِ ملت کے امین و پاسبان

نعمتِ عظمیٰ ہے امت کے لیے ان کا وجود
ان کی کاوش سے ہوئی کارِ تجدد کی نمود

پاسدارانِ شریعت کے امیر و سربراہ
مردِ بیباک و جَرِی، اسلامی سَطوت کے سپاہ

دینِ حق کی بالا دستی کے لئے کوشاں رہے
اہل حق کی سر بلندی کے سدا خواہاں رہے

ملّی عظمت کے لئے کرتے رہے پیہم جتن
دین و ملت کا تحفظ اصل تھا ان کا مشن

پیکرِ جُہدِ مسلسل ان کی ذاتِ پاک تھی
بزمِ عالَم میں مثالی قوتِ ادراک تھی

اک یقیں محکم، عمل پیہم کی وہ تفسیر تھے
لادوا زخموں کی خاطر مرہمِ اکسیر تھے

شغل تھا سب سے پسندیدہ انھیں قلمی جہاد
ہے نمایاں ان کے فکر وفن سے شانِ اجتہاد

زندگی کا بس رضاے مصطفیٰ منشور تھا
حبِّ نبوی کا حریمِ آگہی میں نور تھا

جب بڑھا تحریکِ باطل کے سبب خوف و ہراس
ٹھوس کردی اہل ایماں کے عزائم کی اساس

ساری باطل قوتیں باہم ہوئیں جب متحد
تو جہادِ حق کی خاطر ہوگئے وہ مستعِد

جرأتِ فاروق کا کلکِ رضا مظہر بنا
باغیانِ دیں کی خاطر تیر اور نشتر بنا

بن کے اک رہبر فصیلِ دیں پہ وہ روشن ہوئے
ملتِ اسلامیہ کے قلب کی دھڑکن ہوئے

اہلِ ایماں نے کیا ان پر یقین و اعتماد
ان کی کوشش سے ہوئی اصلاحِ فکرو اعتقاد

بخش کر اسلامیانِ ہند کو ملّی شعور
توڑ ڈالا وقت کے فرعون کا کبر و غرور

دین بیزاری کا جب تھا ہر طرف شور و فغاں
شخصیت تھی آپ کی اس وقت بھی حق کا نشاں

رہبری فرمائی ملت کی ہر اک انداز سے
کردیا بیدار سب کو عشق کی آواز سے

پھیلی خوشبوئے صداقت انفس و آفاق میں
ہوگئے محفوظ وہ تاریخ کے اوراق میں

ربِّ کعبہ نے انھیں بخشا مجدد کا شرف
ان کی عظمت کا ہے شہرہ اس لیے چاروں طرف

ان سے آئی سنیت کی کشتِ ویراں میں بہار
نغمہ زن ہے ہر طرف حسنِ عقیدت کا دیار

ہوگئیں روشن نگاہیں ان کی تعلیمات سے
گوشئہ دل ہے درخشاں ان کے ملفوظات سے

کُھل گئی اک آن میں فہم و بصیرت کی نگاہ
دین و دانش کی ہوئی ان سے کشادہ شاہراہ

کردیا محفوظ دل میں خانقاہوں کا وقار
درس گاہِ معرفت میں آگئی تازہ بہار

اک مجدد بن کے دینِ پاک کی تجدید کی
شرک کے ایوان میں شمعیں جلیں توحید کی

اک مجدد کی نبھائی ذمہ داری شان سے
اہلِ سنت کو نکالا پرُ خطر طوفان سے

تھی جہاں پھیلی ہوئی بد اعتقادی کی وبا
کردیا قائم وہاں پر آپ نے دارالشفا

جس کا جیسا تھا مرَض ویسی دوا تیار کی
کیفیت رکھ دی بدل کر ہر دلِ بیمار کی

فوج اہلِ علم کی تیار کی باقاعدہ
اس کو اوزارِ دلائل سے مسلَّح کردیا

جس کی جس میدان میں حاجت تھی فرمایا بحال
ہرقدم پر اہلِ ایماں کا رکھا پیہم خیال

جب کہیں سے وار ناموسِ رسالت پر ہوا
سامنے آیا دفاعی شکل میں کلکِ رضا

اعلیٰ حضرت نے کیا جب دشمنوں کو بے نقاب
چہرۂ ملت پہ لوٹی نورِ حق کی آب و تاب

علم کے ہتھیار سے کرتے رہے دشمن پہ وار
وہ بخوبی جانتے تھے ، وقت کی کیا ہے پکار

دس نکاتی فارمولے جو انہوں نے ہیں دیے
ہیں فروغِ دینِ حق کے ضابطے ان میں نئے

ان کی ہر تصنیف میں اس بات کا اظہار ہے
عشق احمد کا تصور زیست کا معیار ہے

دھوم ہے فکرِ رضا کی انجمن در انجمن
ہے فروغِ علم و دانش ان کا ترجیحی مشن

عہد میں اپنے وہی تھے ماہرِ اسلامیات
جس جہت سے دیکھئے ہے ان کی تابندہ حیات

فن کی جلوہ ریزیاں ہیں ان کی تحقیقات میں
تازہ کاری ہے نمایاں ان کی تشریحات میں

نعت کے میدان میں نائب بنے حسان کے
گل تر و تازہ کیے ہیں گلشنِ ایمان کے

نعت میں ان کی ، ادب کا حسن جلوہ ریز ہے
اور اسلوبِ نگارش سب سے دل آویز ہے

شانِ علمی دیکھ کر سکتے میں ہیں اہلِ خرد
علم و فن میں ہر جگہ اونچا نظر آتا ہے قد

ان کے علم و فضل کا اکنافِ عالَم میں ہے شور
ان کے ہاتھوں میں رہی اہل زباں کی باگ ڈور

جملہ تحریرات ہیں جامع، مرصع اور وقیع
ہے زمین فکروفن ان کی نہایت ہی وسیع

بھیڑ میں تنہا رہے علمی جلالت کے سبب
اس لئے ان کو رَوا ہے اعلیٰ حضرت کا لقب

بوحنیفہ کی فقاہت سے کیا یوں اکتساب
کردیا تحقیق کی دنیا میں برپا انقلاب

ان سے وابستہ رہی اہلِ فقاہت کی اُمید
کائناتِ فقہ میں وہ بن گئے فردِ فرید

ہو گئے اہلِ بصیرت دیکھ کر حیرت زدہ
سامنے جیسے کُھلی ان کے ، فتاویٰ رضویہ

ہر جہت سے تھے وہ اپنے دور کے بحرالعلوم
اس لئے پیچھے پڑا تھا حاسدوں کا اک ہجوم

پھر بھی مدّھم ہو نہ پایا ان کی عظمت کا چراغ
خود عدوئے دیں کے دامن پر لگا تہمت کا داغ

طائرِ فکرِ رسا تھا ان کا مانندِ عقاب
گونج اٹھا ہے بربطِ ہستی پہ نغماتی رباب

دہر میں پھیلے ہیں وہ ہرسمت خوشبو کی طرح
جھلملائے رات کی پلکوں پہ جگنو کی طرح

ہے زمانے میں مسلّم ان کی شانِ انفراد
اہل سنت کو عطا فرمایا جذبِ اتحاد

اتحادِ سنیت کے وہ علمبردار تھے
تنہا باطل قوتوں سے برسرِ پیکار تھے

ملتِ اسلامیہ کو ان پہ فخروناز ہے
ان کی ہستی عالمِ اسلام میں ممتاز ہے

ان کی شہرت کا ہے بنیادی سبب عشقِ رسول
سامنے ان کے تھا حضراتِ صحابہ کا اُصول

اہلِ حق کو ناز ہے ان کی مقدس ذات پر
ہے تصرف ان کا اہلِ عشق کے جذبات پر

وہ امام احمد رضا اہلِ سخن کے تاجدار
جن کا ہر اک کارنامہ ہے جہاں میں یادگار

صفحۂ تاریخ میں بیحد نمایاں نام ہے
ان پہ ربِّ مصطفیٰ کا بے بہا انعام ہے

ملتِ بیضا کے جذباتِ شکستہ کے طبیب
وارثِ اسلاف ، افکارِ صحابہ کے نقیب

زیر کرنے کی انھیں ہر ممکنہ کوشش ہوئی
اہلِ باطل کی طرف سے اک سے اک سازش ہوئی

پھر بھی میدانِ عمل میں وہ رہے سینہ سِپر
ان کے تیرِ عزم سے ٹوٹی معاند کی کمر

دشمنانِ دین سے ہرگز نہ سمجھوتہ کیا
لی خبر گنگوہ کی اور ردِّ نانوتہ کیا

جتنے فتنہ گر تھے چُن چُن کر کیا سب کو ذلیل
توڑ ڈالی تیشۂ خامہ سے نخوت کی فصیل

چہرۂ باطل کا سارا رنگ زائل کردیا
ایک اک کرکے ہراک دشمن کو گھائل کردیا

وہ اشداء علی الکفار کی تفسیر تھے
اہلِ باطل کے لئے فاروق کی شمشیر تھے

دشمنانِ دین سے ہرگز نہ رکھّا ارتباط
حق و باطل میں کبھی جائز نہ سمجھا اختلاط

بے جھجھک سرکار کے گستاخ کی تکفیر کی
ہے چمک کلکِ رضا میں جرأتِ شبیر کی

کردیا ان کے قلم نے نجدیت کو پاش پاش
بلبلا کر رہ گیا ہے نجد کا ہر بدقماش

قادیانی، نیچری ، اور خارجی کا رد کیا
کام جو بھی ہے مجدد کا وہ سو فیصد کیا

ان سے ہر باطل کی پیشانی شکن آلود ہے
یعنی اک نامِ رضا سب کے لئے بارود ہے

حق کو حق کہنے کی عادت تھی انھیں آغاز سے
بے خطر پردہ ہٹایا نجدیت کے راز سے

حق پسندی کے اصولوں کو نہ رکّھا طاق پر
خامۂ ضوبار سے حملے کئے فسّاق پر

اولیاءاللہ سے رکھتے تھے جو دل میں نفاق
اعلیٰ حضرت نے رکھا ان سے نہ ہرگز اتفاق

ہر مجدد کو ہوا کرتا ہے حاصل اختصاص
تھا امام احمدرضا پر بھی خدا کا فضل خاص

ایک سچا عاشقِ نورِ مجسم بولئے
ان کو ان کے عہد کا سالارِ اعظم بولئے

جن سے ہوں آباد علم و آگہی کی بستیاں
ہیں جنم لیتی کئی صدیوں میں ایسی ہستیاں

فضلِ رب العالمیں ہوتا ہے جب بے انتہا
تب کوئی بنتا ہے دنیا میں امام احمدرضا

ہیں امام احمدرضا خاں میرا عنوانِ سخن
ان کی ہی خاطر سجا ہے یہ دبستانِ سخن

ان کے مداحوں میں میرے نام کا ہو اندراج
پیش کرتا ہوں میں اِس خاطر عقیدت کا خراج

آسکے ہیں خاص گوشے ہی فقط اشعار میں
ہے دیانت اور صداقت صورتِ اظہار میں

ان میں کُل اشعار کی تعداد ہے ڈھائی ہزار
نو بہ نو ، تازہ بہ تازہ ، ہے عقیدت کی بہار

فیصلہ اس کا کریں گے ناقدینِ فکروفن
باب سیرت میں مرا کیسا ہے اسلوبِ سخن

اعلی حضرت نے اگر فرمالیا ہدیَہ قبول
کھِل اٹھیں گے روح کے بُستان میں خوش رنگ پھول

اک ضروری بات کہ دینا مناسب ہے یہاں
تاکہ اہل دل پہ ہو جذبِ دروں میرا عیاں

ہے خدا کے فضل سے جو میرا آبائی وطن
چاروں جانب پوری آبادی میں ہیں اہل سنن

حکمت و دانش کے ہیں روشن کئی ماہ و نجوم
ایک عرصہ سے مکیں ہیں اس میں اصحابِ علوم

ہاں! فقیہہ و عالمِ دیں ، اہلِ فن ہیں بے شمار
ہے سبھی کا اعلی حضرت سے تعلق اُستوار

پرچمِ عشقِ رضا لہرا رہاہے شان سے
خطہ خطہ ہے درخشاں رضویہ فیضان سے

نشر ہوتا ہے یہاں سے خوب پیغامِ رضا
باعثِ تسکین ہے سب کے لیے نامِ رضا

ہر زباں پر ذکر رہتا ہے رضا کا صبح و شام
ہے وفادارِ بریلی طبقۂ ہر خاص و عام

ایسے ہی ماحول میں میری ہوئی نَشو ونما
والدِ ماجد بھی تھے فکرِ رضا سے آشنا

والدِ ماجد کی ہی تحریک کے زیرِ اثر
ہے مرا جاری ہوا یہ قلمی و شعری سفر

میرے والد تھے ثناخوانِ رسولِ مجتبیٰ
محفلوں میں جھوم کر پڑھتے تھے نعتِ مصطفیٰ

اعلیٰ حضرت کے وسیلے سے خداوندِ جہاں
میرے والد کو عطا فرمائے جنت میں مکاں

والدہ کو بخشے ربُ العالمیں عمرِ طویل
منضبط ہے جن کے دم سے میرے جذبوں کی فصیل

میری خواہش تھی کروں ذکر رضا اشعار میں
کونپلیں تازہ اُگیں یوں فکر کے گلزار میں

اِس سعادت پر ادا کرتا ہوں میں شکرِ خدا
آیا حصے میں مرے بھی ذکرِ شہ احمد رضا

اعلی حضرت علم کے ہیں بحرِ ناپیدا کنار
میں بھلا کیا کرسکوں گا خوبیاں ان کی شمار

جس قدر ممکن ہوا میں نے چنے لعل و گہر
جگمگاہٹ اُن کی دیکھیں صفحۂ قرطاس پر

اپنی کم علمی کا بھی احساس مجھ کو خوب ہے
کیا کروں میں ! روح کو ذکرِ رضا مرغوب ہے

ہوگئی تمہید اِس منظوم سیرت کی طویل
ہے مگر اک عاشقِ سرکار کا ذکرِ جمیل

اگلے صفحہ کے لیے تیار اب ہوجایئے
جلوۂ صد رنگ کے دیدار میں کھو جایئے

خاندانی پس منظر اور آباو اجداد

شہ امام احمد رضا کا ہے معزز خاندان
جس میں سب کے سب ہیں علم و آگہی کے مالکان

کوئی قطبِ وقت ہے ، کوئی تصوف کا امام
بیشتر کا ہے طریقت میں جداگانہ مقام

مثل سورج ہیں درخشاں ان کے اوراق حیات
درج ہیں تاریخ میں ان کے بہت سے واقعات

حکمت و دانش کے مرجع، منبعِ فضل و کمال
پیکرِ خلق و مروت، خوش خصال و خوش خیال

عزت و شہرت ، بلندی ، دبدبہ، جاہ و حشم
فتح و نصرت نے مسلسل ان کے چومے ہیں قدم

حاملینِ علم و فن ، اصحابِ عرفان و شعور
ان سے پھیلا اپنے اپنے عہد میں حکمت کا نور

مال و دولت کی ہمیشہ ہی فراوانی رہی
ان سے وابستہ جہاں میں شانِ ایمانی رہی

ان میں کوئی رَن کا غازی تو کوئی کردار کا
یعنی ہر گل تھا گلِ نایاب اس گلزار کا

قِطعۂ قندھار میں آباد تھے یہ صاحبان
اک قبیلہ تھا بڑھیچ اس کے تھے یہ نامی پٹھان

خاندانی رعب تھا ان کی جبینوں سے عیاں
اور چہروں پر ہنر مندی کے تھے کامل نشاں

اصل میں وہ لوگ شاہانِ مغل کے دور میں
ہوگئے آباد آکر خطۂ لاہور میں

بعد میں لاہور سے دلی ہوئے تھے منتقل
اور دلی میں ہی وہ رہنے لگے تھے مستقل

دھیرے دھیرے پھر ہر اک میدان میں چھانے لگے
داد و تحسیں کارناموں کے عوض پانے لگے

پاگئے اعلیٰ مراتب قابلیت کے سبب
نیک نامی کی بدولت اک سے اک پایا لقب

شش ہزاری کا سعید اللہ کو عہدہ ملا
دورِ شاہانِ مغل میں منصبِ اعلیٰ ملا

ان کو حاصل تھا ''شجاعت جنگ'' کا اعلیٰ خطاب
جس مُہم پر یہ گئے لوٹے وہاں سے کامیاب

تھے پسر ان کے، سعادت خان بیباک و نڈر
قوم و ملت کے لئے رہتے تھے یہ سینہ سپر

بن کے اپنے محکمہ میں سینئر افسر رہے
عمر بھر فائز ہمیشہ اعلیٰ عہدے پر رہے

اک مُہم کی فتح کو کرنل بناکر فوج کا
خطۂ روہیل کھنڈ اک بار انھیں بھیجا گیا

اپنی بیباکی کے باعث کرگئے پورا ہدف
مل گیا فضلِ خدا سے فتحیابی کا شرف

اس مُہم میں کامیابی سے بڑھا عز و وقار
آیا شاہی حکم ، اب ان کو بنادو صوبے دار

تندرستی ہی مگر ان کی نہ رہ پائی بحال
کچھ دنوں کے بعد ہی فرما گئے وہ انتقال

ان کے بعد آتا ہے ان کے محترم بیٹوں کا دَور
سرگزشت ان کی بھی تھوڑی اس جگہ پڑھ لیں بغور

تھے سعید اللہ کے بیٹے سعادت یار خاں
مردِ آہن، کوہِ استقلال، اور مردِ جواں

فضل رب سے تین بیٹے تھے سعادت خان کے
تینوں کے تینوں تھے مالک، عارفانہ شان کے

نام اعظم خاں، معظم خاں، مکرم خان تھا
ان کے بھی زہدو ورع کا تذکرہ ہر آن تھا

ان میں اعظم خان کی ہستی بڑی نایاب تھی
جگمگاتی تھی جبیں ، چہرے پہ آب و تاب تھی

شاہ اعظم خاں کے اک فرزند تھے کاظم علی
جن کو ارباب تصوف میں تھی حاصل برتری

ان کا تھا اس عہد کے سرکردہ لوگوں میں شمار
تھے بدایوں کے یہی سب سے بڑے تحصیل دار

حضرتِ کاظم علی کے ہیں جو فرزندِ عظیم
ہیں امام احمد رضا خاں کے وہی جدِّ کریم

جدِّ امجد تھے امام احمد رضا کے ، باکمال
ان کے رخ سے تھا عیاں فقر و تصوف کا جمال

نامِ نامی ہے" رضا " آگے " علی " کا لاحقہ
نام سے بھی نسبتوں کا ہے اثر ظاہر ہوا

پیکرِ صبر و قناعت ، حاملِ ایثار تھے
عزم کے پیکر ، شجاعت کے علم بردار تھے

اک جلیل القدر عالم تھے ، نمایاں شان تھی
حلقۂ اہلِ خرد میں اک الگ پہچان تھی

دارالافتا سب سے پہلے شہر میں باقاعدہ
آپ نے ہی اپنی جدوجہد سے قائم کیا

فقہ کی باریکیوں پر تھی بہت گہری نگاہ
فقہ و افتا میں تھی مرجع ان کی علمی بارگاہ

عاجزی و انکساری سے مزین تھی حیات
واقعی گنجینۂ علم و عمل ان کی تھی ذات

عدل و انصاف و مساوات و رواداری کے ساتھ
زندگی اپنی بسر کی شانِ خودداری کے ساتھ

خطبِ علمی ہے جو اک مشہور خطبے کی کتاب
درحقیقت آپ ہی کی ہے یہ کاوش لاجواب

آپ کے شاگرد تھے اک جن کا ''علمی'' نام تھا
آپ نے ان کو اشاعت کے لئے کردی عطا

دور شہرت سے ہمیشہ آپ کی فطرت رہی
کام ہو بس دین و ملت کا، یہی چاہت رہی

اس کا خود مولانا علمی نے کیا ہے اعتراف
ان کی اک تحریر سے اس کا ہوا ہے انکشاف

شہ امام احمد رضا خاں کے ہیں جو جدِّ کریم
کاروانِ اہل سنت کے تھے اک فردِ عظیم

ہیں انہی کے شاہزادے شاہ علامہ نقی
دھوم جن کے علم کی اکناف عالَم میں مچی

شاہ علامہ نقی ہیں اعلیٰ حضرت کے پدر
جن کے دامن میں ہیں اوصافِ حمیدہ کے گہر

حضرتِ مفتی نقی تھے علم وفن کے تاجدار
مسندِ تدریس و افتا کا بڑھا ان سے وقار

صاحبانِ فقہ و افتا میں ہوئے وہ نامور
بادشاہ علم ، اقلیم سخن کے تاجور

ذاتِ عالی مرتبت تھی مرجع علم وادب
اک سے اک پایا لقب ،علمی جلالت کے سبب

ملتِ بیضا کی ترویج و اشاعت کے لئے
زندگی تھی وقف ناموسِ رسالت کے لئے

شاہ علامہ نقی تھے فقہ و منطق کے امام
جن کا فقہائے عجم میں ہے بڑا اعلیٰ مقام

ہے جھلکتا جملہ تصنیفات سے علمی وقار
کاوشاتِ علمیہ ہیں ساری ان کی پائیدار

ان کی تصنیفات تو تعداد میں چالیس ہیں
امتدادِ وقت سے لیکن بچیں چھبّیس ہیں

ان کی تصنیفات میں ہے ایک ''میلاد و قیام''
استفادہ کررہے ہیں جس سے اب بھی خاص و عام

ایک ہے '' تقویۃ الایمان کا رد'' نام سے
مکتبوں میں اب بھی مل سکتی ہے یہ آرام سے

اور اک سورہ الم نشرح کی بھی تفسیر ہے
رنگ اس کا بھی ہے علمی ، پرکشش تحریر ہے

ایک ہے سرکارِ دوعالم کی سیرت پر کتاب
اپنی نوعیت کی ہے تصنیف یہ بھی لاجواب

جملہ تحریرات میں ہے ندرتِ علم وادب
تشنگانِ علم و فن کو ان کی رہتی ہے طلب

آج بھی ان کی کتب کا فیض ہرسو عام ہے
اعلیٰ حضرت کے پدر پر رب کا یہ انعام ہے

یہ حقیقت ہے کہ ان کی ہر کتابِ مستطاب
اہل سنت کے لئے تحفہ ہے بیحد لاجواب

نظم میں ساری کتب کا تذکرہ ممکن نہیں
وہ طویل الاسم ہیں اور حد میں ہے شعری زمیں

بارہ سو چورانوے ہجری میں مارہرہ گئے
اور بیعت کا شرف آل نبی سے پاگئے

کرکے بیعت شیخ نے بخشی خلافت کی سند
شیخ کی نظروں میں تھے پہلے سے ہی وہ معتمد

بارہ سو پنچانوے ہجری کا وہ جاری تھا سال
حج کعبہ اور زیارت سے ہوئے جب مالامال

ان دنوں تھی ہلکی پھلکی کچھ طبیعت بھی خراب
پھر بھی طیبہ کی زیارت کا نہ کم تھا اضطراب

حج کعبہ سے ہوئے فارغ ، مدینہ آگئے
سبز گنبد کی زیارت کی سعادت پاگئے

یہ سفر شہرِ حبیبِ پاک کا تھا آخری
خوب جی بھر کر دل و جاں کی بجھائی تشنگی

نور آنکھوں میں مدینے کا لئے ، لوٹے وطن
پھر ہوئے دین و شریعت کی اشاعت میں مگن

کچھ دنوں تک اور کرکے سنیت کو مالامال
بارہ سو ستانوے ہجری میں فرمایا وصال

مہرباں ان پر خدائے پاک کی رحمت رہے
بارشِ غفران میں ڈوبی ہوئی تربت رہے

خاندانی یہ ہے پس منظر بطورِ اختصار
متفق اس تذکرے پر ہیں سبھی سیرت نگار

☆☆☆

ولادت اور عہدِ طفلی کے حالات و کمالات

ہجری بارہ سو بہتر، دن تھا دس شوال کا
چودہ جون ، اٹھارہ سو چھپن تھا ، شمسی سال کا

وہ گھڑی تھی دوپہر کی ، دن بھی دوشنبہ کا تھا
تھی فضاؤں میں اذانِ ظہر کی پھیلی صدا

پڑرہی تھی بارشِ فضلِ الٰہی کی پھُوار
گھر میں ہر اِک سمت خوشیوں کی ہُویدا تھی بہار

بزمِ عالم میں مچی تھی آمدِ والا کی دھوم
گھر پہ علامہ نقی کے تھا مسرت کا ہجوم

وہ نویدِ فضل مولیٰ لے کے جلوہ گر ہوئے
اہلِ خانہ رحمتِ یزداں سے بہرہ ور ہوئے

بن کے آئے دہر میں فضلِ الٰہی کا نشاں
خوش تھے نومولود کی آمد پہ اہلِ خانداں

آپ کی جائے ولادت کا جسولی نام ہے
اس محلے کا ابھی تک فیض ہرسو عام ہے

یہ محلہ مرکزِ فن تھا بریلی شہر میں
آپ کے صدقے ہوا مشہور یہ بھی دہر میں

وقتِ آمد تھا مسرت کا ہجوم اُمڈا ہُوا
بعدِ پیدائش ''محمد'' نام دادا نے رکھا

نام جو رکھا گیا تاریخی ''المختار'' ہے
اس سے بھی ہوتا کمالِ علم کا اظہار ہے

ہجری بارہ سو بہتّر اس کے ہوتے ہیں عدد
سالِ پیدائش میں ہے یہ نام بے حد مستند

نام پورا جدِّ امجد نے رکھا احمد رضا
اس میں شامل آپ نے فرمایا عبدِ مصطفیٰ

ہر ادا تھی عہدِ طفلی کی ، حسین و لاجواب
سامنے جیسے کُھلی ہو حسنِ سیرت کی کتاب

عام بچوں سے جدا تھی عہدِ طفلی کی روش
کھینچتی تھی دل کو تہذیب و شرافت کی کشِش

کھیل اور تفریح کی جانب نہ جاتا تھا دھیان
لغو باتوں سے ہمیشہ پاک رہتی تھی زبان

خرد سالی میں بھی رہتی تھی کتابوں پر نگاہ
ڈھونڈتی رہتی تھیں چشمانِ تجسس درس گاہ

تھے بحمد اللہ بچپن سے نہایت ہی ذہین
قوتِ اخاذ ان کے پاس تھی کامل ترین

چند لمحے کھول کر رکھتے کتابوں کے ورق
یاد ہوجاتا تھا اتنی دیر میں پورا سبق

قلب نورانی، جبیں روشن، منور تھی نگاہ
دستِ قدرت نے عطا کی تھی ذہانت بے پناہ

وقتِ بسم اللہ خوانی کا ہے یہ اک واقعہ
بعدِ بسم اللہ الف با کا جب آیا مرحلہ

پڑھتے پڑھتے لام الف کے پاس جا کر رُک گئے
بولے استاذِ گرامی، آگے بڑھیے! کیوں رُکے

آپ نے فرمایا ہم نے ’’ لام الف‘‘ تو پڑھ لیا
تو دوبارہ کیسے آئے یہ حروفِ سابقہ

جدِّ امجد تھے نبیرہ کے قریں بیٹھے ہوئے
اندر اندر وہ بھی استعجاب کی حالت میں تھے

چونکہ اُن کے قلب و جاں پر سرِّ حق مرقوم تھا
کیسا بچہ ہے انھیں اچھی طرح معلوم تھا

ان کو تو کشف و بصیرت میں بھی تھا حاصل کمال
جانتے تھے ذہن پر بچے کے، کیوں اُبھرا سوال

بولے وہ، پڑھ لیجئے استاذ نے جو ہے کہا
حکم کی تعمیل کی اور آپ نے پھر پڑھ لیا

جدِّ امجد جانتے تھے خوب ، طفلِ پاکباز
آگے چل کر کھینچنے والا ہے خطِ حق نواز

پھر حروفِ مفردہ کی اور مرکب کی صفات
اور انھیں سمجھائی ہمزہ اور الف میں جو تھی بات

اتنی چھوٹی عمر میں فہم و ذکاوت دیکھ کر
جھوم اٹھی بزم اعزہ ، مسکرایا سارا گھر

جدِّ امجد تو دعا کرتے تھے یہ اللہ سے
کردے مالا مال مولیٰ ان کو عزوجاہ سے

رب تعالیٰ نے عطا فرمائی وہ فہم و ذکا
چار سالہ عمر میں ہی ناظرہ پورا کیا

عام چھٹواں سال میں ہی فیض کی تنویر کی
بزم میلاد النبی میں بے جھجھک تقریر کی

جب سنی تقریر لوگوں نے تو برجستہ کہا
ہے عیاں طرز بیاں سے شخصیت کا ارتقا

عقل و دانائی فراست اور ذہانت دیکھ کر
اہلِ خانہ کرتے عش عش ذوق و رغبت دیکھ کر

آپ نے سارے علومِ عقلیہ و نقلیہ
والدِ ماجد سے ہی حاصل کیے باضابطہ

مرزا قادر بیگ جو اک محنتی استاذ تھے
منشعب ، میزان اُن سے کچھ دنوں میں پڑھ گئے

آپ کی حاضر جوابی کا نہ تھا کوئی جواب
تھا عیاں چہرے سے علم و آگہی کا آفتاب

خیرہ آنکھوں کو کیا کرتا تھا پیشانی کا نور
چہرۂ انور سے ہوتا تھا شرافت کا ظہور

ہیں حسیں عہدِ طفولیت کے سارے واقعات
جن میں پوشیدہ شعورو آگہی کے ہیں نکات

آپ اک دن اپنے ہی کاشانۂ اقدس کے پاس
جسم پر پہنے ہوئے پاکیزہ وستھرا لباس

پڑھ رہے تھے مولوی صاحب سے قرآنِ حکیم
قرب میں جلوہ فگن تھے آپ کے جدِّ کریم

مولوی صاحب پڑھاتے جارہے تھے ناظرہ
آپ فَر فَر پڑھتے جاتے تھے کلامِ کبریا

اک جگہ پر ہورہی تھی مولوی صاحب کو دیر
وہ پڑھاتے تھے زبر تو آپ پڑھ دیتے تھے زیر

مولوی صاحب پڑھاتے تھے زبر ہی بار بار
لیکن اس کو زیر پڑھتا تھا یہ طفلِ ہونہار

مولوی صاحب نے فرمایا کہ اے احمد میاں
کیوں تردُّد ہورہا ہے بار بار آخر یہاں

بولے، جانے کیوں نہیں آتا زباں پر یہ زبر
مجھ کو لگتا ہے یہاں پر کچھ معمہ ہے دِگر

مولوی صاحب تھے سوچ وفکر میں کچھ مبتلا
بچہ ایسے بولتا ہے کیوں؟ یہ کیا ہے ماجرا

اتفاقاً جدِّ امجد تھے وہیں بیٹھے ہوئے
بولے ، نسخہ دوسرا قرآن کا لے آیئے

کھول کر قرآن جب اعراب پر ڈالی نگاہ
تو یہی کہنے لگے وہ حاملینِ عز و جاہ

ذہن میں احمد رضا کے تو بجا تشکیک ہے
اس جگہ پر زیر ہی ہے کیا نظر باریک ہے

دیکھئے اعراب میں کاتب نے کردی ہے خطا
زیر کے بدلے زَبر اس نے یہاں پر لکھ دیا

اہل محفل ماجرا یہ دیکھ کر حیران تھے
اس ادائے خاص پر مسرور دادا جان تھے

چوم کر پیشانی اُس دم جدِّ امجد نے کہا
ایسا بچہ میرے گھر ہے ، شکر ہے اللہ کا

تندہی کے ساتھ جاری رکھّا تعلیمی سفر
ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی سامنے فتح و ظفر

پونے چَودہ سال میں روشن نئی قندیل کی
آپ نے جملہ علومِ پاک کی تکمیل کی

ہجری بارہ سو چھیاسی ماہ تھا شعبان کا
اک رضاعت کا انہی ایام میں فتویٰ لکھا

اور ابا جان کو جاکر دکھایا آپ نے
پڑھ کے فتویٰ دی دعاے خیر مشفق باپ نے

جانچا پرکھا تو لگا فتویٰ نہایت ہے اہم
ڈگمگایا تھا نہ اک ذرہ برابر بھی قدم

بس اسی دن کارِ افتا کی امانت سونپ دی
باپ نے بیٹے کو اک شرعی عدالت سونپ دی

آپ کی افتا نویسی کی تھی وہ پہلی بہار
اس کے بعد اس مملکت کے آپ ہی تھے تاجدار

☆☆☆

حسنِ سیرت و عادات و خصائل

حسنِ سیرت سے مزین تھے امام احمدرضا
منفرد ان کے خصائل اور نرالی تھی ادا

ان کی جملہ خوبیوں پر خوبیوں کو ناز تھا
کیونکہ اُن کی زندگی کا منفرد انداز تھا

پیکرِ خُلق و مروت ، ذات تھی قدسی صفات
عطر آگیں اور پاکیزہ تھے اوراقِ حیات

پاک طینت، نیک خصلت، نرم دل، سادہ مزاج
حسنِ کردارو عمل کا خوبصورت امتزاج

تھے حلیم الطبع وہ، اخلاق تھا کافی بلند
اِس لئے اہلِ محبت اُن کو کرتے ہیں پسند

پیش آتے خندہ پیشانی سے مہمانوں کے ساتھ
اک گلِ ایثار تھے وہ اپنوں ، بیگانوں کے ساتھ

دستِ قدرت نے بنایا تھا اُنھیں فیاض دل
ان کا دریائے کرم رہتا تھا جاری مستقِل

ہر ضرورت مند کی کرتے تھے وہ پوری طلب
تھا انوکھا ان کی ہمدردی و غم خواری کا ڈھب

ہر فلاحی اور رفاہی کام میں رہتے شریک
سارے بگڑے کام کو لمحوں میں کردیتے تھے ٹھیک

کام لیتے تھے ہمیشہ عدل اور انصاف سے
تھے وسیع القلب، بچتے تھے مگر اسراف سے

خواہشِ زر اور نہ کرتے دنیوی دولت کی چاہ
ان کی ذاتِ پاک تھی انسانیت کی خیر خواہ

منہمک رہتے سدا اخلاق کی تعمیر میں
دن گذرتا سارا ذہن و قلب کی تطہیر میں

ان کی شخصیت کا ہر پہلو ہے بحرِ بے کراں
اِس لئے ہر سمت بکھری ہے چمن میں داستاں

تھے وہ حسنِ ظاہری و باطنی سے سرفراز
اُن پہ اہلِ دین و دانش اِس لئے کرتے ہیں ناز

دشمنانِ دیں سے رکھتے تھے نہ کوئی ربط وضبط
اس لیے نالاں تھے ان کی ذات سے یہ اہل خبط

خود کو بس مامور رکھتے مذہبی خدمات پر
کرتے سختی سے عمل اسلامی تعلیمات پر

حسنِ سیرت سے تھی ان کی زندگی آراستہ
بغض و کینہ سے نہیں تھا دور کا بھی واسطہ

اہلِ تقویٰ اور اربابِ تصوف کے امیر
تھے وہ اپنے عہد میں اسلامی قدروں کے سفیر

عاجزی و انکساری کو بنا کر وہ شعار
نفس کی تہذیب کا ماحول کرتے سازگار

اک ذرا بھی اپنی شہرت پر نہ تھا ان کو غرور
وہ تصنع اور ریاکاری سے بھی رہتے تھے دور

سنتِ نبوی کا تھا اظہاریہ اک اک عمل
وہ نفاذِ شرعِ اسلامی میں کرتے تھے پہل

الغرض ، وہ تھے صفاتِ عالیہ سے متصف
ان کا ہر سیرت نگار اس کا رہا ہے معترف

اصل میں وہ تھے تصوف اور طریقت کے امیں
پھر نہ کیوں ہو ان کی ہستی قابلِ صد آفریں

تھا نہ تھوڑا بھی تضاد اقوال اور افعال میں
سنتِ نبوی کی کرتے پیروی ہر حال میں

تھا عبادت کا طریقہ انتہائی دلنواز
باجماعت ہی پڑھا کرتے تھے مسجد میں نماز

طرزِ عشقِ مصطفیٰ ذوالنون مصری کی طرح
شوقِ علمی تھا جلال الدین رومی کی طرح

مجتمع جب ایک ہستی میں ہوں اتنی خوبیاں
کیوں نہ بزمِ سنیت کی ہو وہ پھر روح و رواں

پابندیٔ شرع و معمولاتِ حیات

عاشقِ صادق نبی کے ہیں امام احمد رضا
عشق کا زریں اثاثہ ان کو ورثے میں ملا

ذاتِ بابرکات میں ہے حبّ احمد کی کشش
غیرتِ عشقِ نبی کی ہے جداگانہ روش

ہر گھڑی ذکرِ الٰہی سے زباں رہتی تھی تر
تھا فروغِ عشق ان کا مطمحِ فکر و نظر

خوب احکامِ شریعت کا وہ فرماتے خیال
اتباعِ دیں میں ان کی ذات تھی روشن مثال

شرعی احکامات کے پابند تھے احمد رضا
اس لئے تو اتنی دل آویز تھی اک اک ادا

کرتے اوراد و وظائف کا ہمیشہ اہتمام
عام دن ہو یا رجب ، شعبان یا ماہِ صیام

باجماعت کرتے مسجد میں نمازیں وہ ادا
سردی ہو ، گرمی ہو ، چاہے دَور ہو برسات کا

گھر سے اکثر جایا کرتے تھے وہ فرما کر وضو
بیٹھتے تھے باادب مسجد کے اندر قبلہ رو

موسمِ گرما میں بعد عصر دروازے کے پاس
تشنگانِ دید کی اکثر بجھا کرتی تھی پیاس

موسمِ سرما میں بعدِ عصر مسجد کے درون
معتکف ہوکر لٹاتے رہتے گلہائے فنون

علم کے دریا بہاتے رہتے ملفوظات سے
سامعیں محظوظ ہوتے رہتے ارشادات سے

جمعہ کے دن تو نمازِ جمعہ پڑھ لینے کے بعد
عصر تک ہوتا تھا بزمِ تربیت کا انعقاد

پھیلی ہوتی ان کے علم و فن کی خوشبو چارسو
علمی ، فکری، مذہبی ہوتی تھی ان کی گفتگو

بسترِ اقدس پہ سونے کا طریقہ تھا عجب
اس ادا سے بھی جھلکتی الفتِ شاہِ عرب

داہنی کروٹ پہ دونوں ہاتھ رکھتے موڑ کر
میم حا کا خوشنما نقشہ نظر آتا تھا سَر

اور کمر کچھ اس طرح رکھتے کہ بن جاتی تھی میم
پائے اقدس یوں کہ بنتی دال کی شکلِ عظیم

حرزِ جاں تو تھے ہی ان کو اسم احمد کے حروف
اس طرح سوتے کہ بن جاتے محمد کے حروف

یہ تھا اُن کے عشق کا انداز اللہ الصمد
پھر نہ کیوں قرباں ہوں اُن پر دل سے اصحابِ خرد

کُلّی کرتے وقت داڑھی پر وہ رکھتے بایاں ہاتھ
پانی دائیں ہاتھ سے لیتے بڑی خوبی کے ساتھ

مسکراتے تھے مگر ٹھٹھا نہ کرتے تھے پسند
گفتگو شائستہ ہوتی تھی مگر لہجہ بلند

دوسرے کا کنگھا استعمال فرماتے نہ تھے
ٹوٹے شیشے میں وہ اپنا خط بھی بنواتے نہ تھے

پاؤں پھیلاتے نہ تھے ہرگز وہ قبلے کی طرف
کلی کرکے پھینکتے پانی نہ کعبے کی طرف

ابتدا سے ہی انھیں عادت رہی مسواک کی
چونکہ ہے مسواک سنت ، صاحبِ لولاک کی

بیٹھتے دو زانو ہوکر محفلِ میلاد میں
عشق کی خوشبو تھی پنہاں اس گلِ ارشاد میں

راہ میں آہستہ آہستہ وہ رکھتے تھے قدم
دور ہی رہتے تھے اُن سے راستے کے پیچ وخم

باوضو رہنے کی عادت تھی انھیں شام و سحر
ہر نمازِ فرض پڑھتے تھے عمامہ باندھ کر

پانی پینے کے لئے ہوتا پسندیدہ گلاس
جمعہ اور منگل کے دن تبدیل فرماتے لباس

مختصر سے مختصر تھی روز مرہ کی غذا
ایک یا پھر ڈیڑھ بسکٹ ، اک پیالی شوربا

شوربا بکری کا ہوتا تھا مگر بے مرچ کے
اور بسکٹ وہ لیا کرتے تھے سوجی کے بنے

وہ بھی روزانہ نہیں ، ناغہ بھی ہوجاتا کبھی
دیکھ کر کنجِ قناعت دنگ رہتے تھے سبھی

شرعِ اسلامی سے جب کرتا کوئی صرفِ نظر
اس کو فوراً ٹوک دیتے آپ بے خوف و خطر

آنے دیتے تھے تساہل کو نہ دینی کام میں
کیونکہ بیحد سخت تھے وہ شرع کے احکام میں

کیوں نہ ہو روشن امام احمد رضا کی زندگی
ان کو تھی محبوب ربِّ مصطفیٰ کی بندگی

عشقِ شاہِ دوجہاں نے کردیا اتنا بلند
ہر طرف ذکر رضا کا آج ہے جھنڈا بلند

بیعت وخلافت اور مرشد کی نگاہِ عنایت

بارہ سو چورانوے ہجری کا ہے یہ واقعہ
دیکھیے! کیسے درِ مرشد پہ پہنچے ہیں رضا

عمر کی تھی ان دنوں بائیسویں فصلِ بہار
چہرۂ زیبا سے تھی علمی جلالت آشکار

بج رہا تھا آپ کی عظمت کا ڈنکا چارسو
تھی زبانِ خلق پر لمحہ بہ لمحہ گفتگو

اُن دنوں کا تذکرہ ہے اُن دنوں کی بات ہے
دیکھ لیجے کیسے نسبت سے نکھرتی ذات ہے

اک بڑے ممتاز عالم حضرتِ تاج الفحول
جن کو وافر تھا ملا سرمایۂ عشقِ رسول

وہ بدایوں سے بریلی آتے رہتے تھے سدا
تھا امام احمد رضا سے ان کا اچھا رابطہ

ان کے ہی ایما پہ مارہرہ کا طے پایا سفر
پہونچے ان کے ساتھ مارہرہ وہ ہمراہِ پدر

اللہ اللہ بارگاہِ سیدی آلِ رسول
حجرۂ اقدس میں تھا بارانِ رحمت کا نزول

نور کا منظر نظر آتا تھا تاحدِ نگاہ
تھی کشادہ مرشدِ کامل کی نوری بارگاہ

چشمۂ برکاتِ مارہرہ تھا جاری ہر طرف
چن رہے تھے لوگ اس بحرِ تصوف سے صدف

دیکھتی تھی عرش کی قندیل کو ان کی نظر
معرفت کے نور کا دریا تھا جاری سر بسر

شہ امام احمد رضا حاضر ہوئے با احترام
خوب تھا معلوم ان کو شیخِ کامل کا مقام

دیکھتے ہی ان کا چہرہ بولے شیخِ نامدار
مرحبا صد مرحبا ! تھا آپ ہی کا انتظار

باادب حاضر ہوئے قطبِ زماں کے سامنے
قدرداں آیا ہو جیسے قدرداں کے سامنے

الغرض! ہمراہِ والد ان سے بیعت ہوگئے
تھام کر دامانِ سید، عالی نسبت ہوگئے

کر کے بیعت پیرِ کامل نے خلافت بخش دی
تھی جو ان کے پاس روحانی امانت بخش دی

جبکہ محتاطین میں تھے سیدی آلِ رسول
طالبوں کو وہ بتاتے تھے طریقت کے اُصول

پہلے سمجھاتے طلب کی راہ کے رازو نیاز
پھر خلافت سے کسی کو آپ کرتے سرفراز

اعلیٰ حضرت کو مگر فوراً خلافت مل گئی
سب کو جو ملتی نہ تھی ایسی سعادت مل گئی

واقعہ یہ ان کے معمولات کے برعکس تھا
دیکھ کر حیران تھے سب یہ انوکھا ماجرا

رب ہی جانے بات کیا تھی خاص اس مہمان میں
مل گئی کیسے خلافت اس طرح اک آن میں

حضرتِ نوری میاں بھی تھے وہیں پر جلوہ گر
وہ یہ فرمانے لگے اِس واقعے کو دیکھ کر

دادا جان اِن پر ہوئے کیوں آپ اتنے مہرباں
یوں بہ آسانی خلافت تو نہیں ملتی یہاں

بولے مرشد یہ مصفیٰ قلب لے کر آئے ہیں
یہ تو زہدو اتقا کے بن کے پیکر آئے ہیں

دل اگر میلا رہے تو ہے صفائی ناگزیر
ان کا دل ہے پاک اور روشن ہے پہلے سے ضمیر

صرف نسبت کی اِنہیں حاجت تھی نسبت مل گئی
غوثِ اعظم کی غلامی کی سعادت مل گئی

حضرتِ احمد رضا جب ہوگئے ان سے مرید
تو یہ مرشد نے زباں سے خود ہی فرمایا مزید

فکر تھی محشر کے دن پوچھے گا جب مجھ سے خدا
بول؟ میرے واسطے دنیا سے تو لایا ہے کیا

شکر ہے مولیٰ کا اب سے ہوگئی وہ فکر دور
مجھ سے پوچھے گا بروزِ حشر جب ربِّ غفور

لے کے تو دنیا سے میرے واسطے آیا ہے کیا!
میں کہوں گا یا خدا لایا ہوں میں احمد رضا!

☆☆☆

اولادامجاد

تھیں امام احمد رضا کی پانچ صاحب زادیاں
شانِ زہدو اتقا تھی ان کی سیرت سے عیاں

مصطفائی بیگم ان کی بیٹیوں میں تھیں بڑی
جن کی شادی حضرتِ شاہد علی خاں سے ہوئی

بھانجے رشتے میں حضرت کے تھے وہ شاہد علی
دین کے ماحول میں ہی تربیت جن کی ہوئی

دوسری بیٹی بھی تھیں آراستہ کردار سے
منجھلی بیگم ان کو سب کہتے تھے گھر میں پیار سے

نام ہے خاوند کا ان کے ، حمید اللہ خان
ہے بریلی کے پُرانے شہر میں ان کا مکان

سنجھلی بیگم تیسری بیٹی کو کہتے تھے سبھی
شادی استادِ زمن کے شاہزادے سے ہوئی

چھوٹی بیگم چوتھی شہزادی کا عرفی نام تھا
ابن استادِ زمن ''حسنین'' سے رشتہ ہوا

پانچویں بیٹی بھی تھیں حسنِ ورع سے مالامال
سیرتِ زہرا نے بخشا تھا تقدس اور جمال

چھوٹی بَنّو پیار سے کہتے تھے اہلِ خاندان
نام ہے خاوند کا ان کے مجیداللہ خان

نیک سیرت، پاک دامن تھیں یہ پانچوں بیٹیاں
ہیں معطر ان سے ایثار و وفا کی وادیاں

☆☆☆

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری

اعلیٰ حضرت کے ہیں دو شہزادگانِ محترم
دونوں کے دونوں خدا کے فضل سے ہیں ذی حشم

ہیں بڑے علامہ و مولانا شہ حامد رضا
جن کے علم و فضل کا آفاق میں شہرہ ہوا

قائدانہ طنطنہ ان کا بہت مشہور ہے
ان کے الطاف و کرم سے اک جہاں معمور ہے

تھے نہایت خوبصورت، خوب رو اور خوش ادا
ناز فرماتے تھے ان پر سیدی احمد رضا

ان کے رخ سے تھی ہویدا علم و فن کی آب و تاب
حجۃ الاسلام کا پایا زمانے میں خطاب

ہے اٹھارہ سو پچھتر ان کی پیدائش کا سال
عہد طفلی سے ہی تھے یہ خوش خصال و خوش خیال

ان کی بسم اللہ خوانی کی تھی دادا جان نے
یعنی علامہ نقی خاں قائدِ ذی شان نے

والدِ ماجد کی نگرانی میں رہ کر بادب
اکتسابِ علم و فن کرتے تھے حضرت روز و شب

کی تھی بارہ سال تک والد سے تحصیلِ علوم
خوب چمکے آسمانِ علم پر مثلِ نجوم

بوالحسینِ احمدِ نوری سے بیعت کے لئے
خود امام احمد رضا خاں لے کے مارہرہ گئے

حجۃ الاسلام تھے والد کے ایسے جانشیں
علم و فن میں دور تک جن کا کوئی ثانی نہیں

ان کو والد نے بنایا ماہر علم و قلم
شانِ ہندو پاک ہی کیا بن گئے فخرِ عجم

فتویٰ لکھنے میں ید طولیٰ انھیں حاصل ہوا
لمعۂ فن سے مجلّٰی عہدِ مستقبل ہوا

منظر اسلام تھا ان کے ہی زیر اہتمام
بٹ رہے ہیں آج بھی اس میکدے سے فن کے جام

ان کی علمی قابلیت کا تھا چرچا ہر طرف
پایا حضرت نے رضا کی جانشینی کا شرف

گفتگو میں سادگی ہوتی مگر بیحد فصیح
دیکھتی رہ جاتیں آنکھیں ایسا چہرہ تھا ملیح

منتظر رہتی تھی دنیا دیکھنے کو اک نظر
غیر مسلم کلمہ پڑھ لیتے تھے چہرہ دیکھ کر

حسنِ صورت میں یگانہ ،حسنِ سیرت میں فقید
بزمِ فکرو آگہی میں عہد کے فردِ فرید

ماہرِ تدریس، نکتہ سنج ، مایہ ناز ادیب
عالمِ اسلام کے ممتاز و شائستہ خطیب

ہے جو اک ''الدولۃ المکیہ'' تصنیفِ رضا
آپ نے اس کا کیا اردو زباں میں ترجمہ

شعر گوئی میں بھی حاصل ہے انھیں اعلیٰ مقام
ہے کلاسیکی ادب کا آئینہ ہر اک کلام

شاعری عربی میں برجستہ کیا کرتے تھے وہ
عشق میں ڈوبی ہوئی نعتیں کہا کرتے تھے وہ

دعوتی ، علمی و دینی تھے مشاغل بے شمار
اس میں رہتے تھے منظم طور سے مصروف کار

اعلیٰ حضرت کی کتابوں کی اشاعت میں سدا
کرتے رہتے تھے تگ و دو حضرتِ حامد رضا

ان کی تصنیفات ہیں اپنی جگہ پر بے نظیر
ان کی تحریرات کہتی ہیں ، قلم کے تھے امیر

خانقاہِ رضویہ سے منظرِ اسلام تک
آج بھی موجود ہے ان کی مساعی کی دمک

رضویت کی دہر میں پھیلی جو ہے نوری کرن
حجۃ الاسلام نے بیحد کیا اس میں جتن

اعلیٰ حضرت کے ہیں مظہر حضرتِ حامد رضا
ان سے ہی آگے بڑھا ہے خاندانی سلسلہ

شہر یارِ بزمِ حکمت، ملکِ فن کے تاجدار
خاندانِ اعلیٰ حضرت کا بڑھا ان سے وقار

آسمانِ علم و فن کے بدرِ کامل بن گئے
شوکتِ علمی سے وہ فخرالاماثل بن گئے

بابِ علم وفن میں ہیں ان کے فتاوے شاہکار
فقہ کی باریکیوں کے تھے مسلّم جان کار

ترجمہ، تخریج میں بھی ان کو حاصل تھا کمال
دور تک تاریخ گوئی میں نہیں ملتی مثال

اعلیٰ درجہ کے مناظر حجۃالاسلام تھے
بدعقیدوں کے لئے وہ حق کی اک صمصام تھے

جب گئے لاہور وہ بن کے مناظر ایک بار
نام سن کر دیو کے بندوں نے لی راہِ فرار

فتح مندی کے علم گاڑے انوکھے طور سے
جیت کر میداں بریلی آگئے ، لاہور سے

رہبرانِ سنیت میں تھے بڑے ہی کام کے
ہیں بہت سے کارنامے حجۃ الاسلام کے

عمر اڑسٹھ سال کی تھی جب ہوا ان کا وصال
تیرہ سو باسٹھ ہے ہجری ان کا سالِ انتقال

☆☆☆

مفتیٔ اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں

مفتیٔ اعظم ہیں فرزندِ امام احمد رضا
یہ شرف بھی خوبیٔ قسمت کا دیتا ہے پتا

کیوں نہ اپنی نیک بختی پر رہیں نازاں پسر
عبقری الدہر اور نامی گرامی تھے پدر

روشنی ان کے وجودِ ناز کی مدّھم نہیں
ہیں رضا کے شاہزادے یہ سعادت کم نہیں

اس میں کوئی شک نہیں، ہستی ہے ان کی پاک باز
مرجعیت سے کیا مولیٰ نے ان کو سرفراز

مفتیٔ اعظم ہیں چھوٹے اور بڑے حامد رضا
دونوں شہزادوں کا ہے اونچا مقام و مرتبہ

دونوں ہیں اپنی جگہ پر آفتاب و ماہتاب
ہر طرح سے بے بدل اور بے نظیر و لاجواب

مفتیٔ اعظم ہیں علم و عشق کے کوہِ گراں
رازیٔ دوراں، امام العصر، مقبولِ زماں

خوبیاں ہی خوبیاں ہیں ان کی روشن ذات میں
منفرد ہیں علم کے ہرایک شعبہ جات میں

ان کی، ہجری تیرہ سو دس میں ولادت تھی ہوئی
آمدِ والا سے سارے شہر میں آئی خوشی

جب جہاں میں جلوہ فرما مفتیٔ اعظم ہوئے
حضرتِ احمدرضا اس وقت مارہرہ میں تھے

صبح دم نوری میاں سرکار نے ان سے کہا
آپ کے گھر طفل اک پیدا ہوا ہے چاند سا

آلِ رحماں نام نامی ہو چکا ہے منتخب
غیب سے مجھ کو بشارت یہ ملی ہے وقتِ شب

خود امام احمدرضا نے خواب دیکھا تھا یہی
صبح کو نوری میاں صاحب نے فرمایا وہی

پھر مبارک باد دی نوری میاں نے اور کہا
غائبانہ کرلوں بیعت اذن ہو گر آپ کا

اعلیٰ حضرت نے اجازت دی تو فرمایا مرید
بِک گئے سید کے ہاتھوں ان کے فرزندِ سعید

آلِ رحماں کے لیے پھر جبہ فرمایا عطا
اور بریلی جلد ہی آنے کے بارے میں کہا

چھ مہینے بعد جب مہماں ہوئے نوری میاں
گود میں اس ننھے کو لیکر ہوئے وہ شادماں

کردی پھر جملہ سلاسل کی خلافت بھی عطا
اور بشارت دی ولی ہوگا یہ بچہ ، وقت کا

تھی الگ شانِ ادا اس مرد حق آگاہ کی
ایک سید نے گواہی دی تھی عزہ و جاہ کی

کیوں نہ ہوتی مفتیٔ اعظم کی پھر ہستی عظیم
مہرباں ان پر رہا ہر دم خداوندِ کریم

عہدِ طفلی سے ہی ظاہر تھا بلندی کا نشاں
چہرۂ زیبا سے آثارِ ولایت تھے عیاں

تربیت فرمائی خود والد نے ان کی روز و شب
ہاتھ آئی بے تحاشہ دولتِ علم و ادب

منظر اسلام سے حاصل کیے جملہ علوم
مچ گئی آغاز ہی میں حکمت و دانش کی دھوم

ہوتے ہی فارغ رضاعت پر لکھا اک مسئلہ
یعنی بیٹے نے بھی والد کی ہی سنت کی ادا

ان کی تھی فقہی قواعد پر بڑی گہری نظر
اس لیے ہوتے فتاویٰ انتہائی معتبر

دیکھ کر فتویٰ تھے بیحد شاد امام احمد رضا
ان کو پھر اک مہر بھی بنوا کے فرمائی عطا

مفتیٔ اعظم نے جب فتوی نویسی کی شروع
دھیرے دھیرے اہل دیں کرنے لگے ان سے رجوع

مطمئن ان کے فتاویٰ دیکھ کر ہوتے رضا
دل کی گہرائی سے دیتے رفعتِ فن کی دعا

کارِ افتا میں رہے مشغول دلجمعی کے ساتھ
سایہ افگن تھا مسلسل والدِ ماجد کا ہاتھ

خود ہی والد نے بنایا مفتیٔ دارالقضا
بس اِسی سے جان لیجے ان کا فقہی مرتبہ

فقہ کے میدان میں برپا کیا اک انقلاب
نوری کاشانے میں آکر لوگ ہوتے فیضیاب

چھا گئے دنیا میں بن کر مرجعِ ہر خاص و عام
مانتے تھے مقتدا اپنا فقیہانِ عظام

ان کا استحضار علمی تھا بہت ہی پائیدار
تھے وہ علم وفضل کے اک بحر نا پیدا کنار

کار افتا میں رہے مشغول ستر سال تک
علم کی ہر انجمن میں اب بھی ہے ان کی دھمک

اک زمانہ اب بھی ہے ان کے قلم سے بہرہ یاب
فقہ حنفی کو ملی ان سے نئی اک آب و تاب

دور تک ان کے معاصر میں نہ تھی ان کی مثال
فقہ کے میدان میں حاصل کیا ایسا کمال

علم کی خیرات لینے آتے اصحابِ علوم
بارگہ میں ہر گھڑی پیاسوں کا ہوتا تھا ہجوم

لاکھوں جویانِ طریقت ہوگئے ان سے مرید
کاروانِ دین و دانش آ کے ہوتا مستفید

فضلِ رب سے مرجعِ عشق و محبت بن گئے
آلِ رحماں ، تاجدارِ اہل سنت بن گئے

پیکر جود و سخا اور حاملِ فضل و شرف
تھا نفاذِ شرع ان کی زندگانی کا ہدف

اک یگانہ شان و عظمت کے فقیہ عصر تھے
تقویٰ و پرہیز گاری میں فرید دہر تھے

جب کوئی فتنہ اٹھا دین و شریعت کے خلاف
کردیا اس کے درو دیوار میں پیدا شگاف

فتنہ نس بندی کا اُٹھا تو کچل کر رکھ دیا
جب بھی باطل سامنے آیا مسل کر رکھ دیا

دین مصطفوی پہ رہ کر عمر بھر ثابت قدم
استقامت کی نئی تاریخ فرمادی رقم

خم شریعت کے اصولوں پر رہی ان کی جبیں
دہر میں ان کا نظر آتا نہیں ثانی کہیں

حج بیت اللہ کر آئے بنا تصویر کے
وہ کسی صورت میں بھی قائل نہ تھے تشہیر کے

عبقری ہے مفتیٔ اعظم کی ذاتِ بے مثال
ہیں وہ چرخ رضویت کے اک درخشندہ ہلال

ہوگئی آباد اک علم و عمل کی کائنات
بانوے سال آپ نے پائی بحمداللہ حیات

آپ کی اڑتیس تصنیفات و تالیفات کا
معتبر سیرت نگاروں نے کیا ہے تذکرہ

بالیقیں تھے مفتیٔ اعظم قلم کے بادشاہ
جامعیت ان کی نظم و نثر میں ہے بے پناہ

اپنے علم و فضل سے کر کے جہاں کو مالامال
چودہ سو دو ہجری میں حضرت نے فرمایا وصال

ان کی یادوں کے سدا کھلتے رہیں صدرنگ پھول
مرقدِ نوری پہ ہو بارانِ رحمت کا نزول

☆☆☆

خلفائے امام احمد رضا

آپ نے جن کو خلافت سے کیا ہے سرفراز
سب وہ اپنے دور کی شخصیتیں ہیں مایہ ناز

علم و حکمت کے فلک پر ہیں وہ مثلِ کہکشاں
ان کے فیضِ علم کا دریا مسلسل ہے رواں

عطرِ مجموعہ کے ہیں مانند وہ آفاق میں
جگمگاتے ہیں کتابِ عشق کے اوراق میں

اُن میں جتنے ہیں سبھوں کی شان وعظمت ہے بلند
سب کے سب ہیں ملتِ اسلامیہ کے درد مند

سب ہیں اپنی ذات میں پیکر، نمایاں شان کے
چھا گئے مردِ مجاہد بن کے ہر میدان کے

عالم و فاضل کوئی، کوئی قلمکارو ادیب
ملت اسلامیہ کا کوئی روحانی طبیب

کوئی اسلامی مفکر بن کے چھایا چار سو
اور کوئی ہے درسگاہِ علم و فن کی آبرو

بیشتر تو اُن میں ہیں اصحابِ قرطاس و قلم
جن کے علم و فن کا لہراتا ہے ہر جانب علَم

کچھ مناظر ہیں تو کچھ ہیں واعظِ نکتہ بیان
عالمی فکرو نظر والے کئی اک ترجمان

ایشیا سے لے کے یورپ تک ہے ان کا غلغلہ
یعنی انٹر نیشنل داعی کا منصب ہے ملا

کچھ تو بنگلہ دیش کے اور کچھ ہیں پاکستان کے
بیشتر ہیں رہنے والے ملکِ ہندوستان کے

چند افریقی ہیں ، چند اُن میں عرب کے ہیں مکین
قائدانہ شان رکھنے والے مخلص قائدین

ان میں ہیں مکی خلیفہ بھی کئی اک نامور
اورکئی مدنی ہیں شامل شخصیاتِ مقتدر

اک جگہ پر خود امام احمد رضا نے بالدّعا
چودہ خلفا کا کیا ہے نظم میں ہی تذکرہ

ایک موقع پر ہوا تھا ذکر جب تعداد کا
نام لکّھا آپ نے خود ہی پچاس افراد کا

میکدے میں آکے یوں اربابِ دیں پیتے رہے
اک چراغِ عشق سے جلتے رہے سو سو دِیے

دی خلافت آپ نے لوگوں کو اس کے بعد بھی
کچھ کو تحریراً تو کچھ کو ہے زبانی ہی ملی

گویا، ہر جانب رضا کے ہیں نمائندے کھڑے
ہر محاذ زیست پر مثل ہمالہ ہیں گڑے

ان مقدس ہستیوں میں ہیں کئی سادات بھی
عالمی شہرت کے حامل مستند حضرات بھی

ان کے دینی کارناموں کا مفصل تذکرہ
سیکڑوں اہل قلم ، اہل سخن نے ہے کیا

ان قلمکاروں میں ہے مسعود احمد کا بھی نام
ٹھوس ہے ہر زاویے سے جن کا تحقیقی نظام

حضرتِ مسعود نے تصنیف میں واضح کیا
ہے شرف دوسو سے زائد کو خلافت کا ملا

محترم صادق قصوری بھی ہیں اک اہلِ قلم
اس حوالے سے کیا ہے کام انہوں نے بھی اہم

نام ہے خلفاے اعلیٰ حضرت اس کا بالیقیں
معتمد گردانتے ہیں اس کو سب اربابِ دیں

ابتدا میں اس میں ترپن ہستیوں کا ذکر تھا
چونکہ ان کی جستجو کا تھا یہ پہلا مرحلہ

آئی اک تصنیف مولانا جلال الدین کی
اس کے اندر تیس ناموں کی نئ تحقیق تھی

یوں تراسی ہستیوں کا ذکر شامل ہوگیا
اہل سنت کو سکونِ قلب حاصل ہوگیا

اک محقق ہیں مجید اللہ صاحب قادری
جانفشانی کی انھوں نے اس حوالے سے بڑی

لائے اٹّھائس عرب کی ہستیوں کا نام وہ
کر گئے تحقیق کی دنیا میں نادر کام وہ

حضرتِ سید وجاہت قادری کی ہے جو ذات
جن کے حصے میں رہا کارِ فروغِ رضویات

رضویاتی فکر کی تشہیر پر تھے مستعِد
ان کی بھی تحریر اس عنوان پر ہے منفرد

الغرض دو سو سے زائد پر ہے سب کا اتفاق
اہل ہند و سندھ یعنی سب کا ہے اس پر وِفاق

بعض کا ان میں مگر ہے ذکر ملتا مختصر
بعض کے ہیں صرف اسما ، تذکراتی طور پر

لیکن اکثر ہستیوں کا آچکا ہے تذکرہ
ہورہا ہے کام دھیرے دھیرے باقی ماندہ

تذکرہ ہر ایک کا ، اک ساتھ آجاتا اگر
تو یقیناً کام ہوجاتا بہت ہی معتبر

ہند میں بھی اس تعلق سے ہے آیا انقلاب
کولکاتہ شہر سے شائع ہوئی ہے اک کتاب

ہیں مرتب حضرتِ مولانا شاہد قادری
اور ناشر ہے امام احمدرضا سوسائٹی

صفحہ صفحہ میں معارف کی جلی قندیل ہے
بانوے خلفا کا اس میں ذکر بالتفصیل ہے

ہند، پاکستان، بنگلہ دیش کی ہیں شخصیات
ہیں مکمل اس میں ان کے واقعات و کیفیات

یوں رضا کے فیض کی برسات ہوتی جائے گی
ہر نئی تحقیق اک سوغات ہوتی جائے گی

☆☆☆

اعلیٰ حضرت کے اولین سوانح نگار حضرت ملک العلما اور چند فیض یافتگان

بارگاہِ رضویت کے جتنے بھی ہیں خوشہ چیں
ہیں بحمد اللہ اپنے عہد کے مسند نشیں

روز روشن کی طرح ہیں وہ زمانے میں عیاں
ہے وجود ان کا دیارِ آگہی کا میہماں

ان کے علمی کارناموں کا ہے شہرہ چار سو
درس گاہوں، خانقاہوں کی بنے ہیں آبرو

دینی و ملی تناظر ان کا ہے ایماں فروز
ان کی آوازوں میں ہے عشقِ شہِ بطحا کا سوز

جگمگا اُٹّھی ہے اُن سے علم کی ہر انجمن
جادۂ عشق و ادب اُن سے ہوا ہے ضوفگن

مذہبی دنیا میں قائم اُن کی ہے علمی دھمک
آنکھیں ہوجاتی ہیں خیرہ دیکھ کر رنگِ دھنک

اک سے اک ہیں فلسفی و منطقی و نکتہ داں
علم پرور ،علم دوست افراداور اہلِ زباں

کوئی فاضل ، کوئی مفتی ، کوئی شیخِ باکمال
جذبۂ شاہین رکھنے والے اشخاص و رجال

صاحبانِ علم و دانش، فکروفن کے ماہرین
اک سے اک نباض اور اخاذو دراک و ذہین

حضرتِ حامد رضا خاں ہوں کہ شہ عبدالسلام
ساتھ میں دونوں ہوئے فیض ہنر سے شاد کام

مفتیٔ اعظم کی اپنی خاص ہے طرزِ ادا
شان ہے صدرالشریعہ کی فقیہوں میں جدا

شاہ احمد اشرفی ، دیدار رضوی کم نہیں
ہیں امام احمدرضا خاں کی امانت کے امیں

ماہرِ علم و ادب مختار احمد میرٹھی
پیکرِ فن ہیں رحیمِ بخش رضوی آروی

نازشِ فکرو سخن ہیں حضرتِ عبدالاحد
ہیں محدث سورتی کے جوکہ اکلوتے ولَد

پیکرِ فن حضرتِ منشی محمد لعل خاں
ہیں جو فائق اہل علم و معرفت کے درمیاں

حضرتِ برہانِ حق ، علامہ و مفتی شفیع
ہیں معزز، معتبر ،ممتاز و ذی عزت، رفیع

شاہ حسنینِ رضا فرزندِ استاد زمن
ہے فروغِ رضویت میں جن کا تاریخی جتن

آسمانِ علم کے ہیں نیر تاباں یہ سب
اک جہانِ علم کو ہے آج بھی ان کی طلب

یہ ہیں وہ افراد جن کی خوبیوں کا تذکرہ
اعلیٰ حضرت شہہ امام احمدرضا نے خود کیا

سیکڑوں ان کے علاوہ اور بھی ہیں شخصیات
ہیں شگفتہ اور معطر جن سے گلہائے حیات

اب میں کرنے جارہا ہوں ذکر ایسی ذات کا
دائرہ پھیلا ہے جن کی مذہبی خدمات کا

ہیں جہانِ علم و فن میں وہ بڑے ہی نامور
ان کو تھا وافر ملا سرمایۂ علم و ہنر

ہیں مؤسس رضویاتی فکر کے وہ اولین
ان کے علمی کارنامے ہیں سبھی عمدہ ترین

ہے وطن ان کا عظیم آباد، شہرِ علم و فن
خاک میں سوئے ہیں جس کی، اک سے اک اہلِ سخن

نام نامی ان کا سید شاہ ظفرالدین ہے
جن کا علمی کارنامہ قابلِ تحسین ہے

آسمانِ رضویت کے نیر تاباں ہیں وہ
گلشنِ فکرِ رضا کے اک گلِ خنداں ہیں وہ

بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں وہ جب حاضر ہوئے
پوچھئے مت اُن میں کتنے لالہ و گُل تھے کِھلے

تھا امام احمد رضا کے فیضِ صحبت کا کمال
بن گئے اپنے معاصر عالموں میں بے مثال

ہیں امام احمد رضا خاں کے وہ شاگردِ رشید
اور بیعت کا شرف پاکر بنے فردِ فرید

اعلیٰ حضرت نے خلافت بھی انھیں کی تھی عطا
اپنے بیٹوں کی طرح ہی پیار دیتے تھے سدا

دست و بازو بن کے رہتے تھے وہ سرگرمِ عمل
اور پھر تزئینِ مخطوطہ بھی کرتے برمحل

ہیں تصانیفِ رضا کے اولیں فہرست ساز
واقفِ طرزِ قلم، خط آشنا، دانائے راز

خوب کی فکر رضا کی رات دن مشاطگی
ان کے ہر اک کام میں ہے عمدگی ہی عمدگی

ان کی خواہش تھی تصانیفِ رضا پر کام ہو
اعلیٰ پیمانے پہ رضوی فکر سب میں عام ہو

منظرِ اسلام کی بنیاد جب ڈالی گئی
جو انھوں نے رائے دی ، ہرگز نہ وہ ٹالی گئی

تیرہ سو پینتیس ہجری میں ہوئے فارغ ظفر
منظرِ اسلام میں دکھلایا تدریسی ہنر

تھے امام احمدرضا خاں کے مشیرِ خاص بھی
ان کے ہی دریائے علم و فضل کے غواص بھی

اعلیٰ حضرت بولتے، بیٹے کے ہی جیسے ہو تم
جس طرح دونوں مرے فرزند ہیں ویسے ہو تم

مدنی جُبّہ اعلیٰ حضرت نے تھا فرمایا عطا
اور کئی تہوار کے موقعے سے تحفہ بھی ملا

کُرتا ، ٹوپی ، پائجامہ بھی ملا ہے بار بار
بیٹوں جیسا حضرتِ احمدرضا دیتے تھے پیار

شاہ ظفرالدین نے جب پہلا فتویٰ تھا لکھا
اعلیٰ حضرت نے دیا انعام میں اک روپیہ

اعلیٰ حضرت ان پہ کرتے تھے بہت ہی اعتماد
ان کے قول و فعل میں بالکل نہ رہتا تھا تضاد

شاہ ظفرالدین تھے مرشد کے فکری جانشیں
ان کی علمی نیز روحانی امانت کے امیں

ہے انھیں کہنا مناسب پرتوِ علمِ رضا
کیونکہ تھا علمِ رضا سے فیض انھیں وافر ملا

قابلِ تحسین ان کا نشریاتی کام ہے
اک مجاہد کی طرح روشن ہراک اقدام ہے

خود ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' بھی انھوں نے ہے لکھی
جس کی ہر اک سطر میں موجود ہے شائستگی

اعلیٰ حضرت کے تعارف کی جو رہ ہموار ہے
اس میں اس تصنیف کا سب سے بڑا کردار ہے

چار جلدوں میں حیاتِ اعلیٰ حضرت ہے چھَپی
رضویت پہ لکھنے والوں کا ماٰخذ ہے یہی

حضرتِ ایوب جو اک تھے رضا کے ہمنوا
اس سوانح پر مواد ان سے بھی کچھ حاصل کیا

اس لئے اکثر روایت میں انہی کا نام ہے
اس میں کوئی شک ، نہ کوئی صورتِ ابہام ہے

ہے روانی شاہ ظفر الدین کی تحریر میں
کیف ہے اور رنگ ہے ان کے گلِ تاثیر میں

ڈیڑھ سو لگ بھگ کتابیں آپ نے تحریر کیں
آپ کی تصنیف ہے ہراک حسین و دلنشیں

شاہ ظفرالدین نے کرکے جہاں کو مالامال
عیسوی اُنیس سو باسٹھ میں فرمایا وصال

☆☆☆

سفرِ آخرت کے حالات

کس ادا سے ساعتیں گذری ہیں، صبح و شام کی
پیش ہیں دو چند باتیں آخری ایام کی

روزہ رکھنے کی غرض سے شہ امام احمدرضا
جاتے تھے کوہِ بھوالی سال میں اک مرتبہ

کیونکہ موسم سرد رہتا تھا ، پہاڑوں کے سبب
رکھ کے روزہ لوٹ آتے وقتِ عید آتا تھا جب

تھے وہاں بھی چاہنے والے رضا کے بے شمار
اک مہینے کے لئے ہوتا سفر یہ یادگار

تھا یہی کوہِ بھوالی کے سفر کا ماحصل
روزہ اور ذکر و عبادت میں نہ ہو واقع خلل

مطمئن ہوکر فرائض کو وہاں کرتے ادا
موسمِ گرما میں گرمی کا نہ چلتا تھا پتہ

آخری شعبان میں ہی سال میں جاتے تھے بس
کرتے عیدالفطر لیکن گھر پہ آکر ہر برس

اس سفر میں کچھ مہینے تک رہا ان کا قیام
خوب جی بھر کے کیا ذکرو ثنا کا اہتمام

اس برس چودہ محرم کو وہ آئے لوٹ کر
تیرہ سو چالیس ہجری کا تھا آغازِ سفر

جب بریلی آگئے تو دھوم ہر جانب مچی
تھی مسلمانوں کے اندر اک عجب وارفتگی

پھر سے آئی تھی بریلی شہر میں تازہ بہار
مل کے استقبال لوگوں نے کیا تھا شاندار

تشنگی سب نے بجھائی شربتِ دیدار سے
تھی زیادہ ہی تڑپ اِس بار ، پچھلی بار سے

ان کی تھی کوہِ بھوالی سے طبیعت کچھ خراب
دردِ پہلو کے سبب تھا دل میں ہلکا اضطراب

پھر بھی تبدیلی نہ آئی کچھ بھی معمولات میں
تندہی پہلے جو تھی ، باقی رہی عادات میں

ضعف کے عالَم میں بھی تبلیغ فرماتے رہے
لوگ ان کی مجلسِ تذکیر میں آتے رہے

اک ہجوم آتا رہا پل پل عیادت کے لئے
لوگ تھے بے چین چہرے کی زیارت کے لئے

تشنگانِ دید کی تھی بھیڑ دروازے کے پاس
سب بجھانے کے لیے بیتاب تھے نظروں کی پیاس

جیسا ہوتا دن کا منظر ویسا ہر اک رات کا
یعنی تانتا بندھ گیا تھا معتقد حضرات کا

ان میں بیعت کا ارادہ لے کے جو آتے رہے
شہ امام احمد رضا ان سے یہ فرماتے رہے

یہ جو ہیں حامد رضا خاں میرے فرزندِ سعید
آپ سارے بے جھجھک ہوجایئے ان سے مرید

ہاتھ جو رکھے مرے حامد رضا کے ہاتھ میں
ہوگا وہ روزِ جزا غوث الوریٰ کے ساتھ میں

اور یہ ارشاد فرمایا ، جو ہے ان کا مرید
صرف حامد کا نہیں سمجھو وہ ہے میرا مرید

ہر عقیدت مند سے ملتے بڑی الفت کے ساتھ
بارگہ سے لوٹتے عشاق بھی فرحت کے ساتھ

ذکرِ سرکارِ دوعالم کرتے رہتے بار بار
ان کو روئے والضحیٰ کی دید کا تھا انتظار

ضعف کی حالت میں بھی چہرے پہ خوشحالی رہی
ذکرِ آقا سے نہ مجلس کوئی بھی خالی رہی

ہر گھڑی قائم رہا حمدوثنا کا سلسلہ
مومنوں کے خاتمہ بالخیر کی کرتے دعا

دیکھ کر شانِ خشیت اور ادائے بندگی
عاشقوں کی ہچکی بندھ جاتی تھی اکثر اس گھڑی

بولتے اکثر کہ ایماں پر ہو جس کا خاتمہ
سمجھو اس نے جیتے جی دنیا میں سب کچھ پالیا

پھر کبھی فرماتے ، وہ گر بخش دے تو فضل ہے
اور اگر مولیٰ نہ بخشے تو یہ اُس کا عدل ہے

وقت پر سارے فرائض وہ ادا کرتے رہے
ذکر و تسبیح و دعا صبح و مسا کرتے رہے

آخری لمحات تک چھوٹی نہیں کوئی نماز
بندگی کی شانِ علیا سے ہوئے تھے سرفراز

آخری جمعہ بھی مسجد میں ہی فرمایا ادا
گرچہ کرسی پر علالت کے سبب جانا پڑا

اور اسی جمعہ میں دے دی اپنی رحلت کی خبر
بولے ، اب آئندہ ہوگا چارپائی پر سفر

فرض و واجب کا علالت میں بھی فرمایا خیال
عاملِ سنت رہے واللہ! تاوقتِ وصال

ان کی شانِ بندگی پر بندگی کو ناز ہے
اس لیے ہستی رضا کی دہر میں ممتاز ہے

☆☆☆

وصایا شریف

زندگی کے آخری ایام کی باتیں ہیں یہ
غور کیجے انتہائی کام کی باتیں ہیں یہ

اعلیٰ حضرت سیدی مولانا شہہ احمد رضا
عرس کرتے تھے بریلی میں بھی اپنے پیر کا

یوں تو ذوالحجہ میں ہی وہ عرس ہوتا تھا مگر
ہو نہ پایا تھا علالت کے سبب وہ وقت پر

لوٹ کر جب آگئے کوہِ بھوالی سے رضا
تب سجایا عرس کا جلسہ بطرزِ سابقہ

آخری وعظ و نصیحت کی جو محفل تھی سجی
وہ رضا کے پیر کے ہی عرس کی تقریب تھی

اس میں جو ارشاد فرمایا وہ کرتا ہوں رقم
ہے وصایا اعلیٰ حضرت کا نہایت ہی اہم

حضرتِ حسنین جو ہیں ابنِ استاذ زمن
ان کی ہی تحریر شامل کررہا ہوں من و عن

فرق اتنا ہے کہ ان کی نثر میں تحریر ہے
اور یہاں پر نظم میں کھینچی گئی تصویر ہے

اعلیٰ حضرت نے زباں سے اپنی، فرمایا یہی
بھائیو! میں صرف دو باتیں کہوں گا اِس گھڑی

مصطفیٰ کی بھولی بھیڑیں! میرا کہنا مان لو
بھیڑیے پیچھے پڑے ہیں تم انھیں پہچان لو

چاہتے ہیں یہ ، تمہیں بہکا کے کرڈالیں تباہ
یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتے تمہارے خیر خواہ

ان کے بہکاوے میں مت آنا کبھی اے دوستو !
دور بھاگو ان سے تم، ہرگز تعلق مت رکھو

دیوبندی ، قادیانی ، رافضی ، چکڑالوی
اِن سے دوری میں ہے ایمان و عمل کی بہتری

بھیڑئے ہیں یہ سبھی ، بدلی ہوئی پوشاک میں
کتنے فرقے اِس طرح کے ہیں تمہاری تاک میں

جس طرح بھی ہو سکے تم ان کی صحبت سے بچو
زہر کے مانند ہیں یہ ، ان کی قربت سے بچو

سن لو! ہیں لاریب نور حق رسولِ ہاشمی
ان سے ہی جملہ صحابہ نے ہے پائی روشنی

اور صحابہ سے ہوا روشن گروہِ تابعین
تابعینِ پاک سے روشن ہوئے ہیں صالحین

ان سے پھر روشن ہوا سارے ائمہ کا وجود
ہورہی ہے جن سے اسلامی تمدن کی نمود

اے عزیزانِ گرامی! سن لو باتیں دھیان سے
پیاری ہو سکتی نہیں ہے کوئی شئے ایمان سے

جو خدا کا ہے ، نبی کا ہے ، تمہارا ہے وہی
اُن کے گستاخوں سے کرنا بھول کر مت دوستی

ہو ذرا بھی جس سے توہینِ خدا و مصطفیٰ
کیسا ہی پیارا نہ کیوں ہو، اُس سے ہوجاؤ جُدا

دودھ سے مکھی کو جیسے پھینکتے ہیں چھان کر
یوں ہی گستاخوں کو رکھنا دور، دشمن جان کر

پھر امام احمدرضا نے کی وصیت دوسری
حاضرینِ بزم پر رقت عجب طاری رہی

اعلیٰ حضرت نے مخاطب کرکے لوگوں کو کہا
کیا پتہ، کب آپ لوگوں سے میں ہوجاؤں جُدا

جو یہاں حاضر نہیں ، ان تک بھی پہونچا دیں خبر
تاکہ اس سے آشنا ہو جائے ہر فردِ بشر

آپ لوگوں نے محبت دی مجھے بے انتہا
ہر طرح سے لمحہ لمحہ میرے کام آئے سدا

زندگی کی راہ میں تکلیف کچھ ہونے نہ دی
ہر خوشی و غم میں اکثر آپ کی شرکت رہی

کتنے سارے کام میں تھے آپ سب شامل مرے
ہے دعا میری کہ رب اس کی جزائے خیر دے

اہل سنت کے تئیں میں کہہ رہا ہوں صاف صاف
میں نے حق ان کے لوجہ اللہ کرڈالے معاف

دست بستہ عرض ہے مجھ سے ہوئی ہو کچھ کمی
تو معافی کے لئے ہوں آپ سب سے ملتجی

ان سے کروالیں معافی جو یہاں حاضر نہیں
درگزر وہ بھی کریں گے، مجھ کو اس کا ہے یقیں

آخری میں کُل مسلمانوں کے حق میں کی دعا
مل کے کام انجام دیں سب ،خانوادے سے کہا

ان وصایا کا ہوا مجمع پہ یوں گہرا اثر
سامعین رونے لگے سارے دہاڑیں مارکر

رونما آخر میں ایسے ہورہے تھے واقعات
جیسے لگتا تھا اُنہیں معلوم ہو وقتِ وفات

انتقالِ پُرملال

تیرہ سو چالیس ہجری تھی، صفر کا ماہ تھا
دارِ فانی سے ہوئے جب راہیِ ملکِ بقا

جمعہ کے دن صبح سے تیاریاں ہونے لگیں
کی وصیت جائیدادو وقف نامہ کے تئیں

بارہ بج کر کچھ منٹ پر کی وصیت جو اہم
خلفِ اصغر نے اسے کاغذ پہ فرمایا رقم

یوں ہوا ارشاد ، وقتِ نزع ہو اس کا خیال
اس جگہ جنبی نہ کوئی آسکے قبلِ وصال

کوئی بھی ایسا لفافہ، کارڈ یا پھر روپیہ
جس میں ہو تصویر ، وہ ہرگز نہ ہو اِس جا رکھا

اور کرے کوئی بھی وقت نزع چلّا کر نہ بات
بند کردی جائیں آنکھیں جلد ہی بعدِ وفات

رونے والا ایک بھی دالان میں بچہ نہ ہو
کوئی حائض اور پھر گھر کے قریں کُتّا نہ ہو

میرے اور اپنے لئے بھی خیر کی مانگیں دعا
آ نہ پائے ایک بھی کلمہ کسی لب پر بُرا

عرض ہے یہ بھی کہ سنت کے مطابق غسل دیں
اور جنازہ بھی اٹھانے میں ذرا جلدی کریں

ہو جنازے میں شہنشاہِ مدینہ پر سلام
کعبے کے بدرالدجیٰ والا بھی شامل ہو کلام

مت پڑھیں احباب کوئی شعر میری مدح کا
ہو زباں پر صرف قرآں یا ہو نعتِ مصطفیٰ

شور وغل سے باز رہنے کی مری ہے التماس
ہاں درودِ پاک کی کثرت رہے مدفن کے پاس

قبر میں آہستہ رکھیں لب پہ ہو جاری دعا
قبر ہو تیار تو دے دیں اذاں حامدرضا

اس تعلق سے کہیں دو چند باتیں اور بھی
مضمحل اس کیفیت پر اہل خانہ تھے سبھی

پھر امام احمد رضا نے دستخط فرمادیا
اور اس کاغذ پہ وَاللّٰہُ شَہِیْدٌ بھی لکھا

جب وصالِ پاک میں تھوڑی سی ساعت تھی بچی
خلفِ اکبر سے کہا، اب سامنے رکھ دو گھڑی

اور گھڑی پر ان کی جاتی تھیں نگاہیں بار بار
ایسا لگتا تھا معیّن وقت کا ہے انتظار

سورۂ یٰسین ، سورہ رعد پڑھنے کو کہا
سن کے مصروفِ تلاوت ہوگئے حامد رضا

جملہ موجودین کو تھا ہو گیا اس کا یقیں
بیچ ہم لوگوں کے ، حضرت رہنے والے اب نہیں

دو پہر کو جوں ہی دو اڑتیس پر کانٹا گیا
چل بسے ملکِ عدم کو شہہ امام احمد رضا

کہنا مشکل ہے زمانے کو ہوا کتنا ملال
اس جہاں سے آپ نے جس وقت فرمایا وصال

☆☆☆

(خانوادۂ رضا کے نامور چشم و چراغ)

استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی

ہے گذشتہ باب میں ہی تذکرہ دو نام کا
مفتیٔ اعظم ، جنابِ حجۃ الاسلام کا

بعد ان کے، خانوادے میں ہیں جتنے نامور
ان میں سے چند ایک کا ہے پیش ذکرِ مختصر

تاجدار علم و حکمت ، نازش شعرو سخن
تھے امام احمد رضا کے بھائی استاذ زمن

ایک جید عالم و فاضل، سخن ور ، نکتہ داں
ماہرِ فکروقلم ، اہل سخن ، اہل زباں

علم و حکمت کے فلک پر چمکے مثل آفتاب
اک جہاں ہے ان کی جلوہ ریزیوں سے فیضیاب

فقہ، منطق ،فلسفہ، تفسیر اور تاریخ پر
شاہ علامہ حسن کی تھی بڑی گہری نظر

اور دیگر علم پر بھی تھا ید طولیٰ انھیں
ماہرِ فن کیوں نہ ان کو اہل علم و فن کہیں

عیسوی اٹھارہ سو انسٹھ میں تھے پیدا ہوئے
گلشن علم وادب میں خوب تر پھولے پھلے

اعلیٰ اوصاف و خصائل سے مزین تھی حیات
رفعتِ اخلاق کا ہے استعارہ ان کی ذات

ان کو ورثے میں ملی تھی دولتِ دانشوری
کردیے ہر گام پر روشن چراغ آگہی

نظم ہو یا نثر ہو، رکھتے تھے دونوں میں کمال
ان کا باغِ علم وحکمت تھا نہایت پُر جمال

نثر میں ان کی کتابیں ہیں کئی اک دستیاب
نظم میں تو ان کے لہجے کا نہیں ملتا جواب

ان کی غزلوں میں ہے سوز عشق اور درد و کسک
نیلگوں ہردم رہا ان کے تخیل کا فلک

نعت گوئی میں ثریا کا بھی پایہ چُھو گئے
ہر ڈگر پر نقش کرتے ، نعت کی خوشبو گئے

غرقِ بحرِ نعت میں تا عمر تھی فکر و نظر
ڈھونڈ کر لاتے رہے افکار کے سیم و گہر

درجنوں لکّھیں کتابیں، فن کو بخشا ارتقا
خدمتِ لوح و قلم کرتے رہے صبح و مسا

اعلیٰ حضرت خوش رہا کرتے تھے ان کے کام سے
فکری و فنی تگ ودو ، مذہبی اِقدام سے

بولتے ، میرے برادر نے بہ اخلاص و وفا
خانگی کاموں سے ہے آزاد مجھ کو کردیا

دین کی تبلیغ میں آسانیاں دیتے ہیں یہ
میری خاطر ہرگھڑی قربانیاں دیتے ہیں یہ

مجھ کو الجھن میں کبھی پڑنے نہیں دیتے حسن
اس لئے بے فکر رہتا ہوں بفضلِ ذوالمنن

میرے سارے دینی کاموں میں یہ حصہ دار ہیں
واقعی میرے برادر پیکرِ ایثار ہیں

اعلیٰ حضرت ان کے حق میں کرتے رہتے تھے دعا
رکھ سلامت میرے بھائی کو ہمیشہ اے خدا

خوبیوں کا ایک مجموعہ تھے علامہ حسن
یعنی اپنی ذات میں تھے اک مثالی انجمن

شاعری میں ان کو زیبا ہے شہنشاہی کا تاج
ان کو دنیائے ادب بھی پیش کرتی ہے خراج

نام ان کے نعتیہ دیوان کا ہے ذوقِ نعت
جیسے اس میں ہو سمٹ آئی سخن کی کائنات

نعت کا ہر شعر ہے پُر لطف، لہجہ ہے جدید
سوزِ عشقِ مصطفائی جس کے اندر ہے شدید

دامن اشعار ہے خوش رنگ جلوؤں سے بھرا
نعتیہ افکار پر رنگ تغزل ہے چڑھا

ہے سلیقہ مند ، دلکش ، سادہ اظہار و بیان
جدت و ندرت کا ہے آباد اس میں اک جہان

دیکھ کر اشعار میں ادبی ہنر مندی کا رنگ
آج کے نقاد بھی اکثر نظر آتے ہیں دنگ

شاعرانہ حسن ہے ہر شعر میں جلوہ نما
ہے نہایا کوثر و تسنیم میں ہر قافیہ

دیکھ کر اہل زباں افکار کی پاکیزگی
بول اٹھے ہاں ہاں اسے کہیئے چمکتی شاعری

ہیں فصاحت کے قطب مینار استاذ زمن
اور بلاغت کے ہیں شہرِ یار استاذ زمن

عالمی شہرت بآسانی نہیں ہوتی نصیب
خاص فضلِ رب ہے ان پر اور بڑے ہیں خوش نصیب

ایک دو خوبی اگر ہو تو کرے کوئی بیاں
خوبیوں کا ہیں مکمل اک شگفتہ گلستاں

ایک مدت تک جہاں کو کر کے فن سے مالا مال
تیرہ سو چھبیس ہجری میں تھا فرمایا وصال

عظمت و شوکت کے حامل، دوربیں، روشن دماغ
کیسے کیسے ہیں رضا کے خانوادے کے چراغ

☆☆☆

استاذ العلما مولانا حسنین رضا خاں بریلوی

شاہ حسنینِ رضا فرزندِ استاذ زمن
چرخ علم وفن پہ مانندِ قمر تھے ضوفگن

عالی رتبہ ، عالی ہمت اور بڑے ذی جاہ تھے
امتیازی شان والے مردِ حق آگاہ تھے

مفتیٔ اعظم کی پیدائش سے پہلے آپ کی
تیرہ سو دس ہجری کے اندر ولادت تھی ہوئی

مفتیٔ اعظم سے بس تھے چھ مہینے کے بڑے
رخ پہ حسنِ بے بہا کے لعل و گوہر تھے جڑے

تھے بحمدِ اللہ بچپن سے نہایت ہی ذہین
ذات تھی اخلاق اور کردار میں اعلیٰ ترین

تھا شرافت کا مثالی حسن چہرے سے عیاں
برد باری ، حلم کی کرنیں تھیں رخ پر ضوفشاں

صاحب الارشاد صوفی، عالمِ تقویٰ شعار
بات میں شائستگی رہتی تھی ہر دم برقرار

علم کے ماحول میں پھولے پھلے آگے بڑھے
خوب تیزی سے ترقی کے منازل طے کئے

گھر میں رہ کر ابتدائی علم کی، تحصیل کی
منظرِ اسلام میں تعلیم کی تکمیل کی

اکتسابِ علم میں کی خوب محنت آپ نے
بس اٹھارہ سال میں پائی فراغت آپ نے

سر پہ عمِّ محترم نے تھا رکھا شفقت کا ہاتھ
آپ نے تعلیم پائی مفتیٔ اعظم کے ساتھ

کچھ دنوں تک رام پور اک مدرسے میں وہ رہے
خیرابادی عبدِ حق بھی آپ کے استاذ تھے

اعلیٰ حضرت سے بھی پڑھنے کا شرف حاصل ہوا
اس لیے تو اتنا روشن ان کا مستقبل ہوا

احمدِ نوری سے بیعت کی سعادت تھی ملی
اعلیٰ حضرت سے اجازت اور خلافت تھی ملی

دین کی نشرو اشاعت میں رہے مصروف کار
رد کیا باطل کا تحریر و قلم سے زوردار

دیوبندی اور وہابی ، قادیانی کے خلاف
جا بجا تقریر کی ، رکھا ہمیشہ اختلاف

جب جماعت ہوگئی قائم "رضائے مصطفیٰ"
اعلیٰ حضرت کا مسلسل ساتھ اس میں بھی دیا

حضرتِ حسنین اک اعلیٰ سیاست داں بھی تھے
اک بڑی تنظیم کے سکریٹری ، نگراں بھی تھے

ان کی علمی قابلیت کا تھا چرچا دور دور
حلقۂ احباب میں تھے اہل فن ، اہل شعور

مسندِ تدریس اور تعمیر سے تنظیم تک
ہر جگہ دیکھی گئی ان کی مساعی کی جھلک

علمی کرّ وفر، شعوری ولولہ، فکری اٹھان
تھی خیال و فکر میں شاہین کے جیسی اڑان

کی تگ و دو فکرِ صالح کی اشاعت کے لئے
وقف کردی زندگی دینِ رسالت کے لئے

حضرتِ حسنین تھے اک عالمِ روشن دماغ
علم و دانش کا کیا روشن زمانے میں چراغ

اعلیٰ حضرت اور بریلی کے سبھی وابستگان
آپ کے علمی تشخص کے رہے ہیں قدردان

قابل دادو دہش ہے قابل توصیف ہے
آپ کا ہر کارنامہ لائق تعریف ہے

زندگی کے آپ نے اکیانوے پائے ہیں سال
مہ صفر، چودہ سو اک ہجری میں فرمایا وصال

☆☆☆

مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں

حجۃ الاسلام کے فرزند جیلانی میاں
سنیت کے تھے بڑے مخلص امیرو پاسباں

نام ابراہیم ہے ، پایا مفسّر کا لقب
دعوتی فکرو عمل ہے ان کی شہرت کا سبب

خوش بہت تھے ان کی آمد پر امام احمد رضا
خود '' محمد '' نام سے ان کا عقیقہ بھی کیا

ان کی تقریبِ عقیقہ تھی بڑی تاریخ ساز
عمدہ کھانے سے ہوئے کتنے ہی طلبہ سرفراز

خوش ولادت پر نظر آئے سبھی اہل و عیال
ہجری تیرہ سو پچیس ان کی ولادت کا ہے سال

اعلیٰ حضرت نے چبا کر منہ میں چھوہارا رکھا
اور استاذ زمن نے شعر تاریخی کہا

رسمِ بسم اللہ خوانی جب ادا گھر میں ہوئی
کرکے بیعت اعلیٰ حضرت نے خلافت بخش دی

اور یہ فرمادیا تقریب ہی کے درمیان
میرا پوتا ہوگا مستقبل میں میرا ترجمان

اعلیٰ حضرت کی دعا سے شاہ جیلانی میاں
آگے چل کر بن گئے ملت کے میرِ کارواں

تھے حقیقت میں تصوف اور طریقت کے امیں
حجتہ الاسلام کے دلبند و سجادہ نشیں

منظرِ اسلام ان کی جہد سے پھولا پھلا
بڑھ گیا ان کے سبب مقبولیت کا دائرہ

انجمن ایسی سجائی دعوت و ارشاد کی
چاروں جانب سے صدا آئی مبارک باد کی

عام دنیا بھر میں پیغامِ رضا کرتے رہے
جانشینی کا مکمل حق ادا کرتے رہے

کام تبلیغ و اشاعت کا ہے معیاری کیا
ماہنامہ اعلیٰ حضرت آپ نے جاری کیا

یادگارِ اعلیٰ حضرت کے تحفظ کے لئے
سرفروشانہ طریقے سے کمربستہ رہے

خود مدرس، خود محصل ،خود مبلغ، خود مدیر
یعنی ایسی شخصیت جس کی نہیں ملتی نظیر

منظرِ اسلام سے فضلا کی دے کر ایک فوج
خانقاہِ رضویہ کو آپ نے بخشا ہے اوج

منفرد لہجہ رکھا تحریر اور تقریر میں
تھا یدِ طولیٰ انھیں حاصل فنِ تفسیر میں

علم تفسیر و اصولِ فقہ میں تھے لاجواب
یوں بآسانی نہیں ملتا مفسر کا خطاب

شستہ اور سنجیدہ لہجے میں کیا کرتے تھے بات
آپ کی ہر گفتگو میں ہوتے تحقیقی نِکات

تھا بہت مضبوط قرطاس و قلم سے رابطہ
آپ کی پندرہ کتابوں کا ہے ملتا تذکرہ

ایک خورشیدِ ہدایت بن کے چمکے دہر میں
جس کی ضوریزی رہی علم و عمل کے شہر میں

علمی اور تبلیغی کاموں میں رہے مصروف تر
داعیانہ فکر کا ظاہر ہوا ہر سو اثر

حق پسندی حق بیانی کی حسیں تفسیر تھے
دشمنانِ دیں کی خاطر اک کھُلی شمشیر تھے

سیرت و کردار میں والد کے تھے عکسِ جمیل
دیکھنے والا مچل جاتا تھا ایسے تھے شکیل

زہدو تقویٰ میں تھے حامل امتیازی شان کے
اور وہ دل سے فدائی تھے شہِ جیلان کے

اہل سنت کی وہ اپنے دور میں تھے آبرو
ان کے نام و کام کا جھنڈا گڑا تھا کو بہ کو

خانوادے میں الگ ہی ان کی علمی شان تھی
ذات جیلانی میاں کی فخرِ ہندوستان تھی

آج بھی روشن ہزاروں دل میں ہیں یادوں کے دیپ
آج بھی تو ہے نکلتی ان کے بحرِ فن سے سِیپ

شمع یادِ مصطفٰے جس دل میں تابندہ رہی
بعدِ رخصت بھی وہ ذات و شخصیت زندہ رہی

شاہ ابراہیم ہیں اُس خانوادے کے چراغ
اک زمانے کو ملا جس سے اجالوں کا سُراغ

دارِ فانی چھوڑ کر شہزادۂ حامد رضا
ہجری تیرہ سو پچاسی میں گئے سوئے بقا

☆☆☆

ریحان ملت
حضرت ریحان رضا خاں رحمانی میاں

حضرتِ ریحاں رضا خاں ابن جیلانی میاں
ملتِ اسلامیہ کے تھے نقیب و ترجماں

ہیں رضا پردادا اور دادا ہیں حامد آپ کے
عیسوی انیس سو چونتیس میں پیدا ہوئے

پیار کی بولی میں رحمانی میاں کہتے ہیں سب
حضرتِ ریحان ملت بھی ہے اک پیارا لقب

حجۃ الاسلام نے ریحاں رضا رکّھا تھا نام
اور لعاب اپنا چٹا کر کردیا تھا شاد کام

گندمی تھا رنگ چہرے کا اور آنکھیں سُرگیں
چہرہ نورانی، کشادہ تھی نہایت ہی جبیں

قد تھا لمبا، سینہ چوڑا، ناک تھی قدرے دراز
شخصیت تھی آپ کی ہر زاویے سے دلنواز

دیکھ کر بارعب چہرہ اور شانِ افتخار
کافرو بددین ہوجاتے تھے دہشت کے شکار

آپ بچپن سے ہی علم و فن کے دلدادہ رہے
فن کی تحصیل و طلب پر دل سے آمادہ رہے

ابتدائی آپ کی تعلیم تھی گھر پر ہوئی
تربیت پہ خود توجہ والدِ ماجد نے دی

تھے محدث ، حضرتِ سردار ، دیں کے رہنما
تین سال ان سے بھی لائل پور میں رہ کر پڑھا

ملکہ فقہ و فلسفہ میں آپ نے حاصل کیا
خوب روشن شمعِ فن سے اپنا مستقبل کیا

روشنی اپنی بکھیری ماہِ تاباں کی طرح
جگمگاتے ہی رہے شمع فروزاں کی طرح

منظرِ اسلام سے فارغ ہوئے ، ریحاں رضا
آپ کی دستار بندی بھی ہوئی باقاعدہ

تھے پسندیدہ بہت تعلیمی، تدریسی امور
علمِ تفسیر و اصولِ فقہ پر بھی تھا عبور

خوب کی تقسیم علم و فن کی دولت آپ نے
مسندِ تدریس کو جب بخشی زینت آپ نے

مختلف عنوان پر جامع فتاویٰ بھی لکھے
دیکھ کر فقہی بصیرت لوگ عش عش کر اٹھے

حکمت و دانش سے رب نے کر دیا یوں سرفراز
اک محرّک شخصیت بن کر ہوئے جلوہ طراز

قدر و عزت تھی بڑی ، اہل ادب کے درمیاں
ایک کہنہ مشق شاعر بھی تھے رحمانی میاں

نعت گوئی کا ہو میداں یا کہ ایوان غزل
ہر جگہ ان کا نظر آتا ہے لہجہ بے بدل

وہ دبستان بریلی کے شگفتہ گل تھے اک
رضویہ گلزار کے شیریں زباں بلبل تھے اک

کرتے منبر سے خطابت طمطراق و شان سے
شہرتیں وابستہ تھیں طرزِ لبِ ریحان سے

مذہبی اجلاس میں جب جب بھی فرمایا خطاب
فرقہ ہائے باطلہ کا ہوگیا خانہ خراب

ہوگئے باطل ہراساں گھن گرج آواز سے
بد عقیدے کانپتے تھے لہجہ و انداز سے

منہ مخالف کا، دلیلیں دے کے کر دیتے تھے بند
اس میں تو شک ہی نہیں ہے، علمی پایہ تھا بلند

دستِ قدرت نے بنایا تھا انھیں حساس دل
مسلکی کاموں میں سرگرداں رہے وہ مستقل

اک جہاں دیدہ مفکر، دیدہ وَر، جوہر شناس
جس کے تیور سے ہی باطل ہونے لگتا بدحواس

خاندانی طنطنے کے ساتھ ہی زندہ رہے
جس جگہ پہونچے ہراک محفل میں تابندہ رہے

تھی سیاست میں بھی اخلاقی روش پیشِ نگاہ
جب ہی تو دانشوروں نے مانا ان کو سربراہ

مختصر انداز میں اتنا سمجھ لیں قارئین
حضرتِ ریحاں، مفسر کے تھے علمی جانشیں

فائدہ بیحد ہوا مسلک کا ، ان کی ذات سے
ہے یہ ظاہر تجزیہ کاروں کی تحریرات سے

خوبیوں کا ایک مجموعہ کہا جائے اگر
معترض ہو ہی نہیں سکتے کبھی اہل ہنر

خانوادے میں ہیں کیسی کیسی علمی ہستیاں
کیوں نہ ہوں آباد ان سے علم وفن کی بستیاں

ہجری تھی چودہ سو پانچ ، اس کے مہِ رمضان میں
حضرتِ ریحان پہونچے گلشنِ رضوان میں

☆☆☆

امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خاں بریلوی

خاندانِ رضویہ ہے اِس لئے بھی لاجواب
اس میں روشن ہیں کئی علم و ہنر کے ماہتاب

کیجئے جس شخصیت کی زندگی کا تجزیہ
ہو معارف کا نیا تیار ویکیپیڈیا

حضرتِ سبطین بھی ہیں اک اُنہی میں نامور
مذہبی دنیا میں ان کی شخصیت ہے معتبر

حاملِ علم و تصوف ، پیکرِ صدق و صفا
ایک سچے ترجمانِ مسلکِ احمد رضا

مفتیٔ اعظم کے تھے سبطین ہم شکل و شبیہ
خوب صورت ،خوب سیرت ،خوش ادا ،خوش رو، وجیہ

ہیں پدر حسنین اور دادا ہیں استاذِ زمن
ہیں یہ دونوں ہستیاں سرمایۂ اہل سنن

حضرت سبطین کا پورا گھرانہ ہے عظیم
وضع داری اس گھرانے کی روایت ہے قدیم

ہجری تیرہ سو چھیالِس میں ولادت تھی ہوئی
آپ کے سیرت نگاروں نے بتایا ہے یہی

اشرفِ سبطینی ہیں اک معتبر سیرت نگار
جن کی تحریروں میں ہے موجود تحقیقی اُبھار

ان کا ہی مضمون ہے اس دم مرے پیش نظر
محترم موصوف کرتے ہیں بیاں اس طور پر

علم کے بافیض گھوارے میں پائی پرورش
تھی نمایاں ظاہرو باطن سے تقویٰ کی کشش

فقہ اور تفسیر میں حاصل کیا پورا کمال
آشکارا ظاہرو باطن سے تھا علمی جلال

انکساری، سادگی کی ایک تفسیری کتاب
گلشنِ اخلاق کا خوش رنگ اور ہنستا گلاب

والہانہ تھی محبت سیدِ لولاک سے
قلب کی وابستگی تھی اہل بیتِ پاک سے

تھی عیاں فکر و عمل سے قائدانہ آن بان
مذہب و ملت کے وہ بن کر رہے اک پاسبان

مظہر اسلام سے پائی فضیلت کی سند
تھے نگاہِ اہل دانش میں بڑے ہی معتمد

مسندِ تدریس کو بھی آپ نے بخشا وقار
ابتدا تدریس کی مظہر سے کی تھی شاندار

بعد میں پھر آپ پہونچے نینی تال اور ناگ پور
فضل رب سے تھا بہت ہی اعلیٰ تدریسی شعور

مفتیٔ اعظم نے بچپن میں مرید ان کو کیا
اپنے دستِ حق سے اعزاز خلافت بھی دیا

آفتاب سنیت بن کر بکھیری روشنی
دیں کی ترویج و بقا میں وقف کردی زندگی

آپ آئینِ جواں مرداں کی اک تفسیر تھے
استقامت اور عزیمت کی حسیں تصویر تھے

کتنے ہی گم گشتگانِ رہ کو منزل کا پتہ
آپ کے نقشِ قدم کی روشنی سے مل گیا

آسمان رضویت کے بدر کامل آپ ہیں
حق ہے مردان قلندر میں بھی شامل آپ ہیں

آپ نے چھتیس گڑھ میں رکھ کے پاکیزہ قدم
استقامت کی نئی تاریخ ہی کردی رقم

آج ہے چھتیس گڑھ میں جو عقیدے کی بہار
آپ کی تحریک کا ہے رول اس میں شاندار

تندہی کے ساتھ پھیلایا بریلی کا مشن
ہوگیا شمعِ رضا سے خطہ خطہ ضوفگن

روشنی کا نکیر سے حکمت کی پھیلی دور دور
ہے قدم کو چوم کر مسرور شہرِ رائے پور

ہر طرف دینی مدارس اور مکاتب کُھل گئے
علم کی بارش سے سب داغِ جہالت دُھل گئے

داعیِ اسلام بن کر دین کی تشہیر کی
زندگی بھر صرف صالح فکر کی تعمیر کی

مفتیٔ اعظم نے جس مقصد سے بھیجا تھا وہاں
اس میں صد فیصد ہوئے وہ کامیاب و کامراں

پہنچے جس میدان میں لوٹے وہاں سے کامیاب
فاتحِ چھتیس گڑھ کا ان کو زیبا ہے خطاب

لاکھوں فرزندانِ ملت کے دلوں کا چین ہیں
قائدِ راہ ہدایت حضرتِ سبطین ہیں

عمر بھر کرکے بریلی کے مشن کی دیکھ بھال
چودہ سو سینتیس ہجری میں ہے فرمایا وصال

☆☆☆

تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری بریلوی

اک مسلّم شخصیت اک عبقری اک نابغہ
جانشینِ مفتیٔ اعظم حضور اختر رضا

خانوادے میں رضا کے، ہے الگ ان کا مقام
علمی دنیا نے انھیں دیکھا بچشمِ احترام

وارثِ علمِ امام احمد رضا کہتے ہیں سب
زیب دیتا ہے انھیں تاج الشریعہ کا لقب

علمی و روحانی قدروں کے رہے بن کر امین
مفتیٔ اعظم نے خود اپنا بنایا جانشین

مفتیٔ اعظم کے مظہر، پرتوِ حامد رضا
شاہ جیلانی میاں کے فکروفن کا آئینہ

سر سے پا تک ہے کرامت آپ کا علمی وجود
تیرہ سو باسٹھ ہے ہجری آپ کا سالِ نمود

خاندانی رسم کے پیشِ نظر باقاعدہ
رسمِ بسم اللہ خوانی کی گئی گھر پر ادا

والدہ سے ناظرہ قرآن کی تکمیل کی
والدِ ماجد سے اگلے درس کی تحصیل کی

جلد ہی پھر منظرِ اسلام میں داخل ہوئے
مقتدر علما سے پڑھ کر عالم و فاضل ہوئے

بعدہ اسلامیہ کالج سے بھی باضابطہ
کرلیا خود کو علومِ عصر سے آراستہ

جامعہ ازہر کی خاطر باندھا پھر رختِ سفر
علم و فن کے نور سے روشن کیا قلب ونظر

ہجری تیرہ سو چھیاسی میں وہاں سے لی سند
کرلیا اونچا جہانِ آگہی میں اپنا قد

آئے علمی تاج لے کر مصر سے ہندوستاں
جشن کا شہرِ بریلی میں الگ ہی تھا سماں

مفتیٔ اعظم گئے جنکشن پہ استقبال کو
دیں دعائیں، چوم کر پیشانی، اپنے لال کو

ہجری تیرہ سو اکاسی ماہ تھا شعبان کا
جب خلافت مفتیٔ اعظم نے فرمائی عطا

مفتیٔ اعظم نے دے کر ہاتھ میں سارا نظام
کہہ دیا اختر میاں ہیں اب مرے قائم مقام

مصر سے لے کر سند تشریف جب لے آئے گھر
منظرِ اسلام میں دکھلایا تدریسی ہنر

ہاں مگر فرما چکے جب مفتیٔ اعظم وصال
سلسلہ تدریس کا پھر رہ نہ پایا تھا بحال

کارِ افتا کے علاوہ تھے کئی کارِ دگر
ملک و بیرونِ ممالک کا ہوا جاری سفر

مجلسیں آراستہ کیں دعوت و ارشاد کی
ہر وراثت کو سنبھالا جو کہ تھی اجداد کی

بعد میں دولت کدے سے سلسلہ تدریس کا
بیشتر مصروفیت کے بعد بھی جاری کیا

اک طرف تبلیغی دورہ اک طرف فتوے کا کام
بیچ میں تصنیفی کاموں کا بھی رہتا ازدحام

آپ نے تصنیفی دنیا میں بھی دکھلایا کمال
جملہ تصنیفات میں موجود ہے علمی جمال

آپ کے نادر فتاویٰ کی جداگانہ ہے شان
سارے فتوؤں سے عیاں ہے عبقریت کا نشان

جزئیات فقہ پر بھی تھی بڑی گہری نگاہ
بلکہ اقلیمِ فقاہت کے نظر آتے تھے شاہ

تھے فقاہت میں وہ اپنے عہد کے فردِ فرید
مفتیانِ دہر بھی ہوتے تھے ان سے مستفید

آپ کو حاصل رہی ہے مرجعیت تاحیات
مخزنِ علم و کمال و فضل تھی حضرت کی ذات

استقامت اور تصلب کے تھے اک کوہ گراں
بحرِ علم و معرفت تھا ذات اقدس میں رواں

علم کے فرمانروا، شاہنشہِ فکر و قلم
نعت کے میداں میں بھی یکتا تھی ذاتِ محتشم

ماشاءاللہ آپ نے نعتیں کہی ہیں شاندار
آپ کی ہر نعت ہے اپنی جگہ پر شاہکار

آپ کا دیوان پڑھ کر بول اٹھے اہل زباں
منفرد اختر رضا ہیں شاعروں کے درمیاں

نظم ہو یا نثر، ہر فن میں جدا گانہ ہے شان
خوب ہے واضح جہاں میں، عبقریت کا نشان

شرق ہو یا غرب، چرچے ہو رہے ہیں چارسو
بستی بستی ،قریہ قریہ، خطہ خطہ ، کو بہ کو

شہرت و مقبولیت نے آپ کے چومے قدم
چونکہ ملی کارنامے انتہائی ہیں اہم

عالمِ اسلام کا ایسا کوئی خطہ نہیں
جس جگہ پر آپ کے دیوانے اور شیدا نہیں

مرجعِ فقہ و فتاویٰ مرکزِ علم و عمل
عہدِ حاضر میں نہیں ملتا کہیں اُن کا بدل

مصر سے بھی فخر ازہر کا ملا اعزاز ہے
گویا ان کے مادرِ علمی کو ان پہ ناز ہے

مسئلے کے حل کی خاطر آپ نے باقاعدہ
مرکزی دارُ القضا کو بخشا حسنِ ارتقا

ہے بریلی شہر میں جو دارُالافتا مرکزی
آپ کے صدقے اسے شہرت ملی ہے عالمی

ایک شرعی کونسل کا بھی ہے فرمایا قیام
فقہی سیمینار کا ہوتا جہاں ہے اہتمام

ماہنامہ سُنّی دنیا کا بھی رتبہ ہے الگ
پورے ہندو پاک میں یہ اک رسالہ ہے الگ

ارضِ متھرا پور میں ہے جو مثالی جامعہ
وہ بھی تعلیمی تناظر میں ہے شانِ ایشیا

آنکھ نورانی ،کشادہ ظرف، روشن دل ہوا
غسلِ کعبہ کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا

خوبیاں دوچار ہوں تو کوئی کرپائے رقم
دیکھ کر اوصاف سکتے میں ہے آجاتا قلم

حضرتِ اختر رضا ہر طور سے ہیں باکمال
دور تک ملتی نہیں اِس عہد میں ان کی مثال

ان کے شہزادے ہیں ان کے علم وفن کے جانشیں
حضرتِ عسجد رضا خاں ناشرِ دینِ متیں

قائدِ ملت کا ان کو زیب دیتا ہے خطاب
ان کے علم وفن سے برپا ہورہا ہے انقلاب

مسلکِ حق کی اشاعت میں ہیں ہرلمحہ مگن
رکھتے ہیں پیشِ نظر تاج الشریعہ کا مشن

کامیابی سے خدا فرمائے ان کو ہمکنار
کام کرنے ہیں ابھی ملت کا ان کو بے شمار

جو بریلی سے ملی سوغات ہی کچھ اور ہے
حضرت اختر رضا کی بات ہی کچھ اور ہے

کرکے علم وفضل سے اہل جہاں کو مالا مال
دوہزار اٹھّارہ میں حضرت نے فرمایا وصال

☆☆☆

باب سوم۔ علمیات

امام احمد رضا اور علوم وفنون

حکمت و دانش کے ہیں گنجِ گراں مایہ رضا
دے گئے ہیں بیش قیمت علمی سرمایہ رضا

آپ کے علمی تبحر کی نہیں ملتی ہے تھاہ
جملہ تصنیفات ہیں اس بات کی اب بھی گواہ

علمی دنیا نے انھیں مانا ہے ہر فن کا امام
اہل شرق و غرب نے دل سے کیا ہے احترام

وہ خدائے پاک کی قدرت کے ہیں اک شاہکار
علم کے ہر اک چمن میں ان کی ہے پھیلی بہار

جس نظر سے دیکھئے تعریف کے لائق ہوئے
علمی دنیا میں کئی جہتوں سے ہیں فائق ہوئے

علم و فن کے بحر اعظم تھے امام احمد رضا
اک جہانِ علم و فن سیراب ان سے ہوگیا

ایسی ہستی کا ہوا کرتا ہے صدیوں میں ظہور
جس کو علم وفن کے ہر میداں میں ہو کامل عبور

فضلِ رب سے پائے وافر عقلی و نقلی علوم
اس لئے اکنافِ عالم میں مچی ہے ان کی دھوم

علم کے کوہِ ہمالہ ، معرفت کے رازداں
اک سے اک فکرو تخیل کی سجائی کہکشاں

سیکڑوں عنوان پر لکھّیں کتابیں بے تکان
وہ زمیں کی گود میں ہیں عبقریّت کا نشان

وسعتِ علمی کا ان کی ، کوئی اندازہ نہیں
وہ ثریّا کی بلندی پر رہے مسند نشیں

ان کی ہر تحریر میں موجود ہے علمی مواد
جن سے ظاہر ہے نشانِ امتیاز و انفراد

ان کی تصنیفات پر گر کام ہو تفصیل سے
اک سے اک نکلیں گہُر تحقیق کی زنبیل سے

اختصاراً ذکر میں کرتا ہوں تصنیفات کا
تاکہ اندازہ ہو سب کو علمی موضوعات کا

کررہا ہوں بات تصنیفات کی تعداد پر
کذب گوئی سے بچائے مجھ کو رب بحروبر

ماہرینِ فن نے جو تعداد ہے تحریر کی
پیش ہے بس اک جھلک اس خوشنما تصویر کی

کچھ قلمکاروں نے تعدادِ کتُب لکّھی ہزار
اور اکثر نے کیا ہے اِس سے زائد کا شمار

چند اہل فن نے لکّھا بارہ سو کے آس پاس
لکھنے والوں میں ہیں سارے دیدہ ور اور حق شناس

ڈاکٹر مسعود کی یہ مستند تحقیق ہے
بعد کے جملہ محقق نے بھی کی تصدیق ہے

ڈاکٹر مسعود نے تحقیق فرما کر کہا
قابلِ صد فخر ہیں جملہ تصانیفِ رضا

کوئی بھی تصنیف ملحوظات سے خالی نہیں
یعنی سب ہیں مستقل کوئی بھی اجمالی نہیں

کچھ کتابیں مختصر ہوکر بھی عالی شان ہیں
کیونکہ ان کے لکھنے والے صاحبِ عرفان ہیں

بس ضخامت ہی بڑھا دینا نہیں ہوتا کمال
اصل تو ہے جامعیت اور تحقیقی جمال

وہ حواشی ہوں کہ تعلیقات سب ہیں مستند
اہل علم و عشق نے ان کو کہا ہے معتمد

کچھ کتب کے کام اب تک تشنۂ تکمیل ہیں
ان کے مندرجات سارے طالبِ تشکیل ہیں

چونکہ ضائع ہوچکی ہیں کچھ کتابیں معتبر
کچھ ہوئیں نذرِ تساہل کچھ پہ دیمک کا اثر

سرقہ بازوں نے بڑھایا اس طرف بھی اپنا ہاتھ
لے گئے بوسیدہ الماری سے آکر اپنے ساتھ

کچھ کتابیں لوگ اشاعت کے لیے لے کر گئے
آج تک لیکن نہ بھجوائی نہ ہی دے کر گئے

کس قدر علم و معارف پر رضا کو تھا عبور
اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں بس اہل شعور

ان میں سے چند ایک کا میں ذکر کرتا ہوں یہاں
گو نہیں ممکن یہاں تفصیل سے کرنا بیاں

پھر بھی کچھ ناموں کو نظمانے کی کوشش ہے مری
تاکہ ظاہر ہو رضا کے علم و فن کی برتری

علم قرآں، علمِ تفسیر و اصول و علمِ نحو
اعلیٰ حضرت ان کی تشریحات میں رہتے تھے محو

فقہ، منطق، فلسفہ، علم فرائض اور قضا
منفرد ہیں آپ اِن سب میں بفیضِ مصطفیٰ

علمِ حکمت ،علمِ طب ،علمِ جدَل ،علمِ جفر
تھی مہارت اِن میں بھی حاصل مکمل طور پر

علمِ اشعارو عروض اور علمِ تاریخ وادب
ان کمالوں کے ذریعے ہے ملا انعامِ رب

عالمِ اسمائے حسنیٰ ، جامعِ علمِ وفاق
جرح اور تعدیل میں تھا اک الگ ہی طمطراق

اشتقاق و صرف اور علمِ لُغت، سیر و بیان
اعلیٰ حضرت ان میں بھی سب سے جُدا رکھتے ہیں شان

علمِ حکمت اور وہ ہیں تاریخ گوئی میں عظیم
صاحبِ علمِ جدید اور صاحبِ علمِ قدیم

علمِ انساب و مساحہ میں جُدا ان کی ہے ذات
اہل دانش نے کہا ہے ماہرِ عمرانیات

علم آداب النبوتہ میں ہوئے وہ باکمال
علمِ باطن اور سلوک و معرفت میں بے مثال

منفرد علمِ قواعد میں تھی ان کی ذاتِ پاک
کس قدر تحسین کے قابل ہے ذوق و انہماک

علمِ طبعی اور ریاضی میں رہے ہیں بے نظیر
اس لئے تو کاروانِ علم کے ٹھہرے امیر

ہیئت و زیجات اور تکسیر و علمِ کیمیا
صاحبِ علم العدد ، دانائے رازِ ہندسہ

ارثماطیقی ، مُثلَّث ، جبر اور لوگارثم
لوگ ایسے علم سے واقف جہاں میں ہوں گے کم

جامعِ صورالکواکب ، شارحِ علم الحساب
کیوں نہ ایسے علم والی شخصیت ہو لاجواب

علمِ اُسطُرلاب اور علمِ تقاسیم العلوم
تھے امام احمدرضاخاں ماہرِ علمِ نجوم

علمِ تجویدو وقوف و علمِ اسمائے رجال
ان میں بھی تھے اعلیٰ حضرت صاحبِ فضل وکمال

علمِ ترغیب و مواعظ ، فنِ آثار و حجر
پاس ہوں جس شخصیت کے ، کیوں نہ ہو وہ معتبر

علمِ ایجادات ، موسمیات ، علمِ اقتصاد
ایسے علم و فن میں بھی چھوڑا بہت علمی مواد

ترجمے اور حاشیے کے باب میں سب سے الگ
تھے معاصر اور سب احباب میں سب سے الگ

خوب تر سائنس کو بخشا فروغ و ارتقا
کیا مثالی ہے رضا کے فکروفن کا نخلچہ

علمِ طبعیات ، معدنیات ، علمِ صوتیات
یعنی جس پہلو سے دیکھیں منفرد لگتی ہے ذات

فقہ و افتا کے تعلق سے تو کہنا ہی نہیں
ان سا صدیوں میں کوئی ملتا نہیں باریک بیں

اک فتاویٰ رضویہ پر ہی اگر ہو تبصرہ
تو معارف کا جہاں آباد ہوگا اک نیا

جتنے علم و فن پہ حاصل ہے انھیں درک و کمال
شعر میں ممکن نہیں ہے کرنا اظہارِ خیال

نام سارے علم و فن کا شعر میں دشوار ہے
بحر کی مجبوریاں ہیں ، نام پہلو دار ہے

چند اک کا ذکر اجمالاً ہوا ہے بس یہاں
ذکر بالتفصیل اس کا ہے کتابوں میں نہاں

ہاں مگر اتنا بتادینا یہاں ہے لازمی
میری اس تحریر کو سمجھا نہ جائے آخری

آج بھی تحقیق میں ہیں ماہرینِ رضویات
دھیرے دھیرے کُھل رہے ہیں عقدہ ہائے مضمرات

طارق انور کیرلا کی اک نئی تحقیق ہے
ان کی ہی تصنیف سے اس کی ہوئی تصدیق ہے

علم کی تعداد جو عقلی بھی ہے نقلی بھی ہے
آخری تعداد اب تک پانچ سو باسٹھ کی ہے

☆☆☆

امام احمد رضا کی تدریسی خدمات

تاجدارِ علم و حکمت شہہ امام احمد رضا
شعبۂ تدریس کا رکھتے تھے کامل تجربہ

مسندِ تدریس کو ہے آپ نے بخشا وقار
گلشنِ ہستی سے وابستہ تھی تعلیمی بہار

شخصیت سازی میں بے شک آپ ہیں اپنی مثال
فکر کی تعمیر میں رکھتے ہیں حد درجہ کمال

آپ اپنے عہد میں اک ماہرِ تعلیم تھے
اک ادارہ ، جامعہ اور اک بڑی تنظیم تھے

آپ کی تدریس کا انداز تھا سب سے جُدا
طالبانِ دیں کو دیتے تھے نیا اک ولولہ

یہ حقیقت ہے کہ جب تھا دورِ تحصیل علوم
رہتا تھا ان کے قریں ، حکمت کے پیاسوں کا ہجوم

آپ کی تدریس کا مقصد فروغِ دین تھا
منہجِ تعلیم بیحد قابلِ تحسین تھا

جب علومِ دینیہ سے آپ فارغ ہوگئے
کردیئے باضابطہ تدریس کے روشن دِیے

ہے یہ صد فی صد حقیقت شہ امام احمد رضا
اک مدرس ہی نہیں بلکہ تھے خود اک مدرسہ

مستفیض آکر ہوا کرتے تھے طلبہ دور سے
روشنی لیتے تھے علم و فن کے کوہِ نور سے

سیکڑوں طلبہ شعاعِ علم کرتے تھے کشید
درجنوں علما کو رہتی تھی توجہ کی امید

پیش فرماکر بہت معقول تعلیمی نصاب
علمی چشمے سے کیا باغِ ہنر کو فیضیاب

مخلصانہ طرز پر تدریس کی زینت رہے
تاکہ علم مصطفیٰ کی ہر طرف برکت رہے

فتویٰ و تصنیفی کاموں کا رہا کرتا ہجوم
اس طرح جاری رہی تقسیمِ فیضانِ علوم

تیرہ سو چھ ہجری تک یہ خوبصورت سلسلہ
تندہی کے ساتھ آگے کی طرف بڑھتا گیا

جمعہ کے دن ان دنوں فتوے کا بس کرتے تھے کام
چونکہ طلبہ کا رہا کرتا تھا اکثر ازدحام

جاری کس سن تک رہا درسِ رضا کا سلسلہ
یہ مکمل طور پر اب تک نہ واضح ہوسکا

تیرہ سو گیارہ میں شہ حامد رضا فارغ ہوئے
حضرتِ عبدالسلام ان کے شریکِ درس تھے

دونوں نے اک ساتھ ہی فرمائی تحصیلِ علوم
تیرہ سو گیارہ میں ہی کرلی تھی تکمیلِ علوم

درس گاہِ اعلیٰ حضرت میں رہے یہ ہم سبق
ہیں جبھی روشن کتابِ زندگانی کے ورق

سنِ مذکورہ میں فرزندِ وصی احمد نے بھی
اعلیٰ حضرت سے لیا تھا گنجِ علم و آگہی

شہ وصی احمد محدث سورتی کے یہ پسر
تھے نگاہِ اعلیٰ حضرت میں بڑے ہی معتبر

محترم موصوف کی دستار بندی بھی ہوئی
خود امامِ اہل سنت نے انھیں دستار دی

شاہ ظفرالدین رضوی ہیں جو تلمیذِ رضا
یوں ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہیں کرتے تذکرہ

تھے امام احمدرضا خاں مرجعِ علم وادب
طالبانِ دینیہ کو ان کی رہتی تھی طلب

ابتدا میں خوب رہتی تھی توجہ درس پر
طلبہ ان کے پاس آتے دور سے کرکے سفر

ان دنوں کوئی بریلی میں نہیں تھا مدرسہ
مرجعِ طلبہ و علما تھی فقط ذاتِ رضا

منظرِ اسلام بھی قائم نہیں تھا اس گھڑی
بعد مدت شہر میں اس کی بنا ڈالی گئی

جامعہ تو خود امام احمد رضا کی ذات تھی
تشنگانِ علم کی جن کے یہاں بہتات تھی

بھیڑ رہتی تھی سدا کاشانۂ رضوی کے پاس
تشنگانِ علم و حکمت کی یہیں بجھتی تھی پیاس

الغرض! درس رضا کا ہر طرف شہرہ ہوا
ملک اور بیرونِ ملک اس کا بڑا چرچا ہوا

اک جہاں میں آشکارا ہوگیا درسِ رضا
نازشِ بلخ و بخارا ہوگیا درسِ رضا

جو امام احمد رضا کے درس میں شامل ہوئے
آگے چل کر وہ جہاں میں فخر کے قابل ہوئے

چھا گئے بن کر جہاں میں آفتاب و ماہتاب
شوکت و اعزاز کے حاصل ہوئے ان کو خطاب

ایک ساتھ اب تک نہیں آیا ہے سب کا تذکرہ
آئے گا ہی ایک دن نام ونسب کا تذکرہ

اہل تحقیقات کی تحقیق جاری ہے ابھی
ان شاءاللہ اس کی بھی تحقیق ہو ہی جائے گی

جب رضا نے کہہ دیا ہر کام کا اک وقت ہے
کیوں لکھوں میں کام یہ آساں نہیں ہے، سخت ہے

ہو چکی ہیں بزمِ تحقیقات کی روشن جہات
ہر سو سرگرمِ عمل ہیں ماہرینِ رضویات

ہاں! مگر حق ہے کہ سارے خوشہ چینانِ رضا
حلقۂ علمی میں رکھتے ہیں جداگانہ ادا

☆☆☆

باب چہارم - سفریات

اعلیٰ حضرت کا پہلا سفرِ حج

اعلیٰ حضرت نے بفیضانِ رسولِ مجتبیٰ
بارہ سو پنچانوے ہجری میں پہلا حج کیا

حج کی خوشیاں آپ کے پیش نظر تھیں جلوہ بار
یہ سفر ہرزاویے سے تھا نہایت یادگار

باپ ماں کےساتھ حج کا یہ شرف حاصل ہوا
اِس بہارِ عید سے شاداب باغِ دل ہوا

حجِ کعبہ کی سعادت سے ہوئے تھے بہرہ ور
کیوں نہ وہ پھر ناز فرماتے بھلا تقدیر پر

تھا حرم کی سرزمینِ پاک پر جب تک قیام
اِرد گرد اکثر رہا شیدائیوں کا ازدحام

اِس سفر میں چند اکابر سے ملاقاتیں ہوئیں
کھُل کے تفسیرو اصولِ فقہ پر باتیں ہوئیں

سیّد احمد تھے اُنہی میں اک فقیہِ بے بدل
شاہ مفتی عبدِ رحمٰن بھی تھے اک شیخِ اجل

آپ تھے ان کی نگاہوں میں بہت ہی معتمد
اُن اکابر نے حدیث وفقہ کی بخشی سند

ایک شیخِ باکرامت جن کا بن صالح تھا نام
وہ حرم میں ان دنوں تھے شافعیوں کے امام

ان کے دامن سے تھی وابستہ کمالوں کی بہار
اور رُخِ اقدس سے اُن کے، تھی ولایت آشکار

جذبۂ اخلاص تھا ان کا نہایت دلنشیں
اور انداز تکلم بھی حلاوت آفریں

اس میں کوئی شک نہیں وہ عارفِ باللہ تھے
سالک راہِ تصوُّف، مردِ حق آگاہ تھے

دیکھ لیجے ان کے اندازِ عنایت کی جھلک
کس قدر جذبات میں اپنائیت کی تھی چمک

بے تعارف لے گئے اپنی رہائش گاہ پر
تھے جہاں بکھرے ہوئے فیض وکرامت کے گہر

اور ادب سے چوم کر پیشانی احمدرضا
بول اٹھے میں دیکھتا ہوں اس میں نور ،اللہ کا

الغرض! ہرسمت فیض آرائیاں ہوتی رہیں
اُن بزرگوں کی کرم فرمائیاں ہوتی رہیں

لیتے تائیدات آکر مفتیانِ با رسوخ
آپ سے اسناد حاصل کرتے مکہ کے شُیوخ

جس طرف مکہ میں نکلے عزت افزائی ہوئی
خوب اہل حق کی جانب سے پذیرائی ہوئی

حج سے فارغ ہو کے واپس آ رہے تھے انڈیا
راستے میں پیش آیاک الگ ہی واقعہ

آگیا طوفاں سمندر میں اچانک پُر شدید
تھیں قیامت خیز لہریں اور ساحل تھا بعید

شورشِ طوفان نے ہلچل مچا کر رکھ دیا
کشتی کے ہر اک مسافر کو ہلا کر رکھ دیا

تھیں بہت دہشت میں، مستورات جو تھیں ساتھ میں
اور مردوں نے کفن تک لے لیا تھا ہاتھ میں

اعلیٰ حضرت پر مگر اس کا نہیں تھا کچھ اثر
وہ وظائف میں رہے مشغول بے خوف وخطر

ان کا کہنا تھا کہ ہم تو پڑھ کے بیٹھے ہیں دعا
کیسے ممکن ہے کہ چُھو لے کوئی طوفانی بلا

میرے آقا نے کہا ، جو یہ دعا پڑھ کر چلے
پھر بآسانی پہنچ جائے گا وہ منزل تلے

اور بحمداللہ میں نے پڑھ رکھی ہے وہ دعا
اس لئے میں مطمئن ہوں ، کچھ نہ بگڑے گا مرا

سرورِ ذی شان کا فرمان ٹل سکتا نہیں
ہے یقیں طوفاں کا ہم پر زور چل سکتا نہیں

گرچہ یہ لمحہ مسافر کے لئے کچھ سخت ہے
موت کا لیکن بہر صورت مقرر وقت ہے

جب دعا کرنے لگے وہ عاشقِ شاہِ حجاز
پھر تو خطرے سے نکل کر آ گیا باہر جہاز

تھا نبی پر کس قدر پختہ یقین و اعتماد
زندہ باد اے سیّدی احمد رضا خاں زندہ باد

☆☆☆

اعلیٰ حضرت کا دوسرا سفرِ حج اور اس کی برکات

اعلیٰ حضرت نے کیا جب دوسرا حج کا سفر
پیش اس کا واقعہ ہے اب بطور مختصر

ساتھ میں ننھے میاں تھے اور پسر حامدرضا
ممبئ ساحل سے نکلا تھا حرم کا قافلہ

جان ودل پہنچے ہوئے تھی ہی مدینے کی طرف
پھر کھُلی آنکھوں سے حسنِ دید کا پایا شرف

قاعدے سے حج کے سب ارکان پورے ہوگئے
دل میں جتنے تھے بسے ارمان پورے ہوگئے

بعدِ حج مکہ میں ہی تھا اعلی حضرت کا قیام
آپ سے ملنے کو آتے تھے فقیہانِ کرام

صاحبانِ ذوق کرتے استفادہ روزوشب
فخریہ ملتے تھے آکر حق پسندانِ عرب

مسئلے آتے تھے لے کر مفتیانِ باوقار
استفادہ کرتے رہتے تھے فقیہانِ کبار

شانِ علمی آپ کی ہر ایک نے تسلیم کی
شہرِ مکہ کے ائمہ نے بڑی تعظیم کی

طالبانِ شوق کی فرمائی ہر علمی مدد
ان میں چند افراد کو بخشی خلافت کی سند

آپ سے اسناد حاصل کیں ، کئی افراد نے
کی پزیرائی وہاں پر اک بڑی تعداد نے

ایسے پیچیدہ مسائل کا نکالا رہ کے حل
جن سے پڑتا تھا عقیدے اور ایماں میں خلل

ردّ باطل میں وہاں رہ کر رسالہ بھی لکھا
بند کرڈالا سبھی فتنہ گروں کا ناطقہ

دیکھ کر علمی حقائق خود فقیہانِ حجاز
مہرِ تصدیقات سے یکلخت کرتے سرفراز

استفادہ کرنے والے آتے رہتے صبح و شام
رہروانِ شوق کرتے تھے محبت سے کلام

آپ کے پاس اُن دنوں آیا تھا تحریری سوال
وہ سوال آئے تھے لے کر حضرتِ صالح کمال

حضرتِ صالح کمال اک عالِم بیباک تھے
حامیِ اہل سنن اور صاحبِ ادارک تھے

ان سوالوں میں تھی علمِ غیب آقا کی نفی
یہ تماشہ دیکھ کر حیراں تھے فرزندِ نقی

چاہیے تھی اس میں ان لوگوں کو قرآں سے دلیل
درج تھے مکتوب کے اندر سوالاتِ طویل

ان سوالوں کے مرتب تھے وہابی مولوی
اس گھڑی مکہ میں تھا حاضر خلیل انبیٹھوی

فتنہ گر لوگوں کی جانب سے یہ آیا تھا سوال
ان ہی لوگوں نے شرارت سے یہ پھیلایا تھا جال

دے کے کاغذ ہاتھ میں کہنے لگے صالح کمال
اصل میں پوچھا گیا ہے آپ ہی سے یہ سوال

آپ کو دینا ہے فورًا ان سوالوں کا جواب
بدعقیدہ مولویوں کو ہے کرنا بے نقاب

آپ نے فوراً طلب فرمایا کاغذ اور دوات
ذہن میں ہونے لگے وارد ابھی سے ہی نکات

آئے خلوت گاہ پر اور کردیا لکھنا شروع
ایسا لگتا تھا کرم کا پھر ہوا سورج طلوع

صفحۂ کاغذ پہ برجستہ قلم چلتا رہا
ضوفشاں ہوکر چراغ فکروفن جلتا رہا

ٹھوس استدلال اور پختہ شواہد کے سبب
نجدیت پر ٹوٹ کر گرنے لگی برقِ غضب

علم غیب مصطفیٰ پر آپ نے جب دی دلیل
دیکھتے ہی دیکھتے منکر ہوئے سارے ذلیل

انتہائی علمی تحقیقی مقالہ ہوگیا
آٹھ گھنٹے میں مکمل اک رسالہ ہوگیا

ہوگیا تیار دستاویز علمِ غیب پر
منکرینِ غیب کی سن کر ہوئی حالت دِگر

شیخ صالح کے حوالے آپ نے اس کو کیا
شیخ صاحب نے اسے پہلے عقیدت سے پڑھا

پھر اسے لے کر علی پاشا کی خدمت میں گئے
اور علی الاعلان اُن کے سامنے کہنے لگے

علمِ غیب مصطفیٰ پر دیکھئے تحریر یہ
آیتِ قرآن کی در اصل ہے تفسیر یہ

صاحبِ تحریر ہیں مولانا شہہ احمدرضا
چند گھنٹوں میں انہوں نے یہ رسالہ ہے لکھا

دیکھ کر رنگ نگارش بولے مکہ کے شریف
اپنی نوعیت کی ہے اعلیٰ یہ تصنیفِ لطیف

نام تھا اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَۃ اس تصنیف کا
نجدیت میں مچ گیا تھا اس کے دم سے تہلکہ

مرحبا اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَۃ نامی یہ کتاب
ہے ثبوت علمِ غیب مصطفیٰ پر لاجواب

اُڑ گئے تھے منکرینِ غیب کے ہوش و حواس
چھا گیا تھا نجد کے ایوان میں خوف و ہراس

ہر وہابی مولوی کا جوش ٹھنڈا ہوگیا
ان کو رسوا کرنا چاہا خود ہی رُسوا ہوگیا

مولوی انبیٹھوی نے جلد لی راہ فرار
کچھ دنوں تک وہ رہا جدّہ میں جاکر سوگوار

سید اسمٰعیل مکی جو تھے اک شیخ زمن
اعلیٰ حضرت پر لٹاتے تھے ہمیشہ جان وتن

شاہ عبدالحق نے خود آکر مبارک باد دی
کی حسیں الفاظ میں تعریف ، دل سے داد دی

شیخِ مکّہ شاہ عبداللہ نے تحسین کی
اور تائیدیں تھیں اس پر مفتیانِ دین کی

شانِ علمی دیکھ کر علما و فقہا نے کہا
اِس صدی کے ہیں مجدد شہ امام احمدرضا

اُنس تھا کتنا امام احمدرضا کی ذات سے
ہورہا ہے اب بھی ظاہر اُن کی تقریظات سے

سینکڑوں تھے مفتیانِ دیں عرب کے ، نامور
تھے رضا جن کی نظر میں علم و فن کے تاجور

ان کی تحریرات سے ہے ظاہر و باہر یہ بات
منفرد ہر زاویے سے اعلیٰ حضرت کی ہے ذات

جن بزرگوں نے ستائش اس قدر بھرپور کی
ان کے مرقد پر الٰہی بارشیں ہوں نور کی

☆☆☆

امام احمد رضا کے اسفار

اعلیٰ حضرت نے بفیضانِ رسولِ کائنات
وقف کردی شوکتِ دیں کے لئے پوری حیات

لمحہ لمحہ ان کا گذرا خدمتِ اسلام میں
شہرت و عزت جبھی ان کو ملی انعام میں

کارِ دینی میں رہی مشغولیت بے انتہا
بے ضرورت بیٹھنا ان کو گوارا ہی نہ تھا

ان کو دلچسپی تھی ہر لمحہ افادی کام سے
ایک پل شاید کبھی بیٹھے ہوں وہ آرام سے

وہ عموماً کرتے رہتے تھے سفر سے احتراز
شغل تصنیفی پہ تھا ہر لمحہ ان کا ارتکاز

دین کی خاطر کبھی پڑتی ضرورت جب شدید
تو سفر کرتے کہ دیں کے حق میں ہو کارِ مفید

اعلیٰ حضرت نے اگرچہ کم ہے فرمایا سفر
ہر سفر ان کا ہے لیکن انتہائی کارگر

گھومنے پھرنے کی خواہش اور نہ سیاحی کی آس
ایسے کاموں کے لئے فرصت کہاں تھی ان کے پاس

مذہبی اشغال کا ہر وقت رہتا ازدحام
اس لئے کرتے درِ دولت پہ ہی اکثر قیام

ہیں مجدد چونکہ چودہویں صدی ہجری کے وہ
ہند میں ہیں معجزہ شاہنشہِ مدنی کے وہ

ان کو رہتا تھا ہمیشہ اپنے منصب کا خیال
اس لئے گذرے فروغِ دین میں ہر ماہ وسال

اختصاراً پیش ہے اب ان کی رودادِ سفر
ہے افادی پہلوؤں سے پُر یہ تعدادِ سفر

کب ہوا پہلا سفر یہ تشنۂ تحقیق ہے
ہجری بارہ سو چھیاسی کی مگر تصدیق ہے

اس سے پہلے وہ گئے تھے رشتہ داروں کے یہاں
اس کی تفصیلات کا ملتا نہیں وافر بیاں

دیگر آثارو قرائن سے جو چلتا ہے پتہ
ہے اسے سیرت نگاروں نے سوانح میں لکھا

ہے سفر دو مرتبہ ان کا ہوا سوئے حجاز
یعنی دو دفعہ ہوئے برکاتِ حج سے سرفراز

حج کا یہ پہلا سفر ان کا ہوا مع والدین
دیدِ بیت اللہ سے حاصل ہوا آنکھوں کو چین

یہ سفر ہی غالباً پہلا ہے اور باضابطہ
جس میں مکہ کے فقیہوں نے سند کی تھی عطا

کتنے فقہائے اجلہ سے شناسائی ہوئی
اور اکابر کی طرف سے قدر افزائی ہوئی

مفتیانِ شافعیہ ، مفتیانِ حنفیہ
ان کے علم وفضل کے قائل ہوئے بے ساختہ

چند اکابر نے علومِ دینیہ کی دی سند
معتمد فقہا کی نظروں میں وہ ٹھہرے معتمد

شیخ بن صالح کی ان میں ایک علمی ذات تھی
جن کے بحرِ علم میں امواج کی بہتات تھی

بے تعارف چوم کر بولے جبینِ بے غرور
مجھ کو تو اللہ کا اس میں نظر آتا ہے نور

دوسرے حج کا سفر بھی ہے نہایت دل پذیر
اس سفر میں ہاتھ آئیں برکتیں بیحد کثیر

اس میں ہی الدّولۃُ المکّیہ نامی اک کتاب
لکھ کے سارے بدعقیدوں کو کیا خانہ خراب

مسئلہ جیسا بھی آیا کردیا حل فی البدیہہ
اس سفر میں ہی رسالہ اک لکھا کفل الفقیہ

اس سفر کے اور بھی ملتے ہیں علمی واقعات
اس جگہ مجھ کو سفر پر ہی فقط کرنی ہے بات

دو سفر کی یہ جھلک تھی بس بطورِ مختصر
اب میں کرنے جارہا ہوں ذکرِ اسفارِ دگر

خواجۂ اجمیر کے دربار میں حاضر ہوئے
دہلی محبوبِ الٰہی کے بھی روضے پر گئے

خیراباد و لکھنو ، پہنچے مرادآباد بھی
اور بنارس کی زمیں بھی فیضیاب ان سے ہوئی

شہرِ کلکتہ نے بھی چومے مجدد کے قدم
بمبئی پہ جم کے برسا ابرِ بارانِ کرم

وہ جبل پور اور بیسل پور کے مہماں بنے
اہلِ پیلی بھیت کے بھی درد کے درماں بنے

رام پور اور کان پور، آئے الٰہ آباد بھی
ارضِ سیتاپور میں بھی شان سے آمد ہوئی

احمدآباد ان کے تلوؤں سے ہوا ہے فیضیاب
ارض مانک پور پر بھی برسا جلووں کا سحاب

شہر امرتسر، کراچی اور گئے لاہور بھی
آگے اس عنوان میں ہیں کچھ علاقے اور بھی

تھے بدایوں شہر سے ان کے پُرانے رابطے
جب پڑی دینی ضرورت تو وہاں بھی وہ گئے

ہم نشین و ہمنوا تھے حضرتِ تاج الفحول
اعلیٰ حضرت ان کی آرا دل سے کرتے تھے قبول

فضلِ رحماں کے دیارِ عشق میں جانا ہوا
وا ، رضا کے واسطے رحمانی کاشانہ ہوا

اِس سفر میں ساتھ تھے ان کے محدث سورتی
ہم رکابی اور بھی عالی اکابر کی رہی

فضلِ رحماں اِن پہ، یہ تھے فضلِ رحماں پر نثار
تین دن کا یہ سفر تھا انتہائی یادگار

ان کی آمد کی تجلی سے منور ہے بہار
شہرِ پٹنہ اور آرہ کا سفر ہے یادگار

پیر خانے کے تعلق سے تو کہنا ہی نہیں
خم وہاں رہتی ہمیشہ ہی عقیدت کی جبیں

ایک دو کی بات کیا؟ مارہرہ پہنچے بار بار
بارگاہِ پیر کا تو ہر سفر ہے یادگار

قریۂ کوہِ بھوالی ہے جو نینی تال میں
اک مہینہ جاکے رہ آتے تھے پورے سال میں

آخری ایام میں جب ضعف کا غلبہ بڑھا
تو سہولت کے لئے دو چند سال ایسا کیا

ہوتا تکمیلِ فرائض کے لئے یہ اہتمام
روزہ رکھنے کے لئے اک ماہ فرماتے قیام

چونکہ نینی تال ہے اک وادئ دشت و جبل
گرم موسم میں نہ پڑتا تھا وہاں کوئی خلل

اس لئے شعبان کے آخر میں کرتے یہ سفر
اور عیدالفطر میں تشریف لے آتے تھے گھر

یہ تھی ان کے مذہبی دینی سفر کی اک جھلک
جس میں شامل ہے حیاتِ اعلی حضرت کی مہک

اعلیٰ حضرت کے سفر ناموں پہ تو باضابطہ
کام جابر شمس صاحب نے ہے تحقیقی کیا

اس حوالے سے ہے معلومات کا اس میں جہاں
صاحبِ تحقیق کا ہے خوب اسلوبِ بیاں

یہ ہے اسفارِ رضا کی مختصر اک داستان
سوچئے ہے کتنا واضح عبقریت کا نشان

☆☆☆

امام احمد رضا اور بہار کا سفر

تیرہ سو اٹّھارہ ہجری میں امام احمد رضا
شہر پٹنہ میں ہوئے پہلے پہل جلوہ نما

اک عظیم الشان جلسے کا ہوا تھا اہتمام
خانقاہوں کے مشائخ کا تھا اُترا ازدحام

سیکڑوں ارباب حل و عقد تھے جلوہ طراز
تھا عظیم آباد کا منظر نہایت دل نواز

اہل دانش تھے ہزاروں میں قریب و پاس کے
اعلیٰ حضرت خاص تھے مہمان اس اجلاس کے

اس کے کنوینر تھے حضرت قاضیِ عبد الوحید
جو کہ تھے اک قائدانہ شان کے فرد فرید

اعلیٰ حضرت سے انھیں حاصل تھی گہری رسم و راہ
جذبۂ اپنائیت دونوں طرف تھا بے پناہ

قاضی صاحب کی ہی دعوت پر ہوا تھا طے سفر
اعلیٰ حضرت شادماں تھے عزم ان کا دیکھ کر

قاضی صاحب تھے بڑے بیباک اور مردِ جری
اک مجاہد کی طرح گذری ہے ان کی زندگی

ماہنامہ مخزنِ تحقیق کے تھے یہ مدیر
سمجھا جاتا تھا انھیں اک اہل سنت کا سفیر

اعلیٰ حضرت نے جو دیکھا ردِ ندوہ پر جتن
تو لقب ان کو دیا ندوہ شکن ، ندوی فگن

اعلیٰ حضرت نے کیا تھا ایک ہفتہ تک قیام
سات دن چلتا رہا جلسہ بہ تزک و احتشام

اعلیٰ حضرت کا ہوا تھا اس میں تاریخی خطاب
تھا عظیم آباد میں آیا ہوا اک انقلاب

تیرہ سو اٹّھارہ ہجری اور تھا ماہِ رجب
شہر پٹنہ میں مجدد کا ملا ان کو لقب

اس حوالے سے بھی ٹھہرے خوش نصیب اہل بہار
اس لقب کی گونجی سب سے پہلے پٹنہ میں پکار

یہ تو بس پہلے سفر کی مختصر روداد تھی
ٹھیک اس کے سال بھر بعد ان کی پھر آمد ہوئی

قاضی صاحب ہی کی دعوت پر بنے مہمان پھر
دید کو اہلِ بہار ان کی، بہت تھے منتظر

اصل میں کلکتہ اک اجلاس میں دعوت ہوئی
اس سفر میں ساتھ تھے ان کے محدث سورتی

قاضی صاحب کی گذارش تھی کہ جب واپس ہوں گھر
تو عظیم آباد ہوکر طے یہ فرمائیں سفر

اعلیٰ حضرت نے گذارش ان کی فرمالی قبول
قاضی صاحب کی طبیعت میں کھلے چاہت کے پھول

بعدِ جلسہ شہر کلکتہ سے جب واپس ہوئے
قاضی صاحب کے یہاں بھی ان کی خواہش پر رُکے

خیر مقدم کے لئے تیار تھے اہلِ بہار
ہے سفر یہ بھی عظیم آباد کا اک یادگار

تیسری بار آئے کیسے اہل سنت کے امام
پیش کیجے ان کے اندازِ محبت کو سلام

قاضی صاحب کی علالت کی ملی تھی جب خبر
اعلیٰ حضرت نے کیا فوراً ہی پٹنہ کا سفر

قاضی صاحب کے یہاں پھر ہوگئے جلوہ فگن
دور سارے اہلِ خانہ کے ہوئے رنج و محن

خیریت پوچھی، کیا دریافت ان سے حال چال
چند لمحوں بعد ہی لیکن ہوا ان کا وصال

غسل سرکارِ محدث سورتی نے خود دیا
دھوم سے نکلا جنازہ عاشقِ دلگیر کا

قاضی صاحب کو ہوئی حاصل یہ شانِ امتیاز
اعلیٰ حضرت نے پڑھائی تھی جنازے کی نماز

تیسرا بھی یادگاری تھا یہ پٹنہ کا سفر
پھر چہارم کر کے لوٹے اعلیٰ حضرت اپنے گھر

ایک آرہ شہر ہے پٹنہ کی سرحد کے قریب
وہ زمیں بھی اس حوالے سے ہوئی ہے خوش نصیب

اس زمیں پر بھی رکھا ہے اعلیٰ حضرت نے قدم
ان کی نسبت کے سبب وہ شہر بھی ہے محترم

اک خلیفہ اعلیٰ حضرت کے ہیں اور تلمیذ بھی
نام ہے مفتی رحیمِ بخش رضوی آروی

ان کی دعوت پر گئے آرہ امام احمد رضا
اک سے زائد بار آمد کا ہے ملتا تذکرہ

یوں امام احمد رضا سے ہے تعلق استوار
خوش نصیبی پر نہ کیوں نازاں ہوں پھر اہلِ بہار

☆☆☆

باب پنجم - تصنیفات

تصانیفِ امام احمد رضا

اِک سے اِک اِس خاک پر آتے رہے اہل کمال
ڈھونڈنے سے دور تک ملتی نہیں جن کی مثال

عبقری شخصیتیں، نایاب و نادر ہستیاں
جن سے ہیں آباد علم و آگہی کی بستیاں

آج بھی زندہ ہیں وہ تاریخ کے صفحات میں
کوئی ملفوظات میں ہے کوئی مکتوبات میں

کائنات علم و فن میں ان کی ہے علمی دھمک
صفحۂ تاریخ کی سطروں میں ہے باقی چمک

مقتدر شخصیتوں میں اک سے اک جامع صفات
جن سے روشن ہیں جہاں میں فکر و دانش کی جہات

اُن ہی نادر ہستیوں میں ایک وہ ذاتِ بلند
جن کے دستِ علم نے ڈالی ستاروں پر کمند

آج بھی جگمگ ہے اُن کی شہرتوں کا آفتاب
اک صدی کے بعد بھی کم ہو نہ پائی آب و تاب

ان کے علم و عشق کا روشن ہے ہر اک زاویہ
فخر جن کے علم و فن پر پوری دنیا نے کیا

ان کو قدرت نے ہے بخشا خامہ آرائی کا فن
جملہ تصنیفات میں ہے بحرِ حکمت موجزن

اُن کے تصنیفی و علمی کارنامے ہیں اہم
مانا دنیا نے کہ تھے وہ ماہرِ علم و قلم

ان کی علمی یادگاریں ہیں جواہر کی طرح
ہیں عناصر علم کے، ان میں دفاتر کی طرح

سو سے بھی زائد کھِلے ہیں ان میں گلہائے فنون
ان کے باغِ علم میں ملتا ہے روحانی سکون

علم کی ہر شاخ پر ہے ان کا طائر نغمہ زن
ان کی پروازِ تخیُّل میں نہیں آئی تھکن

وہ تصانیفِ کثیرہ کے ہیں مالک بالیقیں
ان کا اسلوبِ نگارش ہے نہایت دلنشیں

واقفِ علمِ ریاضی، ماہرِ فقہ و کلام
نظم ہو یا نثر ہو، وہ ہیں ہر اک فن کے امام

فلسفہ، منطق، ریاضی، ہندسہ، لوگارثم
اور میدانِ جفر میں فتح کا گاڑا علَم

ان کے علم و فن کا اک تفصیلی عنواں ہے جہاں
میں نے اس منظوم میں ہے کردیا اس کا بیاں

کچھ علوم ایسے بھی ہیں جن کے ہیں خود موجد، رضا
ان کی تصنیفات سے ہی اس کا چلتا ہے پتہ

بیشتر ان میں بحمداللہ مطبوعہ بھی ہیں
حاشیے ہیں، ان میں کچھ شرحیں ہیں، مخطوطہ بھی ہیں

غیر مطبوعہ اشاعت کے لئے ہیں منتظِر
خوف ہے اوراق ان کے، ہوں نہ جائیں منتشِر

کیونکہ ماضی میں خسارہ تھا بہت سہنا پڑا
رہ گیا صندوق میں ہی علم کا گہنا پڑا

شکر رب ہے، آئیں کچھ تنظیمیں جب میدان میں
تو بڑی بیداری آئی ہندو پاکستان میں

سلسلہ نشرو اشاعت کا نیا جاری ہوا
پھر تصانیف رضا پر کام معیاری ہوا

کچھ ادارے آج بھی مشغول ہیں اس کام میں
رب تعالیٰ حوصلہ دے ان کو اس اقدام میں

کچھ ادارے تو لگے ہیں بس اِسی میں رات دن
ان کی مطبوعات سے اہل سنن ہیں مطمئن

ہیں محبانِ رضا سرگرم ہند و پاک میں
روز افزوں ہو ترقی قوتِ ادراک میں

ہیں تصانیفِ گرامی ان کی تقریباً ہزار
کچھ اکابر نے کیا ہے اس سے زائد کا شمار

کچھ تو رکھی رکھی الماری میں ضائع ہوگئیں
بیشتر لیکن بفضلِ مولیٰ شائع ہوگئیں

کچھ کتابیں بن گئیں افسوس! دیمک کی غذا
کچھ ہوئیں نذر تساہل ، کچھ کا سرقہ بھی ہوا

ہیں جو فہرستیں تصانیف رضا کی دستیاب
حضرتِ علامہ ظفر الدین کی ہے لاجواب

تیرہ سو ستائیس ہجری میں ہی وہ شائع ہوئی
تین سو سے اس میں زائد کی چَھپی تفصیل تھی

جبکہ ہجری تیرہ سو چالیس تک یہ سلسلہ
برق رفتاری سے آگے کی طرف بڑھتا گیا

پھر ہوئی فہرست شائع ایک المیزان میں
اس کو چھاپا حنفیہ والوں نے پاکستان میں

ماہنامہ قاری دہلی کا جو اک نمبر چَھپا
اس میں ساڑھے پانچ سو کا تھا مفصل تذکرہ

بعد اس کے ، اک نئ فہرست آئی معتبر
اور بھی دیگر رسالوں میں چھَپی اس کی خبر

ہیں مرتب اس کے اعظم گڑھ کے وہ عبدالمبین
جو کہ ہیں اک ناشرِ افکارِ سلفِ صالحین

یہ نئ فہرست تھی چھ سو اکاسی کی حسین
اس تلاش و جستجو پر مطمئن تھے ناشرین

حضرتِ ہمدانی صاحب ، ہیں جو اک گجرات کے
اچھے اسکالر ہیں اور ماہر ہیں تصنیفات کے

اس حوالے سے انہوں نے بھی بہت تحقیق کی
آٹھ سو تصنیف کی اس باب میں تصدیق کی

دیکھ کر مسعود کی تحقیق دنیا دنگ ہے
آپ کی فہرست سازی کا الگ ہی رنگ ہے

چونکہ ہے تحقیق کی دنیا میں اُن کا قد بڑا
ٹوٹ کر برسا ہے اُن پر ابرِ فیضانِ رضا

ہو نئے انداز میں کارِ فروغِ رضویات
حضرتِ مسعود احمد کا تھا منشورِ حیات

پونے نو سو تک کی وہ فہرست ہیں دے کر گئے
رنگ وہ تحقیقی گلدستے میں تازہ بھر گئے

اک بڑے عالم ہیں مولانا ریاست قادری
ان کی اک فہرست میں تعداد نو سو تک گئی

اور دیگر اہل فن نے کی تلاش و جستجو
جن کی تائیدات میں ہرگز نہیں شامل غلو

القلم پٹنہ نے اک نمبر نکالا ہے حسین
ہیں مقالے جس میں اِس عنوان پر عمدہ ترین

اس میں بھی شامل ہے فہرستِ تصانیفِ رضا
اک سے اک مضموں ہے اس میں، اک سے اک ہے تبصرہ

ہے نہایت معتبر اس ضمن میں یہ بھی کتاب
ڈاکٹر امجد رضا کا ہے یہ حسنِ انتخاب

بکھرے موتی کی طرح ہیں ان کی علمی باقیات
قابلِ تعریف ہیں یہ ماہرینِ رضویات

آج بھی فعّال ہیں علم وادب کے ماہرین
کررہے ہیں اچھا خاصہ کام سارے مخلصین

کامیابی، سرفرازی روز انھیں آواز دے
حوصلوں کو ان کے ، مولیٰ قوتِ پرواز دے

☆☆☆

کنزالایمان

ایک لاثانی مترجم ہیں امام احمدرضا
کنزالایماں دیکھ کر یہ اہلِ دانش نے کہا

اُن کے رشحاتِ قلم میں آگہی کا نور ہے
کاوشاتِ علمیہ میں دل کشی بھر پور ہے

اک نئے اسلوب کا حامل ہے اظہارِ بیاں
خوبیوں کا ہے سمٹ آیا مکمل اک جہاں

اُن کی علمی شوکتوں کا نصب ہے دل پر علَم
معتقد اُن کے ہیں لاتعداد اصحابِ قلم

شہرِ علم و آگہی کے ایک سیّاحِ عظیم
ہیں امام احمدرضا جامِ معارف کے قسیم

بوحنیفہ کی نیابت کا جلاکر قُمقُمہ
شعبۂ تحقیق کو بخشا فروغ و ارتقا

چہکے علم و فضل کی شاخوں پہ بلبل کی طرح
مہکے علم و فضل کے گلزار میں گُل کی طرح

ان کو نظم و نثر دونوں پر رہا کامل عبور
علمی شہ پاروں سے ہوتا ہے کرامت کا صدور

علم کی ہر انجمن میں اُن سے آئی ہے بہار
جیسے فن کی مملکت ہو اُن کے زیر اقتدار

اعلیٰ حضرت نے کیا قرآن کا جو ترجمہ
کنزالایماں نام سے مشہور عالَم میں ہوا

قابلِ صد آفریں ہے، لائقِ تحسین ہے
ہر مسلماں کے لئے یہ باعثِ تسکین ہے

کنزالایماں ترجمہ قرآن کا ہے بے مثال
اعلیٰ حضرت کا اُجاگر اس سے ہے علمی کمال

بالیقیں اردو تراجم میں الگ اس کی ہے شان
سادگی پر اِس کی ہے نازاں، فصاحت کی زبان

ہے یہ عالم کی نظر میں عالمانہ ترجمہ
اور فاضل کی نظر میں فاضلانہ ترجمہ

کنزالایماں علمِ قرآں کا ہے بحرِ بیکراں
ہے معانی و مطالب میں ادب کی کہکشاں

ترجمے قرآن کے اردو میں جتنے بھی ہوئے
کنزالایماں اُن میں ہے شانِ جداگانہ لئے

منفرد ہے کنزالایماں، واقعی ممتاز ہے
کارنامہ اعلیٰ حضرت کا یہ مایہ ناز ہے

کہہ دیا اہلِ ادب نے اس کو شہکارِ ادب
بڑھ گیا ہے اس کے دم سے حسن و معیارِ ادب

اصل میں یہ ترجمہ ہے ترجماں قرآن کا
ہر طرف ہے ذکر پیہم انفرادی شان کا

خوب سے بھی خوب تر ہے اس کا اُسلوبِ بیاں
آیتِ قرآن کا مفہوم ہے اس میں عیاں

عیسوی اُنّیس سَو گیارہ سنِ تصنیف ہے
ترجمہ یہ ہر طرح سے قابلِ تعریف ہے

ترجمے کے کام کی کیسے ہوئی تھی ابتدا
مختصر انداز میں کرتا ہوں اس کا تذکرہ

ایک دن صدرالشریعہ نے کہا یا سیدی !
ترجمہ قرآن کا کردیں یہ خواہش ہے مری

اعلیٰ حضرت نے کیا وعدہ کہ ہوجائے گا کام
اِن دنوں دینی مشاغل کا ہے بیحد ازدحام

اعلیٰ حضرت تھے بہت مشغول دینی کام میں
وقت ملتا ہی نہیں تھا گردشِ ایام میں

زندگی کا یوں ہی آگے بڑھ رہا تھا کارواں
ایک لمحہ بھی کسی صورت نہ ہوتا رائیگاں

اس قدر مصروفیت میں کرتے کیا آرام وہ
بلکہ سو لوگوں کا تنہا کررہے تھے کام وہ

کچھ ہوئی تاخیر تو صدرالشریعہ نے کہا
سیدی! اس کام کی جانب توجہ ہو ذرا

تو کہا امجد علی سے ، آپ اب ایسا کریں
وقتِ قیلولہ ہمارے پاس آجایا کریں

رات کو سونے سے پہلے بھی اگر موقع ملے
تو لئے کاغذ قلم اُس وقت بھی آجایئے

الغرض ! امجد علی جاتے رہے لے کر قلم
اعلیٰ حضرت بولتے وہ کرتے جاتے تھے رقم

اس مبارک ترجمے کا کام یوں آگے بڑھا
اعلیٰ حضرت بولتے، امجد علی لکھتے سدا

اعلیٰ حضرت بولتے جاتے زبانی طور پر
حضرتِ صدرالشریعہ لکھتے جاتے سر بہ سر

ترجمہ لکھنے کا یوں ہی سلسلہ چلتا رہا
صفحۂ قرطاس پر فن کا دیا جلتا رہا

پانچ دس پارے نہیں پورے کلامِ پاک کا
سال کے اندر ہی پورا ہوگیا تھا ترجمہ

دیکھ کر طرزِ ادا حیرت بھی خود حیرت میں تھی
کام ایسا کر گئے احمد رضا خاں قادری

آج دنیائے تراجم میں نہیں اس کا جواب
اہلِ ذوق اس سے مسلسل ہورہے ہیں فیضیاب

کنزالایماں ہے نرالی شان والا ترجمہ
اعلیٰ حضرت کا نہ ہوتا کیسے اعلیٰ ترجمہ

کنزالایماں ترجمہ بے شک عظیم الشان ہے
یہ امام احمد رضا کے علم کا فیضان ہے

☆☆☆

فتاویٰ رضویہ

فقہ حنفی کا ذخیرہ ہے فتاویٰ رضویہ
نام ہی سے ہے اُجاگر اس کا فقہی طنطنہ

قابل صد آفریں ہے اس کا حسن انتخاب
مذہبی دنیا میں آیا اس سے فقہی انقلاب

اس کے ہر اک باب میں ہے معنویت کا جمال
صفحہ صفحہ سے نمایاں ہے تفقہ کا کمال

استفادہ کر رہے ہیں آج اس سے خاص و عام
دیکھتے ہیں اہلِ حق اس کو بچشمِ احترام

فقہ میں جامع ہے عنوانِ فتاویٰ رضویہ
عدل کا تابع ہے میزانِ فتاویٰ رضویہ

ہے یہ اسلامی ادب کا اک نمونہ شاندار
اپنی نوعیت کی ہے تالیف یہ بھی شاہکار

آیتِ قرآں سے روشن ہیں دلائل کے دیے
پھر احادیثِ پیمبر سے شواہد ہیں جڑے

ہے فتاوے کی کتابوں میں نہایت ہی ضخیم
سمجھی جاتی ہے بہت ہی یہ گراں قدرو عظیم

ایک میزاں ہے یہ اسلامی عدالت کے لئے
آکسیجن ہے یہ اربابِ فقاہت کے لئے

ہے مدلل، مبرہن، مبسوط، جامع یہ کتاب
اک زمانہ کررہا ہے اس سے علمی اکتساب

زندہ و تازہ حقائق اس میں ہیں جلوہ طراز
بالیقیں اس کے تفرد کا یہی ہے ایک راز

ہے فتاویٰ رضویہ فقہی ادب کا بوستان
ہے ہزاروں مسئلوں کا اس میں تفصیلی بیان

ہے امامِ اہل سنت کا یہ اک علمی کمال
اس سے آیا ہے فقاہت کے سمندر میں اچھال

اس کے اندر ہے جلا علم شریعت کا چراغ
کرگیا تنہا منور یہ ہزاروں کا دماغ

کتنے لاینحل مسائل کا ہے نکلا اس سے حَل
ہے فتاویٰ رضویہ ہر زاویے سے بے بدل

رہنمائی کا ہے سرچشمہ فتاویٰ رضویہ
فقہ کا نایاب گلدستہ فتاویٰ رضویہ

ہے مسائل پر بیاں اس میں بڑی تفصیل سے
اعلیٰ حضرت کام لیتے ہی نہ تھے تعجیل سے

بے شمار اصحابِ دانش ، اہل افتا و قضا
چیف جسٹِس کررہے ہیں اس کی رو سے فیصلہ

ہے معطر علم و فن سے اس کا ہر پیراگراف
قاضیانِ شرع نے اس کا کیا ہے اعتراف

دیکھ کر اس کی ضخامت عقل بھی حیران ہے
فقہ کی دنیا میں یہ بیحد عظیم الشان ہے

دارُالافتا ہیں ہزاروں آج اس سے فیضیاب
فقہ کی تاریخ کا ہے اک درخشندہ یہ باب

اہمیت اس کی بہت ہی اہل علم و فن میں ہے
بن کے خوشبو یہ فقاہت کے ہراک گلشن میں ہے

اس کے مندرجات میں ہیں علمی ، تحقیقی نکات
ہے فتاویٰ رضویہ بحر اصول و کلیات

باب و صفحہ میں لسانی عظمتیں ہیں جلوہ بار
جملہ مشمولات میں ہے جامعیت کی بہار

علم و فن، فکروتدبر کا ہے اک بحرِ عمیق
اس سے آگاہی کی خاطر چاہیے چشمِ دقیق

ہے خزانہ اک اہم تحقیقی موضوعات کا
اک سمندر ہے یہ گہرا فقہی معلومات کا

دارالافتا اور یہ دارالقضا کی شان ہے
اس کی دنیائے فقاہت میں الگ پہچان ہے

ہیں رسائل علمی تحقیقی بہارِ نو لیے
اس کے اندر ہیں سبھی ابواب فقہی ضو لیے

جزوِ اول اپنی نگرانی میں ہی شائع کیا
جو کہ تھا مجموعہ ساڑھے آٹھ سو صفحات کا

دوسری جلدوں میں توسیعی تنوع کے لئے
وہ رسالے بھی ہوئے شامل جو تھے باقی بچے

از سرِ نَو جب حسیں ترتیب اس کی دی گئی
بارہ جلدوں میں فتاویٰ رضویہ شائع ہوئی

کل تھی تعدادِ رسائل ڈیڑھ سو میں آٹھ کم
علمی ، تحقیقی مسائل اور گراں قدروا ہم

چونکہ تحقیقی و علمی ہیں تصانیف رضا
تھا سمجھنا عام لوگوں کے لئے مشکل ذرا

اس لئے علما نے ان میں بعض کی تسہیل کی
عام لوگوں کے لیے روشن نئی قندیل کی

عصر حاضر کے تقاضوں کو رکھا پیشِ نظر
تاکہ ہو تفہیم ہراک کے لئے آسان تر

اور کئی دیگر زبانوں میں تراجم بھی ہوئے
اہل علم و فکر نے اس پر چڑھائے حاشیے

ماہرین فن نے جب ابواب بندی کی نئی
تیس جلدوں میں فتاوی رضویہ شائع ہوئی

ساڑھے اڑسٹھ سو سوالوں کے جوابِ پائیدار
تیس جلدوں کے ہوئے صفحات کُل بائیس ہزار

اور ضمناً بھی ہزاروں مسئلوں کا ہے بیان
جس کی عظمت کے ہیں قائل اہل علم و عز و شان

بارہ جلدوں والا نسخہ سمجھا جاتا ہے قدیم
اور نیا ہے تیس جلدوں والا بیحد ہی عظیم

تیس جلدوں میں ہے دو سو چھ رسائل کی بہار
ترجمہ ، تخریج اور ہے حاشیہ بھی شاندار

از سر نو اس کی کمپوزنگ ہوئی ہے لاجواب
جو کہ بست و دوم جلدوں میں ابھی ہے دستیاب

اس کے جامع ہیں بریلی کے ہی مولانا حنیف
معتبر ہے سمجھی جاتی جن کی ترتیبِ لطیف

منتخب آساں مسائل پر بھی آئی ہے کتاب
عام لوگوں کے لیے تحفہ ہے جو اک لاجواب

یوں تو ہیں جملہ تصانیفِ رضا کامل ترین
پر فتاویٰ رضویہ ان میں ہے بیحد دلنشین

اب بھی حاصل ہے فتاوی رضویہ کو امتیاز
کارنامہ اعلیٰ حضرت کا ہے یہ تاریخ ساز

ایک افریقی فتاوے کا ہے مجموعہ الگ
ایک سو گیارہ مسائل کا ہے یہ نسخہ الگ

ایک احکامِ شریعت نام کی بھی ہے کتاب
ہے جو ہندوپاک کے ہر مکتبے میں دستیاب

فقہ کے میدان کے سرخیل اعظم ہیں رضا
علمی، فقہی ہستیوں میں بھاری بھرکم ہیں رضا

لکھ کے فتویٰ بند جو فتنوں کا دروازہ کرے
اس کی فقہی شخصیت کا کون اندازہ کرے

اس لئے تو پیش کرتے ہیں فقیہان عظام
اعلیٰ حضرت کی فقیہانہ بصیرت کو سلام

☆☆☆

الدولۃ المکیہ

دولتِ مکّیہ ہے تصنیف ان کی مایہ ناز
درمیانِ حق و باطل ہے یہ خطِّ امتیاز

معرکہ آرا ہے یہ تصنیف علمِ غیب پر
حاملانِ فقہ و افتا نے کہا ہے معتبر

دلکشا رنگِ نگارش ، منفرد طرزِ بیاں
ہر عبارت مبرہن ، ہر سطر ہے نکتہ فشاں

آٹھ گھنٹے میں فقط لکھی گئی ہے یہ کتاب
آگیا اس کے سبب اک اعتقادی انقلاب

اصل میں ہے یہ جواب اک علمی استفسار کا
رنگ ہے جس میں الگ ہی خامۂ ضوبار کا

عرض ہے تصنیف کی غایت بطورِ اختصار
تاکہ ہو اچھی طرح پوری حقیقت آشکار

دوسرے حج کا شرف پاکر امام احمد رضا
جانے ہی والے تھے مکہ سے مدینہ طیّبہ

ان دنوں ہی آپ کے پاس آیا تحریری سوال
وہ سوال آئے تھے لے کر حضرتِ صالح کمال

حضرتِ علامہ صالح ، تھے رضا کے خیر خواہ
وقت کے مشہور عالِم اور اہل عزو جاہ

فتنہ پردازوں نے اک شورش تھی کررکھی بپا
ان دنوں موضوع تھا ان کا علومِ غیبیہ

تھا امام احمد رضا خاں کے تئیں ان کا خیال
بن کتابوں کے جواب ان کے لئے ہوگا محال

ایسے عالَم میں دلیلیں کیسے یہ دیں گے قوی
ان کے سر آئے گی بھاری خفت و شرمندگی

کیونکہ اس موقع پہ لائیں گے کہاں سے یہ مواد
اور عبارت بھی زبانی ان کو ہوگی کتنی یاد

کر کے استفسار خوش فہمی میں تھے مستفسرین
لکھ نہیں سکتے جواب اس وقت یہ کامل ترین

اب مدینہ شہر بھی جانے کو یہ تیار ہیں
وقت کم ہے اور امورِ دینیہ بسیار ہیں

پھر تو ہوجائیں گے مکہ کے شریف ان سے خفا
رکھا رہ جائے گا ان کا سارا علمی طنطنہ

اہل حق کی اک جماعت بھی ہوئی آ کر بضد
ان میں چند اشخاص تھے دل سے رضا کے معتقد

مخلصوں نے اجتماعی طور پر ان سے کہا
ان سوالوں کا جواب اب تو ضروری ہوگیا

اعلیٰ حضرت نے کہا لکھتا ہوں میں اس کا جواب
تب ہوا کم چاہنے والوں کے دل کا اضطراب

تھاما جب احمد رضا خاں نے کراماتی قلم
پھر تو مکہ میں ہی اک تاریخ کر ڈالی رقم

معتبر علمی شواہد ، ٹھوس استدلال سے
کر گئے صفحات زرّیں ، مستند اقوال سے

مصحفِ قرآن سے ایسی دلیلیں پیش کیں
کاٹ جس کی بدعقیدوں سے کبھی ممکن نہیں

انتہائی علمی نکتہ آفرینی کے سبب
صفحۂ قرطاس پر بکھری ہوئی تھی تاب و تب

علمِ غیبِ مصطفیٰ پر دیں دلیلیں بے شمار
منکرینِ غیب پر پڑنے لگی نیزے کی مار

اک رسالہ لکھ دیا مبسوط اور جامع ترین
کردیا مضبوط تر آوازۂ علم و یقین

علمِ غیب مصطفیٰ قرآن سے ثابت کیا
منکروں کو ایک دم میں چاروں شانے چت کیا

جب علی پاشا نے دیکھی تھی کتابِ مستطاب
کہہ دیا بے ساختہ ، تصنیف ہے یہ لاجواب

ہے علوم غیبیہ پر واقعی یہ بے مثال
ہندی عالم نے عرب میں بھی دکھایا ہے کمال

یہ رسالہ ہی نہیں اک علمی دستاویز ہے
اس کا ہر صفحہ ہی کیا ہر لفظ معنیٰ خیز ہے

اتنا سن کر بدعقیدوں کے ہوے چہرے اُداس
برسرِ محفل نظر آنے لگے سب بدحواس

اہل حق کے پاس اُمڈ آیا تھا خوشیوں کا ہجوم
مچ گئی تھی اس رسالے کے سبب مکے میں دھوم

یہ رسالہ آٹھ گھنٹے میں فقط لکھا گیا
اس لیے تھا سلسلہ جاری مبارک باد کا

یہ رسالہ منفرد اور اچھا خاصا ہے ضخیم
سمجھا جاتا ہے ابھی بھی علمی حلقوں میں عظیم

پھر اکابر نے نوازا اپنی تقریظات سے
کردیا اس کو مؤقر قلبی تائیدات سے

دھوم دنیا میں مچی احمد رضا کی ہر طرف
شہرِ مکہ میں ہوا حاصل یہ اعزاز و شرف

ارض مکہ سے مدینہ تک پذیرائی ہوئی
وہ جدھر نکلے ادھر ہی عزت افزائی ہوئی

اصل میں ''الدولۃ المکیہ'' جس کا نام ہے
ارض مکہ سے ملا اک بے بہا انعام ہے

دوسرے حج کے سفر کا ہے جہاں پر تذکرہ
اس کے پس منظر پہ میں نے کردیا ہے تبصرہ

یہ رسالہ جن کی تائیدات سے ہے مستند
وہ فقیہانِ عرب سب کے لیے ہیں معتمد

ایسی ایسی ہستیوں نے اس کی ہے تائید کی
جن کی تحریروں پہ گنجائش نہیں تنقید کی

اعلیٰ حضرت نے دلائل کتنے مستحکم دیئے
ایک بار الدولۃ المکیہ پڑھ کر دیکھیے

فتویٰ نویسی اور شانِ فقاہت

ہے خصوصی یہ بھی ان پر فضلِ رب ذوالجلال
فن کوئی بھی ہو، رضا کو اس میں حاصل ہے کمال

اک سے اک فن سے ہے ان کی شخصیت آراستہ
فقہ اسلامی میں لیکن شان ہے سب سے جدا

ان کی فقہی شان کا سب نے کیا ہے اعتراف
اس تعلق سے مخالف بھی نہیں ان کے خلاف

اہل فن نے ان کو مانا فقہ و افتا کا امام
دے گئے دادِ سخن کتنے فقیہانِ عظام

ان کے ہیں مداح لاتعداد اہل علم و فن
خوشہ چینوں میں ہیں اک سے ایک استاذِ زمن

کیا عرب اور کیا عجم، ہر علمی دنیا میں ہے نام
اہل علم و فضل میں ان کا ہے بے حد احترام

ہیں وہ دنیائے فقاہت کے امیر و تاجدار
عبقری فقہا کی صف میں ان کا ہوتا ہے شمار

اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور ذکاوت ان میں تھی
قابلِ صد آفریں فقہی بصارت ان میں تھی

ابتدائی دور سے ہی جزئیاتِ فقہ پر
تھی امام احمد رضا خاں کی بڑی گہری نظر

فقہ و افتا کے اصولوں پر وہ رکھتے تھے نگاہ
بلکہ تھی اس فن پہ حاصل ان کو کامل دستگاہ

اجتہادی شان رکھنے والے اک ماہر فقیہ
عالمِ اسلام کے تھے وہ بڑے نادر فقیہ

ان کی فقہی برتری کا اس سے ملتا ہے پتہ
ہے فتاویٰ میں بہت اعلیٰ فتاویٰ رضویہ

ابتدا سے ان کی دلچسپی تھی اس جانب بہت
فقہ کی باریکیوں پر ذہن تھا راغب بہت

ہے فتاوے میں دلائل کا سمندر موجزن
فقہ و افتا کے تناظر میں تھے وہ فخرِ زمن

پونے چودہ سال کی ہی عمر میں عالِم بنے
اہل فن تھے دیکھ کر حیران علمی طنطنے

ہجری بارہ سو چھیاسی ماہ تھا شعبان کا
جوش پر تھا ابر باراں رحمت وغفران کا

ایک فتویٰ لکھ کے لائے اپنے والد کے حضور
دیکھ کر والد کو حاصل ہوگیا قلبی سرور

دیکھ کر والد نے پختہ فکر اور علمی کمال
مسندِ فتویٰ نویسی پر کیا ان کو بحال

کردیا باضابطہ اس دن سے ہی لکھنا شروع
پھر تو عام و خاص سب کرنے لگے ان سے رجوع

دیکھتے ہی دیکھتے شہرت ہوئی آفاق میں
ماہرینِ علم و فن شامل ہوئے عشاق میں

فقہ کے گلشن میں پھر آئی تروتازہ بہار
ہو گیا شہرِ بریلی قابلِ صد افتخار

اک فقیہِ عصر بن کر چھا گئے چاروں طرف
فقہ کے میداں میں پایا مرکزیت کا شرف

ان کے پاس استفتا آتے تھے بڑی تعداد میں
پانچ سو تک جمع ہوجاتے کبھی تعداد میں

تنہا کرتے تھے سدا دس مفتیوں کا کام وہ
اس قدر مشغولیت تھی کرتے کیا آرام وہ

بیشتر دینی مشاغل کا وہاں ہوتا ہجوم
روز موجیں مارتا تھا ان کا دریائے علوم

باوجود اس کے مفصل وہ لکھا کرتے جواب
ٹھوس استدلال سے فتووں کو کرتے مستطاب

ان کے پاس استفتا آتے، چین اور جاپان سے
یورپی اقطار ، امریکہ سے انڈومان سے

ارضِ مکہ اور مدینہ سے بھی آتے تھے سوال
ایک مستفتی کو بھی کرتے نہ تھے افسردہ حال

دور کر دیتے تھے ہر سائل کے دل کا اضطراب
اک جہاں ہوتا تھا ان کی بارگہ سے فیضیاب

ان کا ہر فتویٰ ہوا کرتا نہایت مستند
اس لیے تو ہے فتاویٰ رضویہ بھی معتمد

مہرباں ان پر رہا ہر دم خدائے کارساز
اس لئے حاصل ہوئی ان کو یہ شانِ امتیاز

فقہ حنفی میں ہے حاصل ان کو علمی برتری
شخصیت یوں ہی نہیں احمد رضا کی عبقری

دارالافتا کی ضرورت ہے فتاویٰ رضویہ
مصدرِ فقہ و فقاہت ہے فتاویٰ رضویہ

یونہی فیضانِ رضا کا سلسلہ جاری رہے
قبر پر ہر دم نزولِ رحمتِ باری رہے

باب ششم - تعاقبات

عہدِ رضا کے فتنے اور ان کا استیصال

تھا امام احمد رضا کا عہد فتنوں سے بھرا
چارسو پھیلی ہوئی گمراہیت کی تھی وبا

ہورہا تھا حملہ چو طرفہ اصولِ دین پر
تھی مخالف کی نظر اسلام کے آئین پر

ہر طرف افرنگیوں نے چھوڑ رکھے تھے ایجنٹ
دین کے سوداگروں کا ہو چکا تھا اگریمنٹ

اک جہاں حیرت میں تھا فتنہ گری کو دیکھ کر
مولوی کے بھیس میں بھی گھومتے تھے اہلِ شر

کشمکش میں تھے محبانِ رسولِ ذی وقار
کثرتِ طوفانِ شر سے تھا عجب ہی انتشار

ایسے عالَم میں بریلی شہر سے احمد رضا
اترے میدانِ عمل میں لے کے فاروقی ادا

حوصلہ ، ہمت ، حسینی عزم اور تیور لیے
ڈٹ گئے میداں میں آکر جذبۂ شبر لیے

فرقہ ہائے باطلہ کی بے جھجک تردید کی
حق مخالف حرکت و افکار پر تنقید کی

بن کے اک مردِ مجاہد، کی صدائے حق بلند
اک ذرا بھی مصلحت کوشی نہ فرمائی پسند

علم کے نیزے چلا کر کفر کو ساکت کیا
حق ہے کیا؟ باطل ہے کیا؟ تحریر سے ثابت کیا

خوب سختی سے رہے اسلامی موقف پر اٹل
کردیا خامے سے چکنا چور باطل کا محل

حق کو حق کہنے میں اپنی جان کی پروا نہ کی
کفر کی ظلمت کو چھانٹا، شرک کی جڑ کاٹ دی

تھے بہت احقاق حق ابطال باطل میں جری
جراتِ اظہارِ حق میں تھی مکمل شعلگی

اک مجاہد کی طرح ہردم رہے ثابت قدم
مستقل کرتے رہے ڈٹ کر جہادِ بالقلم

کتنے فتنہ گر اٹھے باطل کی تھالی چاٹ کر
رکھ دیا لیکن رضا نے سب کی جڑ کو کاٹ کر

قادیانی ، نیچری ، نجدی ، وہابی یہ تمام
ہیں امام احمد رضا کے عہد کے فتنوں کے نام

ان ہی فتنوں کے سبب امت میں پھیلا انتشار
تفرقہ بازوں کا تھا بس تفرقہ بازی شعار

اعلیٰ حضرت نے مگر علمی تعاقب جب کیا
تو وجودِ کفرو باطل کو ہلا کر رکھ دیا

نوکِ خامہ سے کیا چُن چُن کے دشمن کو ذلیل
بھاگنا مشکل ہوا باطل کا ، یوں کس دی نکیل

اترے میدانِ عمل میں قادیانی کے خلاف
چاک کر ڈالا ہراک ریشہ دوانی کا غلاف

نیچریت کا کیا رد ہو کے بے خوف و نڈر
قصرِ باطل ہو گیا اک ضرب میں زیر و زبر

خارجی فتنے کی ہر دیوار کرکے منہدم
روک دی سرگرمی اس کی، سرد کرڈالی مہم

بند اہلِ نجد کا بھی ہوگیا تھا ناطقہ
یوں لیا ان کی کتب کا علمی، فکری جائزہ

آشکارا کردیا اہلِ توہب کا فریب
اس لئے تاجِ مجدد ان کے سر دیتا ہے زیب

رفض کے ہر سازشی حربے سے کرکے ہوشیار
قوم کو بتلادیا کرنا نہ ان پر اعتبار

پہلے کی اصلاحِ ندوہ ، وہ مگر مانے نہیں
تو دیا فتویٰ نہ رکھیں ربط ان سے اہل دیں

اک بھیانک فتنہ اُٹھّا آریہ کے نام سے
اس کی جڑ بھی کاٹ ڈالی رضویہ صمصام سے

فتنۂ نفیِ شفاعت کا بڑھا جس وقت زور
کاٹ ڈالی تھی قلم کے تیغ سے اس کی بھی ڈور

فتنۂ انکارِ علمِ غیب جب ظاہر ہوا
تو قلم سے حکمِ شرعِ مصطفیٰ صادر ہوا

جب اذانِ قبر کے انکار کی پھیلی وبا
اس کے حق میں بھی الگ تجویز فرمائی دوا

فتنہ تنقیصِ رسالت کا ہوا جب وائرل
اس کو بھی اک ضرب میں پہنچا دیا دارِ اجل

اور بھی فتنے کئی اک تھے رضا کے عہد میں
جو ملانا چاہتے تھے چینی خالص شہد میں

اعلیٰ حضرت نے ہٹایا سب کے چہرے سے نقاب
سارے فتنوں کا کیا اک ایک کرکے سدّ باب

اہل باطل ان کی حق گوئی سے رہتے تھے خفا
ان کا کہنا تھا کہ شدت ان میں ہے بے انتہا

اس لئے کچھ لوگ ان کے سخت دشمن بن گئے
کرکے الزامات عائد بے ضرورت تن گئے

کچھ تو ایسے لوگ بھی تھے جن کا یہ کہنا ہوا

اس قدر کیوں کھُل کے لکھتے ہیں جناب احمد رضا

یک زباں ہوکر یہی کہنے لگے تھے حاسدین
ہے رضا کے ہاتھ میں کافر بنانے کی مشین

اعلیٰ حضرت نے مگر پروا نہ کی حساد کی
کیوں کہ تھی چشم کرم ان پر شہِ بغداد کی

حق کو حق کہتے رہے باطل کو باطل ہی لکھا
چونکہ قرآنِ مقدس کا یہی ہے فیصلہ

حق پسندی کے سبب ہی اتنا اونچا نام ہے
رب کی جانب سے ملا یہ تمغہ و انعام ہے

☆☆☆

حسام الحرمین

اپنی نوعیت کی ہے یہ ایک تاریخی کتاب
اس سے برپا ہوگیا ہے اعتقادی انقلاب

ہے کسوٹی یہ عقائد کی ، یہ اک تشریح ہے
اس میں حکم شرع کی توضیح ہے ، تنقیح ہے

اک عبارت بھی نہ ثابت کرسکا کوئی غلط
مکی و مدنی فقیہوں کے ہیں اس میں دستخط

اصل میں یہ ایک مجموعہ ہے تقریظات کا
اک ذخیرہ اس میں ہے آرا و تصدیقات کا

اعلیٰ حضرت نے کیا جب دوسرے حج کا سفر
ان دنوں شائع ہوئی تھی یہ کتابِ معتبر

ہند میں اُس دور میں انگریز کا تھا اقتدار
سامنے تھے اہلِ ایماں کے مسائل بے شمار

مذہبی حلقے میں تھی فتنوں کی اک یُورِش بپا
نام کے کچھ مولوی انگریز کے تھے ہمنوا

چند سکوں کے عوض کرتے تھے سودا دین کا
اُن میں جرثومہ تھا پیدا ہوگیا توہین کا

قوم کو گمراہ کرنا اصل تھا ان کا مشن
عظمتِ ختمِ نبوت پر بھی تھے وہ حملہ زن

تھا ہدف ان کا کہ کم ہو عظمتِ خیرالبشر
بولتے تھے پیٹھ پیچھے کی نہیں اُن کو خبر

اُن کا کہنا تھا نبی کے بعد بھی کوئی نبی
آئے بھی تو خاتمیت پر نہ فرق آئے کوئی

بے سروپا لکھ کے باتیں چھاپتے تھے وہ کتاب
ان کا منشا تھا عقیدہ ہو کسی صورت خراب

اس طرح کے تھے کئی فتنے یہاں پھیلے ہوئے
مولوی کے بھیس میں سرگرم تھے بہروپیے

کشمکش میں مبتلا تھے لوگ ان حالات میں
چونکہ تھا انکارِ عظمت، اُن کے اِن ھفوات میں

سیدی احمد رضا نے کر کے ان سے رابطہ
ایسی ساری لغزشوں سے باز آنے کو کہا

اور دیگر ہستیوں نے بھی کہا باز آؤ تم
چند سکوں کے عوض فتنے نہ یوں پھیلاؤ تم

پر قبولِ حق سے وہ لیتے رہے راہِ فرار
بھوت تھا ڈالر کا ان کے سر پہ پہلے سے سوار

آخرش حج کو روانہ جب ہوئے احمد رضا
تو بشکلِ ''اعتقادی فرد'' اک فتویٰ لکھا

اس میں ان فتنہ گروں کی بھی عبارت نوٹ کی
جو کتابوں میں تھی شائع، من و عن وہ کوٹ کی

اور فقیہانِ عرب کے سامنے اس کو رکھا
ان اکابر نے لیا پھر اس کا علمی جائزہ

جانچا پرکھا تو انھیں تحریر پر حیرت ہوئی
کس طرح سرکار کی توہین کی جرأت ہوئی

اہلِ حق نے جستہ جستہ جب مکمل پڑھ لیا
پھر تأثر اپنا اپنا لکھ کے کاغذ پر دیا

بدعقیدوں کی عبارت پر کُھلی تنقید کی
اور امام احمد رضا کی فکر کی تائید کی

لوٹے جب حج و زیارت سے امام احمد رضا
تو اسے ترتیب دے کر ، آپ نے شائع کیا

چھپ کے جب منظر پہ آئی یہ کتابِ مستطاب
ہوگئے وہ مولوی سارے کے سارے بے نقاب

جتنے تھے شوریدہ سر، سب آگئے پہچان میں
تہلکہ برپا ہوا پھر نجد کے ایوان میں

خوب ہنگامہ مچایا، چَھپ کے جب آئی کتاب
آج تک لیکن نہ ان سے بن پڑا اس کا جواب

اک کسوٹی آج بھی ہر صفحۂ حُسّام ہے
اس کے ڈر سے قصرِ باطل لرزہ بر اندام ہے

ذیل میں تصدیق کرنے والے ان علما کے نام
درج کرتا ہوں کہ یہ موضوع ہوجائے تمام

حضرتِ علامہ مولانا سعیدِ بابصیل
تھے یہ علامہ و فہامہ نہایت ہی جلیل

حضرتِ علامہ شہہ بوالخیر احمد میر داد
اہلِ علم و فضل نے جن پر کیا ہے اعتماد

صاحبِ افضال و عزت حضرتِ صالح کمال
قابلِ تعریف و تحسیں جن کا ہے علمی جلال

آفتابِ علم و حکمت شاہ علامہ علی
آپ کی تائید میں ہے عمدگی ہی عمدگی

شاہ عبد الحق مہاجر ، حامئ اہلِ سنن
ردِّ باطل جن کی ہستی کا تھا ترجیحی مشن

سید اسماعیل کا بھی نامِ نامی ہے رقم
اک عظیم الفہم دانشمند تھے یہ محترم

حضرتِ علامہ سید شاہ مرزوقی کا نام
ہر جہت سے ہے یقیناً قابلِ صد احترام

فاضلِ کامل ، بلند اقبال علامہ عُمر
نام سن کر کانپنے لگتے تھے جن کا ، اہلِ شر

شیخ عابد بن حسین اک تھے بڑے پرہیز گار
تھا فقیہانِ عرب میں ان کا بھی ہوتا شمار

پیکرِ علم و ادب علامہ مولانا جمال
آپ نے تقریظ میں دکھلادیا علمی کمال

حضرتِ علامہ شیخ اسعد تھے استادِ حرم
آپ نے بھی خوب ہے تقریظ فرمائی رقم

عبدِ رحماں ،یوسف افغانی کا بھی اعلیٰ ہے نام
دینِ حق کی پاسبانی میں رہے شامل مدام

شیخ احمد مکی امدادی مدرس تھے وہاں
شخصیت ہے جن کی اعلیٰ اہلِ فن کے درمیاں

شہ محمد ابنِ یوسف ایک فاضل تھے بڑے
جن کے علم و فضل کے تھے چار سو جھنڈے گڑے

حضرتِ صالح، سعید و حضرتِ عبد الکریم
تھے معاصر عالموں میں یہ مقدس اور عظیم

حامد احمد ،مفتی تاج الدین اہلِ علم وفن
سید احمد مالکی تھے ذات میں اک انجمن

شاہ ابراہیم خربوتی و علامہ سعید
جن کے در پہ اہلِ حاجت کی بر آئی ہے امید

حضرتِ علامہ شہہ عباس و بن عمری کی ذات
اہلِ الفت کی نگاہوں میں ہے حل المشکلات

حضرتِ سید شریف ، السّوسی، علامہ حبیب
ملتِ اسلامیہ کے تھے یہ روحانی طبیب

عبدِ قادر اک طرابلسی تھے فاضل نیک نام
مسجدِ نبوی میں چھلکاتے تھے یہ حکمت کا جام

خاص علماء ہیں یہی جن کا ہوا ذکرِ جمیل
ان کی مہریں ہی نہیں، ذاتیں بھی ہیں روشن دلیل

☆☆☆

بابِ ہفتم - ایمانیات

امام احمد رضا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہے امام احمد رضا اک عاشقِ صادق کا نام
جن کو حاصل ہے جہانِ عشق میں اعلیٰ مقام

عشقِ احمد کے سبب ہی دائمی شہرت ملی
محفلِ عشاق میں بے انتہا عزت ملی

ان کو آقا کی غلامی پر بڑا ہی ناز تھا
یہ غلامی کا شرف اُن کے لئے اعزاز تھا

جان و دل سے تھے فدا وہ سیدِ لولاک پر
ہے مقدس اِس لئے اُن کا وجود اِس خاک پر

اُن کی پیشانی میں ہے نورِ الٰہی کی چمک
اور سیرت میں ہے کردارِ محمد کی جھلک

اپنا تن من دھن کیا قرباں نبی کے نام پر
عشق کے زریں اصولوں کو رکھا پیشِ نظر

کر گئے آباد یوں عشقِ نبی کی کائنات
اس لئے اتنا شگفتہ ہے خیابانِ حیات

ہے ثریا سے بلند اُن کی محبت کی فصیل
ہیں وہ عشقِ بوذرو سلمان کا عکسِ جمیل

دل محمد مصطفیٰ کی یاد سے لبریز ہے
چاندنی عشق و وفا کی ان میں جلوہ ریز ہے

عشق کی سرگرمیوں پر اُن کی رہتی تھی نگاہ
ہیں وہ تحریکِ فروغِ عشق کے اک سربراہ

ان کے سوزِ فکر نے بخشا عقیدے کو ثبات
عشق کی تشہیر ہی تھا ان کا مقصودِ حیات

ان کو وافر تھا ملا سرمایۂ عشقِ رسول
اس لئے اشرافِ عالم نے کیا دل سے قبول

پھیلتا جائے گا ان کی عظمتوں کا دائرہ
چونکہ عشقِ مصطفیٰ کا جام اُنہوں نے ہے پیا

جگمگاتے ہی رہیں گے وہ سدا آفاق میں
تذکرہ ہوتا رہے گا محفلِ عشاق میں

اُلفتِ سرکارِ طیبہ نے ہے بخشا یہ مقام
عشق کے اوجِ ثریا پر ہوا ان کا قیام

نام سے پہلے لکھا کرتے تھے عبدِ مصطفیٰ
ہر جہت سے لائقِ تحسین تھی طرزِ وفا

وہ رہے عشقِ بلالی کے ہمیشہ قدردان
اور افکارِ اُویسی کے معزز ترجمان

خیرِ امت کو دیا عشقِ رسالت کا مزاج
پیش کرتا ہے زمانہ اِس لئے اُن کو خراج

عشق کی ہے جلوہ سامانی رضا کی فکر میں
ہے اُسی کی پھیلی تابانی رضا کی فکر میں

دیکھنا ہو عشق تو پڑھ لیں کلامِ نعتیہ
تب سمجھ میں آئے گا کیا ہیں امام احمدرضا

عشق کے نغموں سے روحِ آگہی سرشار ہے
آپ کے سر پر مجدد کی سجی دستار ہے

فکرِ اصحابِ نبی کے وہ نمائندہ رہے
مثل مہر و ماہ ہر محفل میں تابندہ رہے

ڈٹ گئے میداں میں لے کر سرفروشانہ ادا
کوئی حملہ جب بھی ناموسِ رسالت پر ہُوا

عشق کے سارے تقاضوں کو رکھا پیشِ نگاہ
کی نہ اعدائے نبی سے بھول کر بھی رسم و راہ

وہ سمجھتے تھے کہ عشقِ مصطفیٰ کیا چیز ہے
کیونکہ اس سے ہی منور زیست کی دہلیز ہے

عشقِ آقا نے انھیں بخشا فضیلت کا شرف
ہے فروغِ عشق ان کی زندگانی کا ہدف

یہ سعادت عام لوگوں کو نہیں ہوتی نصیب
خوش نصیبوں کو ہی ملتا ہے فقط عشقِ حبیب

دوسرے حج کو گئے تھے جب امام احمد رضا
اختصاراً پیش ہے اک اُن دنوں کا واقعہ

اعلیٰ حضرت سیّدی احمد رضا خاں قادری
حج کے بعد آئے درِ آقا پہ دینے حاضری

ایک دن یہ سوچ کر بیٹھے مواجہہ کے قریب
کاش ہوجاتا مجھے دیدار آقا کا نصیب

پھر ادب سے بیٹھ کر کرنے لگے وردِ درود
انبساط و کیف کا پیکر نظر آیا وجود

پھر ذرا سی دیر میں چہرہ ہوا تھوڑا اُداس
سوچ کر اتنا کہ وہ قسمت کہاں ہے میرے پاس

میرے جیسے تو یہاں ہر روز پھرتے ہیں ہزار
کوئی کیوں پوچھے مرا اِس بھیڑ میں احوالِ زار

کہہ رہے تھے شعر کی صورت میں شہہ احمد رضا
بعدہٗ اللہ اکبر ! کیا ہوا سنئے ذرا

عشق کی معراج کا وہ پیارا لمحہ آگیا
سامنے شمس الضحیٰ کا نوری چہرہ آگیا

تھی امام احمد رضا کی آنکھ تربت پر ٹِکی
ہورہا تھا پوری بیداری میں دیدارِ نبی

ایک پل میں خواب نے تعبیر کا پہنا لباس
بجھ رہی تھی شربتِ دیدار سے برسوں کی پیاس

عشق کا ایسا صلہ بخشا رسولِ پاک نے
جلوۂ زیبا دکھایا صاحبِ لولاک نے

آرزو کی ہوگئی تکمیل اِس انداز سے
در پہ آقا نے نوازا قیمتی اعزاز سے

گوہرِ مقصود سے مولیٰ نے دامن بھر دیا
عشق نے احمد رضا کو اعلیٰ حضرت کردیا

دل کی گہرائی سے جذباتِ محبت کو سلام
پیش کرتا ہے زمانہ اعلیٰ حضرت کو سلام

تحریکِ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلوے

داعیٔ عشقِ رسالت ہیں امام احمد رضا
جلوہ گاہِ عشق میں ہے منفرد ان کی ادا

مصطفیٰ کے عشق سے روشن تھا ان کا ذہن ودل
عشق کے جلووں میں ہی کھوئے رہے وہ مستقل

جان ودل سے وہ فدا تھے سیّدِ لولاک پر
ہے وجود ان کا مقدّس ہند کی اِس خاک پر

رحمتِ حق کی تجلی نے درخشاں کردیا
آسمانِ علم کا خورشیدِ تاباں کردیا

عشقِ بے پایاں نمایاں ہے رضا کی ذات سے
فکر ہوتی ہے اُجاگر نغمہائے نعت سے

اُن کی شخصیت کے جس پہلو پہ جاتی ہے نگاہ
خود بخود دل سے نکلتی ہے صدائے واہ واہ

بارگاہِ رب سے پایا عشق کا ایسا صلہ
سج رہی ہے آج ہرسو محفلِ ذکر رضا

آج ہوتی ہے ستائش انجمن در انجمن
ان کی نعتوں سے ہوئی آرائشِ بزم سخن

ان کے ذکرو تذکرے کا ہے سبب عشقِ رسول
التجائے دل ہوئی ان کی درِ شہہ پر قبول

ہے عقابی روح ان کی قوتِ پرواز میں
اک مجاہد کی ادا ہے لہجہ و انداز میں

وہ فضیلت کے ہیں جامع، عشقِ احمد کے سبب
اس لئے ان کی ہے دنیائے محبت کو طلب

دل درخشاں، ذہن تاباں، نور اگلتا تھا قلم
شغل ہے ترجیحی ان کا مدحتِ شاہِ امم

ان کی تعلیمات کا محور ہے عشقِ مصطفیٰ
پھوٹتی ہے جس سے تقدیس و صداقت کی ضیا

وہ جو روشن کر گئے عشق و عقیدت کا چراغ
ان کی شانِ معرفت کا اس سے ملتا ہے سراغ

کائناتِ عشق میں ان کا ادب ہر دل میں ہے
بلکہ یہ کہیے کہ جلوہ ان کا ہر محفل میں ہے

ہے موثر ہر قدم اِس عشق کی تحریک کا
تجزیہ کر لیجیے ہر دُور ، ہر نزدیک کا

خانقاہوں سے مدارس تک انھی کا ذکر ہے
ہر طرف پھیلی ہوئی ان کی شعاعِ فکر ہے

منبر و محراب میں ہے گونج ان کے نام کی
ہے پذیرائی زمانے میں ہراک اقدام کی

ہو عجم کی سرزمیں یا خطۂ ملکِ عرب
گونج اٹھی ہے وادی وادی ان کے نغموں کے سبب

اصل میں ہے یہ اثر اس مقصدی تحریک کا
جس کا منشا تھا فروغِ عشق محبوبِ خدا

جو بھی اس تحریک کے منہج سے واقف ہوگیا
قلب اس انسان کا گنجِ معارف ہوگیا

اُس فروغِ عشق کی تحریک کے ہیں وہ امیر
جس سے روشن ہوگیا ہے خطۂ برصغیر

آج جو میلاد، جلسہ، فاتحہ کا ہے چلن
اس میں شامل ہے مکمل طور سے ان کا جتن

بارہویں جو سنیوں کا عالمی تہوار ہے
ان کی ہی تحریک کا یہ فیضِ گوہر بار ہے

اہل سنت میں ہے بیداری جو یہ آئی ہوئی
ہے امامِ اہلِ سنت کی ہی یہ لائی ہوئی

خانقاہوں کا اُنہی کے دم سے باقی ہے وقار
ان کی جدو جہد سے ہے یہ مدارس کی بہار

اہل سنت کا عقیدہ ٹھوس ہے جو اس قدر
اعلیٰ حضرت ہی کی کوشش کا اسے سمجھیں اثر

گلشنِ ایماں میں ہے جو آمدِ فصلِ بہار
ان کی تجدیدی مساعی ہے یہاں بھی آشکار

فکرِ اسلامی کا ہر شعبہ ہے ان سے مستنیر
ہر محاذِ دینیہ کے ہیں وہ سرکردہ امیر

ان کے علم و عشق کا جلوہ ہے ہر ایوان میں
فتح و نصرت کا علم گاڑا ہر اک میدان میں

انجمن کا کارنامہ آپ نے تنہا کیا
کیوں نہ ہو، سر پر مجدد کا جو سہرا ہے بندھا

طبقۂ اربابِ دانش دیکھ کر سکتے میں ہے
کھنکھناہٹ اعلیٰ حضرت کے ہراک سکے میں ہے

☆☆☆

امام احمد رضا اور احترامِ سادات

ہیں امام احمد رضا عشق و محبت کے امام
رب کے فضلِ خاص سے ان کو ملا ہے یہ مقام

فخر کے قابل ہے ہر پہلو حیاتِ پاک کا
بالیقیں یہ فیض ہے عشقِ شہِ لولاک کا

عشق کے سارے تقاضے ان کے تھے پیشِ نگاہ
اس کے صدقے میں ہوئی حاصل متاعِ عزو جاہ

ان کو بیحد تھی محبت مصطفیٰ کی آل سے
یہ پتہ چلتا ہے ان کی زیست کے احوال سے

دل بچھا دیتے تھے وہ سادات کی تعظیم میں
منفرد تھے وہ نبی کی آل کی تکریم میں

پوچھتے رہتے تھے اکثر سیدوں کا حال چال
جس قدر ممکن ہو رکھتے تھے ضرورت کا خیال

جب کبھی تشریف لاتے گھر پہ ساداتِ کرام
خود اُنہیں کھانا کھلاتے اہل سنت کے امام

قدر کرتے تھے حسیں انداز میں جذبات کی
خوب دلجوئی کیا کرتے تھے وہ سادات کی

سیدوں کے چھوٹے بچوں کا بھی کرتے تھے ادب
تھا انھیں کتنا خیالِ نسبتِ شاہِ عرب

فخریہ کہتے تھے ، میں تو سیدوں کا ہوں غلام
اس غلامی کی سعادت میں ہے بخشش کا پیام

لکھا فتوے میں کہ ہے سادات کا واجب ادب
کیونکہ اپنی ذات میں یہ لوگ ہیں عالی نسب

مصطفیٰ کی آل سے کس درجہ ان کو پیار ہے
ان کی تصنیفات میں اس بات کا اظہار ہے

اپنے مجموعہ فتاویٰ رضویہ میں جا بجا
رتبۂ سادات تفصیلاً اُجاگر ہے کیا

سینکڑوں اشعار لکھے سیّدوں کی شان میں
جو کہ ہیں موجود ان کے نعتیہ دیوان میں

احترامِ آلِ احمد میں رہے وہ منفرد
ان کی شانِ ارفع و اعلیٰ کے دل سے معتقد

ان کے شاگردوں میں ہیں شامل کئی سادات بھی
کچھ خلیفہ ہیں تو کچھ ہیں معتقد حضرات بھی

مرتبے کا سب کے رکھتے تھے مگر پورا خیال
عزت و عظمت کبھی ہونے نہ دیتے پائمال

کرتے تھے اظہارِ ہمدردی حسیں اقوال سے
شفقت و الفت سے پیش آتے نبی کی آل سے

الفتِ سادات سے جگمگ رہی ان کی حیات
اس تعلق سے بھی ملتے ہیں کئی اک واقعات

پالکی والا بہت مشہور ہے اک واقعہ
نقل جس کو حضرتِ علامہ ارشد نے کیا

اس کی ہے تفصیل پوری درج لالہ زار میں
ہے جدید اسلوب ، حسنِ فکر کے اظہار میں

اِس کے بارے میں ہے کچھ اہل حسد کا یہ گمان
واقعہ یہ سچ نہیں بلکہ ہے فرضی داستان

حالانکہ علامہ ارشد ہیں مؤرخ معتمد
درمیانِ اہل علم ان کا بڑا اونچا ہے قد

پھر بھی کچھ عدمِ شواہد کے سبب ہیں نکتہ چیں
بیشتر افراد کو اس واقعہ پر ہے یقیں

جبکہ پاکستان کے معروف اک اہل قلم
جو معاصر اہلِ علم و فکر میں ہیں محترم

وہ بھی ہیں سادات سے، صابر بخاری نام ہے
خدمتِ لوح وقلم ہی اصل ان کا کام ہے

ان کی اک تصنیف کی تقریظ میں ہے یہ لکھا
مستند ہے پالکی والا رضا کا واقعہ

صاحبِ تصنیف نے کی ہے تلاش و جستجو
پھر رکھی تحقیق اپنی اہل فن کے روبرو

الغرض! علامہ ارشد نے کیا ہے جو رقم
واقعہ کرتا ہوں نذرِ قارئینِ محترم

اک جگہ دعوت میں نکلے تھے امام احمدرضا
چونکہ ان کے کچھ مریدوں کا شدید اصرار تھا

پالکی کا ان مریدوں نے کیا تھا اہتمام
ان کی خواہش تھی کہ وہ آئیں بہ تزک و احتشام

اعلیٰ حضرت پالکی پر چل پڑے ہوکر سوار
چاہنے والوں کو شدت سے تھا ان کا انتظار

چلتے چلتے آپ نے فرمایا روکو؟ پالکی
مجھ کو ہے محسوس ہوتی خوشبوئے آلِ نبی

اتنا سن کر رک گئے فوراً ہی وہ چاروں کہار
پھر بڑی تیزی سے اترے پالکی کے شہہ سوار

بولے، ان میں کون ہیں سید، ہمیں بتلایئے
دیجئے جلدی جواب اس وقت مت گھبرایئے

دیکھ کر یہ ماجرا چاروں تھے حیرت میں پڑے
پھر انہی میں تھے جو اک سید وہ یوں گویا ہوئے

میں ہوں سید پر یہاں ذات ونسب کی بات کیا
تھی ضرورت اس لئے مزدوری کرنے آگیا

اتنا سن کر اعلیٰ حضرت آبدیدہ ہوگئے
ایک سید کی ادائے خستہ جاں پر رو پڑے

رکھ دیا اپنا عمامہ اُن کے پائے ناز پر
اور ادب کے ساتھ یہ کہنے لگے باچشم تر

گر بروزِ حشر پوچھیں مجھ سے یہ شاہ ہدیٰ
بوجھ اٹھانے کے لئے سید کا ہی کاندھا تھا کیا؟

اُس گھڑی میں کیا رسولِ پاک کو دوں گا جواب
سوچ کر اب تو بڑھا جاتا ہے دل کا اضطراب

اِس خطا کا اس طرح سے ہوگا کفّارہ ادا
آپ بیٹھیں پالکی پر اب اٹھائے گا رضا

پھر رضا نے اپنے کاندھے پر اٹھا کر پالکی
دنیا والوں کو بتادی شانِ اولادِ نبی

اعلیٰ حضرت نے کیا یوں سیدوں کا احترام
اس لئے تو رب نے بخشا ارفع و اعلیٰ مقام

☆☆☆

باب ہشتم - اصلاحات

امام احمد رضا اور اصلاحِ معاشرہ

آیتِ ربُّ العلیٰ ہیں حضرتِ احمد رضا
ان کا ہر انداز ہے بیحد حسین و دل کشا

قابلِ فخرو ستائش ذاتِ عالی شان ہے
اہلِ حق کے درمیاں ان کی الگ پہچان ہے

صاحبِ منصب ، رفیع الشان، عالی مرتبت
سب کے حصے میں نہیں آتی یہ قدرو منزلت

شوکتِ اسلام کے شارح نظر آتے ہیں وہ
کارزارِ علم کے فاتح نظر آتے ہیں وہ

مذہبِ حق کی صیانت کے لئے وہ تاحیات
پیش فرماتے رہے نایاب و نادر کاوشات

بن کے سلفِ صالحین کے ایک فکری جانشین
خوب روشن کی جہاں میں شمعِ عرفان و یقین

بخشا اسلامی مراسم کو تجدد کا لباس
کردی مستحکم عقائد اور ایماں کی اساس

آندھیوں کی زد پہ بھی روشن چراغِ حق کیا
علمی ہیبت سے ہراک باطل کا چہرہ فق کیا

درمیانِ حق و باطل کھینچا خطِّ امتیاز
ان کا ہراک کارنامہ ہے نہایت دل نواز

اس طرح شب خون مارا قلعۂ بدعات پر
کردیا تحریکِ باطل کو مکمل بے اثر

فکر کی آوارگی کو شرع کی دے کر لگام
کردیا ستھرا شعور وآگہی کا ہر نظام

دل میں اصلاحِ عمل کا حوصلہ پیدا کیا
دین بیزاروں کو ہر میدان میں پسپا کیا

شرع کے پہرے بٹھائے ملگجی افکار پر
برقِ خاطف بن کے ٹوٹے دین کے غدار پر

مغربی تہذیب سے کرکے اُصولی احتجاج
قوم مسلم کو دیا اسلامی کلچر کا مزاج

ڈٹ گئے میداں میں آکر ہر برائی کے خلاف
کردیا پیدا ہر اک قصرِ ضلالت میں شگاف

دی مسلمانوں کو ہر دم دعوتِ خیروصلاح
کردیا اعلان ، راہ عشق ہے راہِ فلاح

بن کے ہر بنجر زمیں پہ برسے بارانِ کرم
کشت ویراں ہوگئی ان کی کرم پاشی سے نم

داعی و مصلح کے پیکر میں سدا آئے نظر
رکھ دی بدعاتِ شنیعہ کی پتنگیں کاٹ کر

ساری رسمِ بد ہوئی ان کے قلم سے پائمال
کردیا ذہنوں میں اسلامی تصور کو بحال

جب کبھی دیکھا خلافِ شرع کوئی بھی عمل
آپ نے کی اس کے سدِّ باب کی فوراً پہل

پردہ جاہل صوفیوں کے مکر کا کرتے تھے فاش
کانپتے آئے نظر ضربِ قلم سے بدقماش

دیکھ کر ناراض ہوتے غیر اسلامی روش
ایک مصلح کی طرح کرتے تھے ان کی سرزنش

عورتیں ہرگز مزاروں پر نہ حاضر ہوں کبھی
بات یہ تفصیل سے اپنے فتاوے میں لکھی

صرف سرکار دوعالم کے مزارِ پاک پر
ہوں اگر حاضر تو وہ بخشش کا پائیں گی ثمر

عورتوں کا بے حجابانہ نکلنا ہے گناہ
تاکہ ان پر پڑنہ جائے غیر محرم کی نگاہ

ایسے ہر اک فعل سے وہ منع فرماتے رہے
جس کا ہوتا تھا تصادم امتناعِ شرع سے

بے عمل پیروں کی بھی حرکات پر رکھی نظر
گمرہی کو دیکھ کر لکھتے فتاویٰ بے خطر

جو شریعت اور طریقت کو سمجھتے تھے جدا
فیصلہ ان کے لئے بھی شرع کا صادر کیا

شادیوں میں ناچ گانے کا جو کرتے اہتمام
ان کو سمجھاتے کہ یہ بیہودہ رسمیں ہیں حرام

جاہلانہ رسم کی کرتے برابر روک تھام
تاکہ ہر اک گمرہی سے دور ہو سنی عوام

پیش کی تحقیق نادر تعزیہ کی اصل پر
اور غلط رسموں پہ بھی قدغن لگایا بے خطر

ماتم و نوحہ زنی کو لکھا ناجائز امور
ڈھول باجے کو فتاویٰ میں کہا وجہِ فتور

جو بھی اسلامی شعائر کا اڑاتے تھے مذاق
اعلیٰ حضرت نے کبھی ان سے نہ رکھا اتفاق

ہر گھڑی رہتی تھی ان کو فکر اصلاحِ سماج
حق تعالیٰ نے انھیں بخشا تھا اصلاحی مزاج

دینِ حق کی بالا دستی تھی انھیں مرغوب بس
اک ذرا بھی نام و شہرت کی نہ تھی دل میں ہوس

سنتوں کی پاسداری کا دیا کرتے سبق
غیر اسلامی عمل پر ان کو ہوتا تھا قلق

مصلحانہ فکر کی حامل تھی ان کی ذاتِ پاک
دل کے ایواں کو ہلا دیتی تھی ان کی علمی دھاک

قوم کی اصلاح فرماتے رہے وہ تا حیات
تاکہ غالب ہو نہ پائے ان پہ زور نفسیات

کتنی رغبت تھی انھیں اصلاحی اقدامات سے
ظاہر و باہر ہے یہ بھی ان کی تالیفات سے

سایہ افگن سر پہ ہے فضل خداوندِ کریم
کیوں نہ ہو پھر ذات امام احمد رضا خاں کی عظیم

☆☆☆

امام احمد رضا کا دس نکاتی فارمولہ

جب افق پر جگمگایا علم کا وہ آفتاب
سن اٹھارہ سو ستاون کا تھا برپا انقلاب

تن کے گورے من کے کالے ہند میں سرگرم تھے
ہند والے جانتے ہیں کتنے وہ بے شرم تھے

ہر سو فتنوں کے بچھا رکھے تھے انگریزوں نے جال
نام کے کچھ مولوی بھی تھے اُنہی کے ہم خیال

علمِ غیبِ مصطفیٰ پر اُٹھ رہی تھیں اُنگلیاں
خرمنِ ایمان پر گرنے لگی تھیں بجلیاں

بے یقینی کے تعفن سے تھا آلودہ سماج
اہلِ سنت کے اکابر کر رہے تھے احتجاج

برسرِ پیکار تھے دشمن شریعت کے خلاف
اہلِ ایماں میں وہ پیدا کر رہے تھے اختلاف

سازشوں کے جال میں تھا قید یہ برِّ صغیر
بیچتے تھے لوگ پیسوں کے لئے اپنا ضمیر

ایسے دورِ پُر فتن میں شہ امام احمد رضا
بن کے آئے سنیت کے اک حقیقی رہنما

بخش کر اسلامیانِ ہند کو ملّی شعور
بھر دیا عشقِ شہِ بطحا کا ذہن و دل میں نور

سب سے پہلے سنیوں کو بخشا ذوقِ اتحاد
تاکہ جڑ سے ختم ہو برطانوی شرّو فساد

اک مجدد کا نبھایا خوب دانائی سے رول
رکھ دیا تھا کھول کر اسلام کے دشمن کا پول

کارنامے ہیں امام احمد رضا کے بے شمار
وہ سراپا علم و حکمت کے ہیں بحرِ بے کنار

ان کا تعلیمی نظریہ قابلِ تقلید ہے
قوم و ملت کو بندھی اس سے بڑی اُمیّد ہے

اعلیٰ حضرت چاہتے تھے قومِ مسلم کی فلاح
اس لئے تحصیلِ علم و فن کی دیتے تھے صلاح

زور دیتے تھے حصولِ علم پر وہ بار بار
تاکہ ملت ہو نہ طوفانِ جہالت کا شکار

دس نکاتی فارمولہ اس کی ہے روشن کڑی
جس کی اک اک سطر میں شامل ہے حکمت کی لڑی

دس نکاتی فارمولہ اعلیٰ حضرت نے دیا
اس میں تعلیم و تعلم کی ہے پوشیدہ بقا

قوم کو ملتی ہے اس سے دعوتِ فکرو نظر
ہوگا روشن اس سے ہی کاشانۂ علم و ہنر

کتنے مخلص تھے رضا ترویجِ ملت کے تئیں
اس سے اندازہ لگائیں اہلِ عرفان و یقیں

خود بریلی میں کیا قائم مثالی مدرسہ
اور پھر تدریس کا آگے بڑھایا سلسلہ

اعلیٰ حضرت چونکہ تھے معمار و مستقبل شناس
کرنی تھی مضبوط اُنہیں فکرو تدبر کی اساس

ان کی خواہش تھی کہ مستحکم ہو تعلیمی نصاب
تاکہ نسلیں ہوں شعوروآگہی سے بہرہ یاب

اس حوالے سے کیا ہے غیر معمولی جتن
داد و تحسیں کے ہے قابل ان کا تعلیمی مشن

کام کوئی ہو وہ کرتے تھے بڑی تدبیر سے
تھا شغف تقریر سے بڑھ کر انھیں تحریر سے

اہل سنت کامراں آئیں نظر ہر گام پر
زور دیتے تھے ہمیشہ ہی انہی اقدام پر

ان کو کتنا ملتِ اسلامیہ کا درد تھا
دس نکاتی فارمولے سے ہی چلتا ہے پتہ

ان کے ارشادات پر ہوجائے گر پورا عمل
اہل سنت کے مسائل ہوں گے آسانی سے حل

فارمولے میں امام احمد رضا نے کیا کہا
مختصر انداز میں کرتا ہوں اس پر تبصرہ

ہو عظیم الشان تعلیمی اداروں کا قیام
ٹھوس اور مضبوط ہو اس کا بہرصورت نظام

طالبانِ علمِ دیں پر خرچ سرمایہ کریں
علم وفن کا ان میں عزم و حوصلہ پیدا کریں

ہر گھڑی اہل مدارس میں رہے دینی امنگ
چونکہ قرطاس وقلم کی جیتنی ہے ان کو جنگ

حسب خدمت سارے ہی استاذ کی تنخواہ ہو
تاکہ ان میں درس دینے کی مکمل چاہ ہو

طلبہ جن اشغال میں فعال آتے ہوں نظر
ان کو اس شعبے میں ہی رکھیں لیاقت دیکھ کر

فارغ التحصیل کی ہو فوج پھیلی چارسو
تاکہ ہر میدان میں آئیں نظر وہ سرخرو

کاٹ دشمن کی کریں وہ علم کی تلوار سے
قوم و ملت کو بچائیں فتنۂ اغیار سے

دے کے اہلِ علم کو نذرانے لکھوائیں کتب
اپنے پیسے دے کے اہلِ خیر چَھپوائیں کتب

پھر کتابیں مفت میں تقسیم اہلِ زر کریں
اہل سنت کی اشاعت کے لئے کوشاں رہیں

اہل سنت کا رہے ہر شہر میں اپنا سفیر
عالمانِ اہلِ سنت خود رہیں اس کے مشیر

مذہبِ حق کی حمایت میں لکھی جائے کتاب
ردّ فکرِ باطلہ پر نکلے پرچہ کامیاب

ہر ادارے میں نئے اہلِ قلم تیار ہوں
سنیوں کے پاس اپنے مذہبی اخبار ہوں

جس قدر بھی ہو سکے، نکلیں رسالے ، میگزین
مقصدِ اصلی رہے ان کا فروغ علمِ دین

ان میں ہوں ایسے مضامیں کی اشاعت بار بار
جن سے ایمان و عقائد کی جڑیں ہوں پائیدار

سیکڑوں اس فارمولے سے نکلتے ہیں نکات
اس کے استعمال سے واللہ بن سکتی ہے بات

یہ حقیقت ہے نفاذ اس کا اگر ہوجائے گا
سنیوں کا ہر ادارہ کارگر ہوجائے گا

دس نکاتی فارمولے کا ہے مستحکم نظام
شہہ امام احمد رضا خاں کے تدبُّر کو سلام

☆☆☆

باب نہم - خصوصیات

امام احمد رضا اور سائنس

علم کے کوہِ ہمالہ ، فن کے بحرِ بے کراں
تھے امام احمد رضا اک معتبر سائنس داں

ان کا ہے سائنس کے میداں میں بھی اونچا علَم
ہیں شواہد کے لئے خود ان کے رَشحاتِ قلم

ہیں علوم دینیہ میں جس طرح وہ بے مثال
یوں ہی وہ سائنس میں رکھتے ہیں حد درجہ کمال

پہلے پڑھ کر دیکھئے دانشوروں کا تبصرہ
تب سمجھ میں آئے گا کیا ہیں امام احمد رضا

ان کے سائنسی نظریے میں ہے اسلامی چمک
عصری دانش گاہ میں بھی پائی جاتی ہے دھمک

جب کوئی تحقیق آئی دین و قرآں کے خلاف
آپ نے فوراً کیا احقاقِ حق کا اکتشاف

نکتہ چیں جب بھی ہوئے اسلام پر باطل پرست
جلد ہی کلکِ رضا کے وار سے کھائی شکست

جب بھی اسلامی نظریے پر کوئی حملہ کیا
عقلی و نقلی دلائل سے اسے پسپا کیا

ہے بڑا تحقیق اور سائنس کی دنیا میں نام
اہل دانش اس لئے کرتے ہیں دل سے احترام

عالمی فکرو نظر کے ہیں رضا سائنس داں
ان کے ہاں پایا نہیں جاتا تصنع کا دھواں

جب کوئی تحقیق میں قرآنی منہج سے ہٹا
آپ نے ہر حال میں اس کا تعاقب ہے کیا

آئن اسٹائن نے قرآنی نظریے کے خلاف
یہ زمیں ساکن نہیں، اس پر کیا جب اختلاف

تو امام احمد رضا نے دے کے قرآنی دلیل
منہدم کردی ہراک مفسد نظریے کی فصیل

اس کے رد میں اک رسالہ لکھ دیا'' فوزِ مبین''
اور کیا ثابت کہ حرکت میں نہیں ہے یہ زمین

تیرہ سو اڑتیس ہجری میں رسالہ یہ لکھا
مغربی دنیا میں اس سے مچ گیا تھا تہلکہ

اس میں ہے اسلام کی حقانیت کی آب و تاب
اِس کے دم سے ذہن میں آیا نیا اک انقلاب

دیں دلیلیں اس پہ اک سو پانچ اور ثابت کیا
ہے سراسر آئن اسٹائن کا باطل فلسفہ

کرکے تحقیقات میں اسلامی آوازہ بلند
منہ ہراک اسلام کے دشمن کا کرڈالا تھا بند

ڈیڑھ سو ایسی کتابیں آپ نے تحریر کیں
جن میں ہیں سائنسی اطلاقات کی شاخیں اُگیں

ابن سینا، اور نصیرالدین طوسی ، نیوٹن
ہے جدا ایسوں سے بھی سائنس میں معیارِ فن

اک فتاویٰ رضویہ پر ہی اگر تحقیق ہو
تو کئی اک شعبہائے علم کی تصدیق ہو

بات ہو سائنس میں گر ان کے ہر اقدام کی
آئے البیرونی کی یاد اور عمر خیّام کی

شعبۂ جغرافیہ ہو یا کہ ہو کیمسٹری
اعلیٰ حضرت کو رہی حاصل ہراک میں برتری

الٹراساؤنڈ کی تکنیک پر کی چھان بین
بایو ٹکنالوجی پر تحقیق کی عمدہ ترین

چھوڑا ٹیلی کمیونیکیشن پہ بھی علمی مواد
جس کو پڑھ کر آج کے سائنس داں دیتے ہیں داد

چاند اور سورج کی گردش پر بھی لکھ ڈالی کتاب
میٹرا لوجی پہ ہے تحقیق ان کی لاجواب

پانیوں کی ہیئتوں پر مستند تحقیق کی
زلزلوں کی ، آیتِ قرآن سے تصدیق کی

صوتیاتی علم پر لکھا رسالہ اک وقیع
بیمہ ، انشورنس پر بھی تھی نظر ان کی وسیع

تھے امام احمدرضا خاں ماہرِ علمِ نجوم
علم کی ہرایک مجلس میں مچی ہے ان کی دھوم

اعلیٰ حضرت کا ریاضی میں نہ ہے ہمسر کوئی
کہہ چکے ہیں یہ پروفیسر ضیاءالدین بھی

تھی مہارت اقتصادی و معاشی علم پر
علمِ طب اور کیمیا میں ذات ان کی معتبر

مختلف علمِ جدیدہ پر مہارت تھی انھیں
کیوں نہ علم وفن کا ان کو اک ہمالہ ہم کہیں

ان کی عقلی ، نقلی تھیوری کا الگ ہی رنگ ہے
دیکھ کر یہ رنگ دنیا کا محقق دنگ ہے

ہیں مقالے سیکڑوں سائنسی موضوعات پر
فخر ہے اہل جہاں کو ان کی تحقیقات پر

دیکھ کر حیرت زدہ ہیں علم و فن کے ماہرین
اعلیٰ حضرت کمپیوٹر ہیں کہ اک علمی مشین

ابن خلدوں، ابن سینا جیسے ہیں فن میں عیاں
اعلیٰ حضرت ہیں اُسی معیار کے سائنس داں

ان کے سائنسی علوم اب ہورہے ہیں آشکار
جامعاتی سطح پر آئی ہے تحقیقی بہار

دھیرے دھیرے اٹھ رہا ہے پردہ تحقیقات کا
دائرہ اب بڑھ رہا ہے ان پہ معلومات کا

ذہن و دل میں جب تعصب کا ہو جرثومہ بھرا
تو امام احمد رضا کو لوگ پھر سمجھیں گے کیا

عصر حاضر میں ضرورت ہے اشد اس بات کی
شمع روشن ہو جہاں میں ان کی تعلیمات کی

ان کا سائنسی نظریہ عام ہونا چاہیے
اور اثباتی نہج پر کام ہونا چاہیے

امام احمد رضا کے نمایاں کارنامے

کارنامے ہیں امام احمد رضا کے بے شمار
ہیں کئی اک اس میں بیحد ہی عظیم و شاہکار

جس جہت سے دیکھیے شہکار ہیں احمد رضا
جن کے سر تجدیدِ دیں کا خوشنما سہرا بندھا

علم وحکمت کے تناظر میں اگر ان پر ہو بات
رشک کے قابل نظر آئے خیابانِ حیات

ذکر ہو انصاف سے فقہ و فتاویٰ کا اگر
چند صدیوں میں کوئی ان سا نہ آئے گا نظر

علم کے ہرایک شعبے میں جداگانہ ہے شان
جیسے ان میں ہوں سمٹ آئے کئی علمی جہان

ہیں تصانیف کثیرہ کے وہ مالک بالیقیں
ان کے آگے خم ہے اہل علم کی علمی جبیں

اک مفسر اک مترجم شارحِ ام الکتاب
علمی دنیا میں نہیں ہے کنزالایماں کا جواب

علمی دنیا میں فتاویٰ رضویہ ہے مستند
جس کی گہرائی کی ملتی ہی نہیں ہے کوئی حد

نعت گوئی میں بفیضانِ رسول مجتبیٰ
نائب حسان کی مسند پہ ہیں جلوہ فزا

آپ نے لکھا ہے اردو میں جو مدحیّہ سلام
گونجتا ہے آج شرق و غرب میں وہ صبح و شام

جو بریلی میں ادارہ منظرِ اسلام ہے
قابل صد آفریں وہ آپ کا اقدام ہے

آپ کے خلفا کا بھی ملتا نہیں کوئی جواب
سب کے سب اپنی جگہ ہیں آفتاب و ماہتاب

دین و ایماں کا تحفظ آپ نے ہردم کیا
فکرِ اسلامی کی بنیادوں کو مستحکم کیا

کاٹ ڈالی آپ نے جڑ شاتمانِ دین کی
اور انوکھے طور پر افکار کی تزئین کی

کرکے ناموس رسالت کے تحفظ میں جتن
شہہ امام احمدرضا خاں بن گئے فخرِ زمن

اک مجدد کی شرائط میں ہیں جتنی خوبیاں
تھیں بحمد اللہ امام احمدرضا خاں کے یہاں

تھا فروغِ عشقِ احمد ان کا عنوان حیات
اس لئے ان کی محبت بھی ہوئی وجہِ نجات

کارناموں کا ہو گر تیار ویکیپیڈیا
عقل انسانی نظر آنے لگے حیرت زدہ

حق یہی ہے ان کے سارے کارنامے ہیں اہم
ہے کیا جن کو کئی سیرت نگاروں نے رقم

میں نے بھی ان کو بنایا اپنا عنوانِ سخن
کھولیں اب صفحات اگلے ، شائقینِ فکروفن

جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی

یادگارِ اعلیٰ حضرت منظرِ اسلام ہے
اس کا دینی درسگاہوں میں نمایاں نام ہے

واقعی دینی مدارس میں الگ ہے اس کی شان
ہند میں اسلام کا ہے یہ نقیب و ترجمان

تیرہ سو بائیس ہجری میں تھا یہ قائم ہوا
خود امام احمد رضا نے اس کی ڈالی تھی بنا

بارہا اصرار یہ کرتے تھے آکر مخلصین
اک ادارے کی ضرورت ہے برائے نشرِ دین

ہو جہاں پر خوب تر تعلیم کا قائم نظام
تشنگانِ علم ، فیضِ علم سے ہوں شاد کام

اعلیٰ حضرت نے ہجوم کار کے پیش نظر
اس طرف پوری توجہ دی نہ فوری طور پر

ایک دن اک مخلص و ہمدرد آکر اڑ گئے
میر احمد نام تھا وہ خیر سے سید بھی تھے

ان کی ضد تھی کیجئے قائم ادارہ اک حسیں
بات سید کی رضا تو کاٹ سکتے تھے نہیں

الغرض! قائم رضا نے کردیا اک مدرسہ
اور خود تدریس کا آگے بڑھایا سلسلہ

چند طلبہ ہی فقط گنتی کے تھے آغاز میں
سیکھتے تھے علم رہ کر بارگاہِ ناز میں

مشتمل تھا ایک کمرے پر مکمل مدرسہ
جوکہ ان کے معتقد کے ہی مکاں کا جزو تھا

بعد میں پھر منتقل یہ ہوگیا سوداگران
اک عمارت بن گئی کچھ ہی دنوں میں عالی شان

خشتِ اول میں ہے ہوتا ایسی ہستی کا شمار
جو دبستانِ عظیم آباد کے ہیں تاجدار

فیض ان کا علمی دنیا میں ابھی تک عام ہے
حضرتِ علامہ ظفر الدین رضوی نام ہے

تھی عظیم آباد کی ہی دوسری ذاتِ سعید
جن کا ہے اسم گرامی حضرتِ عبدالرشید

ان ہی دونوں سے ہوا تھا مدرسے کا افتتاح
تندہی کے ساتھ ہاتھ آئی تھی تعلیمی فلاح

سب سے پہلے ناظم اعلیٰ تھے علامہ حسن
جن کو دنیائے ادب کہتی ہے استاد زمن

حجۃ الاسلام اس کے دوسرے ناظم بنے
سیکڑوں طلبہ تھے ان کے دَور میں عالم بنے

حجۃ الاسلام کے ہاتھوں میں جب آئی کمان
علم وحکمت کا سمٹ کر آگیا تھا اک جہان

تشنگانِ علم کا سیلاب امڈ آیا وہاں
طالبانِ دیں کا اترا اک مثالی کارواں

ہوگئی شہرت بہ ہر سو منظرِ اسلام کی
جانفشانی رنگ لائی جلد ہی خدام کی

درس دینے کے لئے آئے کئی اک ماہرین
بن گیا ماحول تعلیم و تعلم کا حسین

سلسلہ تعلیم کا کچھ اس طرح آگے بڑھا
ہند ہی کیا دوسرے ملکوں میں بھی شہرہ ہوا

ہوگئی فیضِ رضا سے عالمی شہرت نصیب
بھیڑ پروانوں کی اتری شمعِ منظر کے قریب

اعلیٰ حضرت کے کرم کا شامیانہ تن گیا
منظرِ اسلام علم و فن کا مرکز بن گیا

اک سے اک منظر سے نکلے علم کے لعل و گہر
صاحبانِ علم اور شاہانِ اقلیمِ ہنر

ہیں ہزاروں فارغ التحصیل میں اہل کمال
ڈھونڈنے سے دہر میں ملتی نہیں جن کی مثال

چند ناموں کا فقط ہم ذکر کرتے ہیں یہاں
تاکہ اندازہ ہو کیسا ہے یہ علمی بوستاں

حضرتِ رحمِ الٰہی، حضرتِ مفتی بشیر
ان کے زریں کارناموں کی نہیں ملتی نظیر

حضرتِ عبدالرشید و شاہ علامہ ظفر
خشت اول ہیں یہ دونوں کاملینِ مقتدَر

حضرتِ صدرُالشریعہ ، حضرتِ برہانِ حق
کہکشاں کے مثل روشن ان کا ہے علمی طبق

حضرتِ سید محمد اشرفی ، مفتی شفیع
دائرہ ہے ان کی خدماتِ جلیلہ کا وسیع

مفتیٔ اعظم امام اہل سنت کے پسر
شخصیت ان کی طرح ملتی کہاں ہے پُر اثر

حضرتِ علامہ احمد رضوی و حامد علی
ہے فروزاں جن کی کرنوں سے جہانِ آگہی

حضرتِ حشمت علی خاں تاجدارِ پیلی بھیت
گاتے ہیں اہلِ سنن جن کی ظفر یابی کے گیت

حافظِ ملت کی اپنی اک الگ پہچان ہے
اشرَفیہ سے رواں ان کا حسیں فیضان ہے

حضرتِ سردار احمد ہیں جو پاکستان کے
ہیں غلامِ باوفا یہ بھی شہِ ذی شان کے

اک حبیبِ رحماں عباسی اُڑیسہ کے مکین
ہیں جو ملت کے مجاہد اور رئیس التارکین

حضرتِ مفتی رفاقت، شمس و عبدِ مصطفیٰ
اک زمانہ معترف ہے ان کے علم وفضل کا

حضرتِ احساں محدث ، فائق الاقران تھے
درسگاہِ منظر اسلام کی جو شان تھے

شخصیت ہے شاہ جیلانی میاں کی لاجواب
جن کو زیبا ہے زمانے میں مفسر کا خطاب

مفتی شمس الدین نورِ فقہ سے معمور ہیں
جو کہ قانون شریعت کے سبب مشہور ہیں

بلبلِ باغِ مدینہ ، نعت گو شاعر، جمیل
ہے بلند و بالا ان کے شعرو نغمہ کی فصیل

حضرتِ ریحانِ ملت عالمِ روشن دماغ
آج بھی ان کی خرد مندی کا روشن ہے چراغ

جانشینِ مفتیٔ اعظم حضور اختررضا
عالمِ اسلام میں پھیلا ہے جن کا دائرہ

حضرتِ سبحاں رضا کا دور تک ثانی نہیں
خانقاہِ رضویہ کے ہیں جو سجادہ نشیں

دیکھئے ہیں کیسے کیسے علم کے ماہ و نجوم
ہیں یگانہ شان کے یہ سارے اصحاب علوم

ہم نے ضمناً ان اکابر کا کیا ہے تذکرہ
تاکہ اہل ذوق آسانی سے کرلیں تجزیہ

ورنہ خوشہ چیں ہزاروں میں ہیں پھیلے دہر میں
منظر اسلام کا جلوہ ہے ہراک شہر میں

اک چراغِ علم سے روشن ہوئے کتنے چراغ
اک گلِ رعنا سے مہکے لاکھوں علم وفن کے باغ

ان پہ لکھنے کے لیے لفظوں کا دفتر چاہیے
علم ومعلومات کا گہرا سمندر چاہیے

فارغینِ منظرِ اسلام لا تعداد ہیں
جن سے علم وفضل کے کتنے چمن آباد ہیں

ہے دعا فیضِ رضا کا سلسلہ جاری رہے
منظرِ اسلام کی شاداب ہر کیاری رہے

☆☆☆

باب دہم - شعریات

امام احمد رضا کی نعت گوئی

ہیں امامِ نعت گویاں ، حضرتِ احمد رضا
متفق ہو کر یہ اہلِ علم و دانش نے کہا

باکمال اصحابِ فن کا ہے یہ اظہار خیال
ان کی اردو نعت گوئی کی نہیں ملتی مثال

کائناتِ نعت میں ان کی جداگانہ ہے شان
ان پہ ہے دل سے فدا شعروادب کا اک جہان

نائبِ حسان کا ہے ہند میں عہدہ ملا
رب کے فضلِ خاص سے یہ تمغۂ عظمیٰ ملا

نعت گوئی میں ہے ان کا لہجہ کافی پُراثر
ہیں حقیقت میں وہ اقلیمِ سخن کے تاجوَر

چھیڑتی ہے دل کو پیہم اُن کے لہجے کی کھنک
نعت گوئی میں مثال ان کی نہیں ہے دور تک

ان کی نعتوں میں ہے سوزِ عشقِ احمد کی تپش
اور اسلوبِ بیاں میں ہے جداگانہ کشش

اُن کے گلزارِ سخن کا ہشت پہلو رنگ ہے
دیکھ کر جس کی چمک دنیائے مدحت دنگ ہے

ہے بلند و بالا ان کے شعرو نغمہ کی فصیل
نعت گوئی میں نہیں ہے دور تک ان کا مثیل

شاہِ دیں کے عشق کی نعمت سے تھے وہ بہرہ ور
اس لئے ہیں خوبیاں نعتوں میں ان کی جلوہ گر

نعتیہ دیواں کا پڑھ کر دیکھئے اک اک ورق
جگمگا اٹھے گا ذہن و قلب کا سارا طبق

نعت گوئی کا ہے فن حاصل کیا قرآن سے
کرلیے افکار روشن لمعۂ حسان سے

کس طرح ملحوظ آدابِ شریعت ہے رکھا
دیکھنا ہے تو ذرا پڑھ لیں کلامِ نعتیہ

شرعی و شعری تقاضوں کا رکھا پورا خیال
جلوہ فرما ان کے شعروں میں ادب کا ہے جمال

وہ عبادت جان کر ہی لکھتے تھے نعتِ رسول
اس لئے مدحت ہوئی ان کی درِ شہہ میں قبول

ان کی نعتوں میں محبت کا ہے دریا موجزن
جادۂ عشق و ادب بے انتہا ہے ضوفگن

جا بجا آیاتِ قرآنی کے روشن ہیں چراغ
دیکھ کر جن کو منور ہونے لگتا ہے دماغ

جذبۂ عشق بلالی ہے رواں اشعار میں
کہکشاں علم و ادب کی ہے سبھی گفتار میں

ذوقِ شرعی کا یہاں موجود ہر سامان ہے
منفرد سب سے رضا کا نعتیہ دیوان ہے

ان کے شعروں میں ہے ملتی جاذبیت بے پناہ
دیکھتے ہی نور برساتی ہے قاری کی نگاہ

استعاراتی زباں ہے قابلِ صد آفریں
صنعتِ تلمیح سے آباد ہے شعری زمیں

حسن لفظی کی ادا اشعار میں ضوریز ہے
فکری رعنائی رضا کی سب سے دل آویز ہے

نعت گوئی میں ہے ان کے ہاں مکمل احتیاط
کھینچتے ہیں قلب کو نغماتی کیف و انبساط

ہیں چمکتے موتیوں جیسے تمام الفاظِ نعت
دعوتِ نظّارہ دیتی ہے سخن کی کائنات

فکر کو برنائی بخشی ہے رضا کی نعت نے
کرلیا دل کو مسخر نعتیہ نغمات نے

شاعری میں ہے شگفتہ ان کا اندازِ بیاں
نور و نکہت کا ہو جیسے شعر میں چشمہ رواں

ہے طراوٹ ان کے اسلوب و ادا میں فکر کی
گویا ، اک دنیا ہوئی آباد یاد و ذکر کی

ہے درخشاں سیرتِ سرکار سے مدحت کا باب
منفرد لہجے میں لفظوں کا ہوا ہے انتخاب

ایسی ترکیبیں نہیں ملتی ہیں اوروں کے یہاں
منفرد ہے شعر کی دنیا میں اندازِ بیاں

لفظ و معنیٰ میں ہے احساس و تخیُّل کا جمال
جذبہ و تاثیر سے آہنگ ہے شعری خیال

تازہ کاری ہے لیے تخئیل کی موزونیت
ذہن میں ہوتی ہے جس سے پیدا شعری کیفیت

پاک ہے افراط اور تفریط سے ہر اک کلام
بارگاہِ مصطفیٰ کا ہے مکمل احترام

نور کے پودے اُگے پڑتے ہیں دل کے غار میں
عشق کی موجیں رواں ہیں وادیٔ افکار میں

ہے نرالا شاعروں سے ان کا اندازِ سخن
اعلیٰ حضرت کو ملا ہے اعلیٰ اعزازِ سخن

استعاروں کا نیا آکاش ہے ان کے یہاں
انبساط و کیف میں ڈوبی ہے ٹکسالی زباں

ہے کلاسیکی ادب سے پُر مشامِ لفظیات
اتصال و ہجر کی شامل ہیں اس میں کیفیات

شعر میں برجستگی ہے صاف ستھری ہے زباں
آبشاروں کے شکم سے جیسے موجیں ہوں رواں

معنویت کا خیال و فکر کو دے کر لباس
نت نئے گوشوں سے دنیا کو کرایا روشناس

چاشنی ہے، نغمگی ہے ، کیف ہے، تاثیر ہے
شعر کیا ہے؟ آیتِ قرآن کی تفسیر ہے

ایسے بھی اوزان پر لکّھا کلامِ نعتیہ
جن کو چھونے سے بھی ڈرتے تھے ادب کے سورما

سخت ہیں ان کی ردیفیں اور مشکل قافیے
پھول وہ بنجر زمیں پر بھی کھلا کر رکھ دیے

ان کی نعتوں کو سمجھنا بھی کوئی آساں نہیں
علمِ وافر چاہیے اس کے لئے بھی بالیقیں

اہلِ علم و عشق ہی سمجھیں گے بس شانِ رضا
خاک ہم جیسے سمجھ پائیں گے دیوانِ رضا

دیکھ کر گہری نظر سے ناقدینِ فکروفن
کہہ اٹھے، احمدرضا خاں ہیں شہنشاہِ سخن

اس میں کوئی شک نہیں ، وہ ہند کے حسان ہیں
شعروفن کی مملکت کے مقتدر سلطان ہیں

عظمتِ فکر و تخیُّل کا امیں کہیے اُنھیں
خانقاہِ نعت کا گدّی نشیں کہیے اُنھیں

اک شبِ تاریک میں جلتی ہوئی قندیل ہیں
راہِ فکر و فن میں وہ اک عہد کی تکمیل ہیں

قلب کی تسکیں کا ساماں باقی و دائم رہے
فیضِ اشعارِ رضا کا سلسلہ قائم رہے

حدائقِ بخشش

اعلیٰ حضرت سَیِدی مولانا شہہ احمدرضا
نعت گوئی میں بھی رکھتے ہیں جداگانہ ادا

مسندِ شعروادب کو آپ نے بخشا وقار
اِس لئے سب نے کہا ملکِ سخن کا تاجدار

نعت کی محفل کا ہوتا ہے جہاں بھی اہتمام
شوق سے سب پڑھتے اور سنتے ہیں ان کا ہی کلام

آپ کی نعتوں کا ہرمفہوم دل آویز ہے
دلنشیں ہر شعر اور ہر لفظ معنیٰ خیز ہے

عشقِ احمد کی چمک ہے نعتیہ اشعار میں
ہے ثریا کی بلندی دلنشیں افکار میں

متفق ہو کر یہی اہل زباں نے کہہ دیا
ہند کے حسان ہیں بے شک امام احمدرضا

کاروانِ نعت کے ہیں قافلہ سالار آپ
ہاں! مضامینِ سخن کو دے گئے معیار آپ

شعروفن کے باب میں سب سے جُدا اُسلوب ہے
ہر نظر کو آپ کا رنگِ سخن محبوب ہے

نعتیہ دیوان ہے فکرو تخیل کا نِصاب
پوری دنیائے سخن ہوتی ہے اس سے فیضیاب

تین حصوں پر ہے دیوانِ رضا یہ مُشتمِل
اکتسابِ فیض کرتا ہے زمانہ مُستقِل

ہیں علومِ دینیہ میں جیسے ہر فن کے امام
آپ کا ہے نعت گوئی میں یوں ہی اعلیٰ مقام

آپ اٹھاتے ہیں قلم جب بھی کسی موضوع پر
پھیل جاتے ہیں بہر سو علم کے لعل و گہر

آپ کی ہستی پہ قرطاس و قلم کو ناز ہے
بارگاہِ مصطفیٰ سے یہ ملا اعزاز ہے

آپ کے اشعار کا ماخذ ہے قرآنِ حکیم
اس لئے ہے نعتیہ دیوان ممتاز و عظیم

آپ کی آنکھوں میں ہے حسنِ سراپائے رسول
اس لئے کھِلتے ہیں باغِ فکر میں مدحت کے پھول

نعت کی کرنوں سے روشن ہوگئیں شعری جہات
آپ نے بزمِ سخن کو بخش دی تازہ حیات

دامنِ قرطاس ہے سرشار رنگِ نعت سے
صفحہ صفحہ ہو گیا گلزار، رنگِ نعت سے

منفرد ہے شاعروں میں، آپ کی شعری زباں
چاند جیسے ضوفشاں ہو کہکشاں کے درمیاں

ہے سخن میں جیسے صنفِ نعت کا رُتبہ الگ
آپ کا یوں ہی ہر اک شاعر سے ہے لہجہ الگ

آپ نے جب جب اٹھایا خامۂ عنبر فشاں
ہوگئی تحریر، سیرت کی انوکھی داستاں

وادیٔ مدحت میں ہے مرغِ تخیُّل نغمہ بار
معنویت سے ہے لفظوں کا تعلق اُستوار

موجزن حرفوں میں ہے رعنائی فکر و خیال
ہے عیاں لفظوں سے معنیٰ آفرینی کا جمال

کر لیے افکار روشن نسبتِ حسان سے
نعت کے آداب سیکھے آپ نے قرآن سے

جگمگا اُٹّھا ہے فکری تابشوں سے ہر دماغ
اس طرح روشن کیا مدحِ پیمبر کا چراغ

آپ نے واضح کئے مدحت نگاری کے اصول
تاکہ ہو پائے نہ شاعر سے کوئی اس رہ میں بھول

آپ نے فرمایا راہِ نعت ہے اک پُل صراط
اِس لئے ہر حال میں لازم ہے اِس میں احتیاط

کتنے نقّادانِ فن نے پڑھ کے دیواں کہہ دیا
نعت گویانِ جہاں کے ہیں امام، احمد رضا

آپ کا دیوان ، سرچشمہ ہے فکرِ نعت کا
ہے یہ گویا ترجمہ ، قرآن کی آیات کا

خاتمِ پیغمبراں کی مدحتوں کا یہ محل
ہے امام احمدرضا کی زندگی کا ماحصَل

چار بھاشاؤں میں اک نعتِ حبیبِ کردگار
ہے امامِ اہل سنت کی نہایت شاندار

اُن ممالک میں جہاں اردو نہیں اب تک ہے عام
ہے پڑھا جاتا وہاں بھی اعلیٰ حضرت کا کلام

اک قصیدہ اس میں ہے معراجیہ بھی لاجواب
ہوگیا پیدا پیدا بدولت جس کی، شعری انقلاب

اعلیٰ حضرت کو ملا شعری اثاثہ نور کا
ایسا لگتا ہے کہ ہے ہر اک قصیدہ نور کا

ہے بہت نایاب یہ مجموعۂ شعروسخن
ہر ورق سے پھوٹتی ہے عشقِ احمد کی کرن

پوری دنیائے ادب میں فیض اس کا عام ہے
نعتیہ مجموعوں میں اس کا نمایاں نام ہے

سو سے زائد بار یہ دیوان لگ بھگ چَھپ چکا
آج بھی اس کی طباعت کا ہے جاری سلسلہ

مانگ کرتی ہے مسلسل اس کی دنیائے ادب
اس سے اہلِ ذوق پاتے ہیں ثناخوانی کا ڈَھب

اس کے اندر عشق احمد کا جہاں آباد ہے
حسنِ سیرت کی جھلک ہے ، جلوۂ میلاد ہے

تابشِ صبحِ حرم سے ہے منور ہر ورق
اُجلے کاغذ پر ہے پھیلی شامِ طیبہ کی رَمَق

صنعتِ تلمیح کی شعروں میں ہے جلوہ گری
جدّتِ افکار کی پھیلی ہوئی ہے دل کشی

آج نغماتِ رضا کی ہے ہراک محفل میں دھوم
بلکہ یہ کہیے مچی ہے اہلِ دل کے دل میں دھوم

روح کی تسکین کا ساماں ہے دیوانِ رضا
یعنی درد و کرب کا درماں ہے دیوانِ رضا

تشنگانِ نعت کی اس سے بجھا کرتی ہے پیاس
اس کے ہر ہر شعر میں ملتی ہے اک تازہ مٹھاس

استعاروں میں ستاروں کی سجی ہے انجمن
اور تشبیہوں میں ہے بحرِ فصاحت موجزن

قُمریِ شعروسخن کانوں میں رس ہے گھولتا
ہر چمن میں اعلیٰ حضرت کا ہے طوطی بولتا

نعت کی تحریک کو دے کر فروغ و ارتقا
آسمانِ شعر و فن پر چھاگئے احمدرضا

یہ خلاصہ کرچکے ہیں ماہرینِ رضویات
عشقِ احمد، اعلیٰ حضرت کا ہے عنوانِ حیات

☆☆☆

سلامِ رضا

اعلیٰ حضرت کا ہے مشہورِ زمانہ جو سلام
اس کا ہے اردو سلاموں میں بڑا اعلیٰ مقام

گونج اٹھا ہے اس سے ہر اک خطۂ عشق وادب
کھینچتی ہے دل کو اس کی گنگناہٹ روز وشب

راہ فن میں خوب تر ہے ، اس کی شان انفراد
پڑھتے ہی بے ساختہ اہلِ سخن دیتے ہیں داد

کوثر و تسنیم میں الفاظ ہیں سارے دُھلے
شعر میں عشق و عقیدت کے دریچے ہیں کُھلے

عشق کی بے تابیوں کا ہے جہاں اشعار میں
اس کی خوشبو ہے عقیدت کے ہر اک گلزار میں

ہے امام احمد رضا کا یہ بھی فیضانِ قلم
اُن سا عاشق ہی سلام ایسا ہے کرسکتا رقم

ایک سو اکہتر ان اشعار کی تعداد ہے
اس میں عشقِ مصطفیٰ کا اک جہاں آباد ہے

ہے دبستانِ سخن میں منفرد اس کا جمال
اس کی فنّی جامعیت کی نہیں ملتی مثال

شاعرانہ حسن و خوبی قافیوں سے ہے عیاں
جدت و ندرت کی ہے آباد اس میں کہکشاں

یہ سلام اردو زباں کے ہے سلاموں میں طویل
خوشنما تشبیہ ہے تو استعارہ ہے جمیل

عشق کی وارفتگی ملتی ہے اس میں جابجا
لفظیاتی حسن ہے ہر شعر میں جلوہ فزا

انتخابِ لفظ میں سب سے انوکھا رنگ ہے
نوعِ شعری دیکھ کر دنیائے اردو دنگ ہے

ایسی ترکیبیں نہیں ملتی ہیں اوروں کے یہاں
کرچکے ہیں بارہا یہ اعتراف اہلِ زباں

شعر میں طرزِ ادا کی دلکشی ہے خوب تر
حسن و اندازِ نگارش ہے نہایت پُر اثر

ہے کمالاتِ پیمبر کا بیاں آغاز میں
پھر ہوا ذکرِ خصائل منفرد انداز میں

استعاراتی زباں میں ذکر ہے عادات کا
گُل کھلا بابِ فضائل میں ہے تشبیہات کا

ہے شہہِ لولاک کی پیاری اداؤں پر سلام
ذکر ہے جودو سخاوت کا بصدق و احترام

ہے تصرّف پر بہت ہی عمدہ اظہارِ بیاں
پھر ہوئے ہیں معجزے کے ذکر میں رطب اللساں

ہے سراپائے نبی کا تذکرہ اس طور پر
جیسے ہوں قرطاس پر تفسیر کے پھیلے گہر

سرورِ دیں کی ولادت اور بچپن کا ہے ذکر
پھر رضاعت کے تعلق سے بڑی ستھری ہے فکر

ذکرِ حضراتِ صحابہ کا سجا ہے گلستاں
اور ہے ازواج کے بارے میں پاکیزہ بیاں

شانِ زہرا اور مدحِ آل کا ہے اندراج
تابعینِ پاک کی ہے شان میں عمدہ خراج

بوحنیفہ اور امامِ شافعی پر بھی لکھا
ابنِ حنبل ، حضرتِ مالک کو بھی شامل کیا

کی کشید اہل طریقت سے عقیدت کی شعاع
نذر کی ہے بارگاہِ غوث میں شعری متاع

ہے شیوخِ قادریہ کی جماعت پر سلام
پھر اسی میں شاہ کی ہے ساری امت پر سلام

عرض کرتے ہیں پھر آخر میں بریلی کے امام
کاش ہو محشر میں جس دم آمدِ خیرالانام

تو فرشتے مجھ سے خدمت کے کہیں روزِ جزا
جانِ رحمت والا پڑھ دو تم سلام احمدرضا

سلامِ رضا کی مقبولیت

اعلیٰ حضرت نے لکھا جو عشق میں ڈوبا سلام
فیض اس کا اک صدی سے ہے زمانے بھر میں عام

اس کو پڑھتے ہیں محبت سے ثناخوانِ رسول
سن کے جھوم اٹھتے ہیں محفل میں غلامانِ رسول

اس میں بوصیری کا رنگِ عشق ہے جلوہ فروز
رومی و جامی کے نغمات ادب جیسا ہے سوز

مذہبی دنیا میں حددرجہ پذیرائی ہوئی
دل سے دنیائے عقیدت اس کی شیدائی ہوئی

قریہ قریہ گونجتی ہے اس کے نغموں کی صدا
مست و بیخود سن کے ہوتے ہیں محبانِ رضا

یہ پڑھا جاتا ہے دربارِ شہہِ لولاک میں
یعنی اس کی گونج ہے شہرِ رسول پاک میں

گلشنِ مدحت ہراک دل میں کھلا جاتا ہے یہ
پوری دنیا میں محبت سے پڑھا جاتا ہے یہ

وادیٔ مدحت کا یہ بیحد شگفتہ پھول ہے
بارگاہِ مصطفیٰ میں اس لئے مقبول ہے

مسجدوں میں بھی پڑھا جاتا ہے روزانہ سلام
اپنی نوعیت کا ہے سب سے جداگانہ سلام

اہل سنت نے بنا رکھا ہے اس کو حرزِ جاں
اس کے اندر ہے خلوص و عشق کا چشمہ رواں

ہند، پاکستان، بنگلہ دیش ہی کی بات کیا
گونجتی ہے اس کی دنیائے عرب میں بھی صدا

مسجدِ نبوی کے اندر ، سبز گنبد کے قریب
گنگناتے ہیں اسے باغِ ثنا کے عندلیب

اہل سنت پوری دنیا میں جہاں بھی ہیں مکیں
گونجتی ہے صبح و شام اس کی صدائے دلنشیں

خانقاہوں ، مدرسوں میں یہ ترانہ عام ہے
گونج دینی محفلوں میں اس کی صبح و شام ہے

دنیا بھر میں خوش عقیدہ لوگ رہتے ہیں جہاں
عطر بیزی اس سلامِ عشق کی پہنچی وہاں

شہر ہو ، دیہی علاقہ ہو کہ قصباتی زمیں
اس کی شعری گونج سے خطہ کوئی خالی نہیں

عشق کی پاکیزہ لے میں الفت و چاہت کے ساتھ
پوری دنیا میں پڑھا جاتا ہے یہ کثرت کے ساتھ

جس جگہ اردو سمجھ پاتے نہیں ہیں خاص و عام
ہے پڑھا جاتا وہاں پر بھی رضا کا یہ سلام

اب تو یورپ کے علاقوں میں بھی اس کی دھوم ہے
چونکہ یہ اک انفرادی مدحیہ منظوم ہے

اس سلامِ عارفانہ کو ہے حاصل اختصاص
ہے نبی کا عشق ہی مقبولیت کی وجہِ خاص

ہے تجلی اس کی جاری عشق کے میزاب سے
گونجتا ہے رات دن یہ منبر و محراب سے

سیکڑوں اہلِ سخن نے اس پہ ہے تضمین کی
نورِ افکارِ رضا سے فکر کی تزئین کی

اک سے اک استاد شاعر آئے اس میدان میں
اک سے اک تضمین لکھی پیش رو اوزان میں

گلشنِ تضمین میں یوں آگئی تازہ بہار
بزمِ شعروفن کا ہر گوشہ ہوا ہے لالہ زار

بے شمار اہلِ قلم نے کُھل کے ہے توصیف کی
بلکہ کچھ فکری حریفوں نے بھی ہے تعریف کی

اس میں کوئی شک نہیں نایاب سرمایہ ہے یہ
اک کتابِ عشق کا انمول دیباچہ ہے یہ

دیکھ کر مقبولیت بولے ادیبانِ عظام
ہے قصیدہ بردہ اردو میں رضا کا یہ سلام

امام احمد رضا کا قصیدۂ معراجیہ

اعلیٰ حضرت کا قصیدہ ہے جو اک معراجیہ
نقشہ معراج النبی کا اس میں ہے کھینچا گیا

جتنی اس کی مدح اور تعریف کی جائے، ہے کم
اس کے ہر جملے میں ہے موسیقیت کا زیر و بم

ہے یہ اردو کے قصائد میں یقیناً شاہکار
تہنیت کا اک نمونہ ہے نہایت شاندار

حسنِ شعری ہے اُجاگر معنوی خوبی کے ساتھ
انتخابِ لفظ ہے بیحد خوش اُسلوبی کے ساتھ

نت نئے مفہوم ، ترکیبی ادا ہے خوشنما
قافیے میں بھی لسانی حسن ہے جلوہ فزا

ہیں شبِ اسرا کے چرچے منفرد انداز میں
لفظیاتی سحر پوشیدہ ہے اس کے ساز میں

قابلِ صد آفریں ہے اس کا حسنِ انتخاب
اس کے کل اشعار ہیں سَڑسَٹھ حسین و لاجواب

اس کی خوشبو سے ہوا معمور ایمانی مشام
فکری و فنی تناظر میں ہے تاریخی کلام

استعاراتی تناظُر ہے حسین و دلکشا
اور تشبیہات میں ہے معنویت کی ادا

پیکرِ شعری میں ہے ملبوس خوش افزا خیال
جھوم اٹھتا ہے فصاحت دیکھ کر ذوقِ جمال

حسنِ شعری، شوکتِ الفاظ اور طرزِ ادا
اس قصیدے میں تغزل کا ہے اک لہجہ نیا

کیف ہے اول سے آخر تک تمام اشعار میں
موسمِ برسات ہے نورستۂ افکار میں

کوئی بھی ذی فہم یہ انکار کرسکتا ہے کب
عشقِ احمد ہی ہے اس کے لکھے جانے کا سبب

اس کا پس منظر اُلٹنے سے یہ چلتا ہے پتہ
اعلیٰ حضرت نے اسے اک خاص موقعے سے لکھا

شاعرِ مشہور تھے اک محسنِ کاکوروی
اعلیٰ درجے کی ہوا کرتی تھی ان کی شاعری

محسنِ کاکوروی تھے ایک استادِ سخن
کرتے رہتے تھے فروغِ نعت کی خاطر جتن

قد بہت اونچا تھا ان کا ، نعت کے میدان میں
اچھی خاصی ان کی بھی شہرت تھی ہندوستان میں

اک قصیدہ ان کا جسمیں شعریت بھر پور ہے
جو قصیدہ لامیہ کے نام سے مشہور ہے

لائے تھے وہ اعلیٰ حضرت کو سنانے کے لئے
باغِ ہستی میں گلِ تازہ کِھلانے کے لئے

محسنِ کاکوروی نے اعلیٰ حضرت سے کہا
دیں اجازت تو سناؤں میں قصیدہ لامیہ

وقت لیکن ظہر کا تھا تو ہوا ارشاد یوں
ہوگا بہتر یہ کہ بعدِ عصر میں اس کو سنوں

پھر اسی وقفے میں یہ پیارا قصیدہ لکھ دیا
اور بعدِ عصر بولے ، پہلے سن لیجے مرا

اعلیٰ حضرت نے سنایا ان کو جب اپنا کلام
حضرتِ محسن ہوئے تازہ خوشی سے شاد کام

سن کے محسن ، اعلیٰ حضرت کا قصیدہ یہ حسیں
بولے اب مجھ کو سنانے کی ضرورت ہی نہیں

ہوگیا سن کر قصیدہ ، دل ہمارا باغ باغ
کردیا فکرِ رضا کے نور نے روشن دماغ

☆☆☆

باب یازدہم - کرامات

کرامات امام احمد رضا

آشنائے رمز ، دانائے طریقت ، دوربیں
اعلیٰ حضرت اک ولی تھے، اس میں کوئی شک نہیں

گذری احکامِ شریعت کے تناظر میں حیات
ذاتِ بابرکات تھی مجموعۂ عالی صفات

ہر ادائے زندگی سے تھی ولایت آشکار
کرگئے اس کا خلاصہ آپ کے سیرت نگار

دینِ حق پر استقامت ہی کرامت ہے جناب!
استقامت گر نہ ہو ، سمجھو مکمل ہے سراب

اعلیٰ حضرت استقامت کی حسیں تفسیر تھے
حسنِ کردار و عمل کی دلکشا تصویر تھے

اُن سے بھی ہوتا رہا اکثر کرامت کا صدور
محوِ حیرت کرنے والے خرقِ عادت کا ظہور

ہے جنہیں علامہ ظفرالدین نے یکجا کیا
اور ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے شامل کردیا

استفادہ کررہا ہوں اُن کی ہی تحریر سے
ہر عبارت جس کی ضَم ہے حکمت و تدبیر سے

بس اشارے کی زباں میں بات کرنی ہے تمام
حق نویسی سے ہوا کرتا ہے جامع ہر کلام

جن کو بالتفصیل پڑھنی ہے کرامات رضا
وہ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' سے اٹھائیں فائدہ

میں دکھاتا ہوں یہاں بس واقعے کی اک جھلک
سرخیوں کی رہ سے پہنچیں ، قارئیں منزل تلک

ایک صاحب نے کرائی اعلیٰ حضرت سے دعا
رب نے اک فرزند فرمایا بحمدِ اللہ عطا

بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں ملا قلبی سرور
ضلع غازی پور کے تھے، نام ہے اُن کا ظہور

اک عزیز احمد بریلی شہر کے ہی تھے نواب
سمجھا جاتا تھا گھرانہ ان کا بھی عزت مآب

جب ہوئے دنیا سے رخصت وہ اسیرِ دل نواز
اعلیٰ حضرت نے پڑھائی تھی جنازے کی نماز

اُن کی بی بی صاحبہ نے خواب میں دیکھا تھا جب
پوچھا ان سے بعدِ رحلت اچھی حالت کا سبب

بولے، حضرت نے پڑھائی جو جنازے کی نماز
در حقیقت ہے ہماری، بس یہی بخشش کا راز

شاہ امام احمد رضا نے جس کے حق میں کی دعا
ہوگیا اُس پر خصوصی طور پر فضلِ خدا

تھے امام احمد رضا کے ایک برمَا میں مرید
پوری کردی اُن کی، ہندستان میں رہ کر اُمید

ایک عورت کے گلے میں گلٹی تھی نکلی ہوئی
آپ نے کردی دعا دو دن میں اچھی ہوگئی

قوتِ روحانیت اُن میں تھی کیسی شان کی
خواب ہی میں آگ سے کردی حفاظت جان کی

نااُمیدی میں صحت حاصل ہوئی بیمار کو
کیا تصرف مل گیا اُس عاشقِ سرکار کو

ایک صاحب نے درِاقدس پہ جب دی حاضری
پل میں ہی چیچک کی بیماری سے آزادی ملی

ایک عورت کو ملی تھی کنٹھ مالا سے نجات
ٹل گئیں اُن کی دعا سے پل میں ساری مشکلات

درمیان عصر پیلی بھیت کو جانا ہوا
وقتِ مغرب پھر بریلی شہر کو آنا ہوا

یہ کرامت دیکھ کر حیرت میں تھے اہلِ شعور
اتنی جلدی کیسے پیلی بھیت سے آئے حضور

ان کا روحانی تصرف ریل گاڑی پر بھی تھا
ہے بہت مشہور بیسل پور والا واقعہ

غوث کے مظہر ہیں وہ اور نائبِ سرکار بھی
ان کی خاطر تھم گئی تھی وقت کی رفتار بھی

اک مسافر بھوکا پیاسا ہے یہاں آیا ہوا
کشفِ باطن سے رضا نے یہ بھی تھا بتلادیا

ٹل گیا پھانسی کا حکم ،ان کی دعا ہونے کے بعد
بارگاہِ رضویہ سے لوٹا سائل ہوکے شاد

اک مریضہ کو شفایابی کا مژدہ مل گیا
پڑھ کے اس کو دم کیا ، مرجھایا چہرہ کھِل گیا

جب کسی بیمار پر ڈالی توجہ کی نظر
تو شفا کی شکل میں ظاہر ہوا فوری اثر

اک گھڑا خالی تھا لیکن دستِ اقدس جب رکھا
دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی لبالب ہوگیا

پھیکے خربوزے پہ دم کرنے سے دَر آئی مٹھاس
واقعہ یہ دیکھ کر حیرت میں تھے مردُم شناس

سانپ کے کاٹے ہوئے پر جب لگایا ہے لعاب
دفعتاً بیمار کے چہرے پہ آئی آب و تاب

مسئلے کے حل کی خاطر ان کے پاس آتا تھا جِن
سائلوں کی بھیڑ رہتی تھی مکاں پر رات دن

دیکھنے والوں پہ طاری دیر تک سکتہ رہا
اعلیٰ حضرت کے مکاں پر شیر کا پہرہ رہا

اک مریدہ نے دعا کی التجا جب ان سے کی
اس کا شوہر ہوگیا فوری مقدمہ سے بَری

پاؤں تھا خارش سے جو سید قناعت کا گلا
اعلیٰ حضرت کی دعا سے مل گئی اُن کو شفا

ایک صاحب زخم سے رہتے تھے محزوں مستقل
یوں دعا دی، زخم سارا ہوگیا تھا مندمل

واقعہ آرہ کا یہ حیران سب کو کرگیا
دور تک پانی نہیں تھا پھر بھی لوٹا بھر گیا

حضرتِ مفتی رحیمِ بخش رضوی آروی
تھے وہیں پر ، یہ کرامت جس گھڑی ظاہر ہوئی

محترم مشتاق صاحب کو بفضلِ کبریا
خواب ہی میں آپ نے تعویذ فرمایا عطا

اعلیٰ حضرت نے مقدس ہاتھ جب سر پر رکھا
دیکھتے ہی دیکھتے بیمار اچھا ہوگیا

آپ کا ہراک کہا ، نکلا ہمیشہ ہی درست
جب نظر ڈالی تو پاگل بھی ہوا ہے تندرست

سخت گرمی میں ہوئے اک بار تانگے پر سوار
بادلوں نے سر پہ سایہ کردیا ہوکر نثار

جب وہابی حملہ کرنے تیغ لائے ہاتھ میں
شیر باڈی گارڈ بن کر چل رہا تھا ساتھ میں

اس تناظر کے ہوئے ظاہر بہت سے واقعات
جن کے دم سے ہیں درخشندہ کراماتی جہات

میں نے تو دو چند ہی کا بس کیا ہے انتخاب
تذکرے میں تاکہ آجائے کرامت کا یہ باب

ہر کرامت کا یہاں پر تذکرہ ممکن نہیں
شاعری کے پیچ و خم سے آشنا ہیں نکتہ چیں

☆☆☆

امام احمد رضا اور تصوف

اعلیٰ حضرت تھے تصوف کے بھی بحر بیکراں
روز روشن کی طرح یہ بھی حقیقت ہے عیاں

صوفیا کی صف میں ان کا قد نہایت ہے بلند
معترف اس کے رہے ہیں صاحبانِ حق پسند

سیرت و اخلاق، اخلاص و عمل، صدق و صفا
اِن مَحاسن سے مزین تھے امام احمد رضا

ہیں تصوف کے لئے جتنی بھی شرطیں معتبر
اعلیٰ حضرت میں وہ ساری خوبیاں تھیں جلوہ گر

وہ تصوف کے امیں ، احساں کے پہریدار تھے
کاروانِ صوفیہ کے قافلہ سالار تھے

ان کے مرشد خود ہیں ان کے زہد و تقویٰ کے گواہ
جب تو مارہرہ میں آمد پر رہے چشمِ براہ

کر کے مرشد نے مرید ، ان کو خلافت بخش دی
تھی جو ان کے پاس روحانی امانت بخش دی

مرشدِ کامل نے بیعت کر کے حجرے میں کہا
مجھ سے پوچھے گا بروزِ حشر جب میرا خدا

بول ! دنیا سے تو کیا لایا ہے اے آل رسول
تو بفضلِ رب نہیں ہونا پڑے گا اب ملول

پوچھے گا ربُّ العلیٰ دنیا سے تو لایا ہے کیا
عرض کر دوں گا خوشی سے لایا ہوں احمد رضا

اللہ اللہ کیا رضا کی عارفانہ شان ہے
اس لئے تو جان و دل سے ہر کوئی قربان ہے

آپ نے روحانی قدروں کو تحفظ ہے دیا
غوث اعظم کی غلامی کا کیا ہے حق ادا

دین و سنت پر مکمل طور سے عامل رہے
ضرب اِلَّااللہ کے ذاکر رہے، شاغل رہے

ظاہر و باطن میں یکساں ، اور نہیں کوئی تضاد
نفسِ امارہ سے وہ کرتے رہے پیہم جہاد

خوب سختی سے اصولِ دیں پہ کرتے تھے عمل
استقامت ہی تھا ان کی زندگی کا ماحصل

معرفت کے نور سے روشن کیا قلبی نظام
وقت پر ہر فرض ہر واجب کا رکھّا اہتمام

نورِ تقویٰ سے فروزاں کرگئے بزمِ حیات
سرد آہوں کو ہے بخشا شعلۂ عزم و ثبات

عفت و پرہیزگاری اور حَزم و احتیاط
نفس کی اچھائیوں سے تھا مکمل ارتباط

اُن میں اخلاقِ حمیدہ کی فروزاں تھی روِش
خیرہ کردیتی تھی آنکھوں کو تقدُّس کی کشِش

حق بیانی میں نمایاں شان کے مالک تھے وہ
آشنائے حق ہوئے تھے ، صوفی و سالک تھے وہ

حق کو حق کہنے کی ان میں پوری استعداد تھی
دل کے اندر صدق کی اک کائنات آباد تھی

رشتہ ، گستاخِ نبوت سے کبھی جوڑا نہیں
سرزنش کی باغیان دین کی ، چھوڑا نہیں

بے عمل پیروں کے قول و فعل پر تنقید کی
اور جعلی صوفیوں کی ہر جگہ تردید کی

خانقاہوں کے تقدس کو کیا پھر سے بحال
شیخیت کی مسندوں کو بخشا روحانی جمال

حق پسندانہ نظریے کے سدا حامی رہے
ہر ادا سے ترجمانِ فکرِ اسلامی رہے

اک تصوف کا درخشندہ ستارہ تھے رضا
نورِ علم و آگہی کا استعارہ تھے رضا

ہر ادا تھی مصطفیٰ کے عشق کی آئینہ دار
یعنی ان کی شخصیت تھی ہر طرح سے بے غبار

تھیں تصوف کی نمایاں ان میں ساری خصلتیں
کیوں نہ اہل دین و دانش پھر انھیں صوفی کہیں

صرف صوفی ہی نہیں بلکہ یہ کہنا ہے بجا
عہد کے محیُ التصوف تھے امام احمد رضا

کوئی کرتا ہے اگر ذکرِ رضا سے اجتناب
عالمِ علمِ تصوف ہو نہیں سکتا جناب

کررہا ہوں اب یہاں پر نقل میں اک واقعہ
جس پہ ہے حسنِ قناعت ، رنگِ استغنا چڑھا

ایک صاحب، خدمتِ اقدس میں یوں حاضر ہوئے
ساتھ میں اُن کے بدایوں شہر کے پیڑے بھی تھے

پیڑے کا ڈبہ بڑھا کر خوش نظر آئے جناب
ایسا لگتا تھا عمل ان کا ہوا ہو مستجاب

کس لیے آنا ہوا ، جب اعلیٰ حضرت نے کہا
بولے صاحب ، خیریت معلوم کرنے آ گیا

چند لمحے تک وہ نووارد وہیں بیٹھے رہے
پھر ہوا ارشاد کوئی کام ہے تو بولیے؟

بولے نووارد، فقط ملنے کی خواہش تھی مری
تو امام احمد رضا نے بھیج دی گھر شِیرنی

پھر ذرا سی دیر میں اُس آنے والے نے کہا
مجھ کو اک تعویذ کی حاجت ہے فرمادیں عطا

اعلیٰ حضرت نے کہا میں کہہ چکا ہوں تین بار
آپ کو اظہارِ خواہش کا تھا پورا اختیار

خیر! ان کو آپ نے تعویذ لکھ کر دے دیا
پھر مٹھائی کا جو ڈبہ تھا اسے واپس کیا

اور کہا تعویذ تو میرے یہاں بِکتا نہیں
مطمحِ فکرو نظر میرا ہے بس تبلیغ دیں

اعلیٰ حضرت کی یہ خودداری کی ہے زندہ مثال
ہستیاں ایسی ملیں گی اس جہاں میں خال خال

عہدِ طفلی کا بھی میں اک واقعہ کرتا ہوں نقل
جس کو پڑھ کر اور سُن کر دنگ رہ جاتی ہے عقل

چونکہ ہے اِس واقعہ میں بھی تصوف کی جھلک
چارسالہ عمر لیکن بات میں ایسی کھنک

واقعہ دلچسپ ہے یہ اور بہت مشہور ہے
حسنِ کردارو عمل کی دلکشی بھرپور ہے

آپ نیچا کُرتا پہنے جارہے تھے گھر کے پاس
نیچا کرتا کہیے اُس کو چاہے بچپن کا لباس

سامنے سے ہورہا تھا کچھ طوائف کا گذر
آپ نے کرتا اٹھایا اور پھر ڈھک لی نظر

دیکھ کر طرزِ ادا ان کی، طوائف نے کہا
واہ! شہزادے میاں ، کیا کام ہے اچھا کیا

ستر اپنا کھول ڈالا اور چُھپالی ہے نگاہ
کیا غضب کی عقلمندی ہے دکھائی واہ واہ

اعلیٰ حضرت نے دیا بچپن میں بھی تگڑا جواب
سن کے فرطِ شرم سے سب ہوگئیں تھیں آب آب

اعلیٰ حضرت نے کہا پہلے بہکتی ہے نظر
جب بہکتی ہے نظر تو دل پہ ہوتا ہے اثر

ہو نظر محفوظ تو دل پر رہے گا کنٹرول
دل کی بے سمتی میں آنکھوں کا رہا کرتا ہے رول

چارسالہ عمر میں رکھتا ہو جو ایسا کمال
آگے چل کر اس مجدد کی ملے گی کیا مثال

واقعہ یہ درج المیزان کے نمبر میں ہے
اک صداقت کا جہاں اِس کے پسِ منظر میں ہے

حضرتِ عبد المبیں نعمانی ہیں مضموں نگار
ہے جھلکتا جن کے اسلوبِ نگارش سے وقار

سیکڑوں اس ضِمن میں ملتے ہیں ایسے واقعات
ہیں کشادہ جن سے عنوان تصوف کی جہات

میں نے تو دو چند کا ہی بس کیا ہے تذکرہ
ان کی سیرت میں تصوف کی بہر سو ہے ضیا

اعلیٰ حضرت اور تصوف اک جلی عنوان ہے
ان کا ہراک کارنامہ ہی عظیم الشان ہے

☆☆☆

باب دوازدہم - امتیازات

امام احمد رضا پر کتابیں اور اشاعتی ادارے

اعلیٰ حضرت کی حیاتِ پاک میں باضابطہ
آ نہ پایا کوئی جامع اور مفصل تذکرہ

کام لیکن کچھ نہیں ہوپایا ایسا بھی نہیں
ملتفت تھے چند اہل دل ، محبت کے امیں

کررہا تھا دل کو روشن نقشِ اوراق حیات
ایک مرکز پر سمٹ آئی تھی چشمِ کائنات

ہند کے علما کا جب آیا مفصل تذکرہ
اس میں تھا تفصیل سے ذکرِ امام احمد رضا

"تذکرہ علماے ہند" اس کا بڑا جامع ہے نام
تذکروں کی صف میں ہے اس کا جُداگانہ مقام

پٹنہ کے اجلاس کی روداد جب شائع ہوئی
آپ کی تقریر اس میں پوری شامل کی گئی

آپ کی تقریر تھی اس میں ہوئی تاریخ ساز
کارآمد ، جامعیت سے مزین ، دل نواز

شکل میں روداد کی، یہ ایک دستاویز ہے
دیکھ لیں مضمون اس کا کتنا معنیٰ خیز ہے

ہیں مرتب اس کے بانیٔ ادارہ حنفیہ
تحفۂ حنفیہ پٹنہ نے اسے شائع کیا

ان کا ہے اسم گرامی حضرتِ عبدالوحید
کام مسلک کا وہ کرتے تھے باندازِ جدید

دوسرے حج پر گئے تھے جب امام احمدرضا
آنکھوں دیکھا حال تھا علامہ حامد نے لکھا

اعلیٰ حضرت پر بہت کچھ اس میں ملتا ہے مواد
خامۂ حامد کو دیتا ہے زمانہ اب بھی داد

کیوں عرب میں اعلیٰ حضرت کی پذیرائی ہوئی
حجتہ الاسلام نے ڈالی ہے اس پر روشنی

مفتیٔ اعظم کے الملفوظ میں تو جابجا
ہے امام احمد رضا کے ذکر کا جلوہ بسا

کچھ رسائل اور اخبارات میں بھی، آپ کے
نشر ہوتے تھے مضامیں اور فقہی مسئلے

آپ کے علمی کمالات و محاسن کا بیاں
ہوتا رہتا تھا مسلسل اہل حق کے درمیاں

کیا عرب اور کیا عجم، شہرت تھی ان کے نام کی
بارشیں ہوتی رہیں اعزاز اور اکرام کی

بعدِ رحلت کا ہمیں ہے پیش کرنا ماجرا
اِس لئے آگے سے ہم نے کی ہے اس کی ابتدا

ان پہ تحقیقاتی کاموں کا بڑھا کب کارواں
اس کا خاکہ پیش کرنا صرف مقصد ہے یہاں

شہ امام احمد رضا نے جس برس پردہ کیا
تین تصنیفات کا اس ذات پر اجرا ہوا

تذکرے منظوم تھے وہ بھی بہت ہی مختصر
بابِ سیرت میں مگر تحریر تھی وہ کارگر

بعدہٗ کوئی مفصل تذکرہ ملتا نہیں
صاحبِ تحقیق کو اس کا سِرا ملتا نہیں

تیرہ سو چالیس ہجری میں ہوا ان کا وصال
اہل سنت میں رہا اس کے سبب چھایا ملال

برسوں سناٹا رہا اہل قلم کے درمیاں
یعنی ہر جانب عجب تھا سرد مہری کا سماں

سترّہ سالوں کے بعد ان کے وصالِ پاک کے
حضرتِ علامہ ظفرالدین تھے آگے بڑھے

اس مقدس کام کی جانب گیا جب اُن کا دھیان
کرلیا سیرت نگاری کے لئے پورا پلان

حضرتِ ایوب رضوی جو کہ تھے سادات سے
جب خبر ان کو ملی تو خوش ہوئے اِس بات سے

ان کی یہ قلبی تمنا تھی کہ اس پر کام ہو
فیض امام احمد رضا کی شخصیت کا عام ہو

چونکہ تھے وہ اعلیٰ حضرت کے بڑے ہی معتمد
ان کے ہر اک قول کو سمجھا گیا ہے مستند

حضرتِ ایوب نے دی بڑھ کے اس جذبے کی داد
اور اکٹھا بھی کرایا اک سے اک جامع مواد

پھر بہاری فاضلِ دقاق نے تھاما قلم
بابِ سیرت میں نئی تاریخ ہی کردی رقم

چار جلدوں میں ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' ہے کتاب
اس سوانح کا نہیں ہے آج بھی کوئی جواب

ہے مآخذ رضویاتی کام کا سب سے اہم
استفادہ اس سے ہی کرتے ہیں اربابِ قلم

بعد اس کے، پھر سے خاموشی رہی دس سال تک
پھر نہ دکھلائی کسی نے ایک مدت تک جھلک

سلسلہ حشمت علی خاں نے فقط جاری رکھا
کنزالایماں ترجمے کا کررہے تھے تجزیہ

عیسوی اُنّیس سو اکسٹھ سے پھر سَتّر تلک
دیکھنے میں آئی بیداری کی ہلکی سی جھلک

پھر نیا اُنّیس سو باسٹھ میں آیا انقلاب
جو کہ ہے تاریخ رضویّات کا رخشِندہ باب

آگئے جوش جنوں لے کر مدیرِ پاسبان
اور امام احمدرضا نمبر نکالا عالی شان

''ماہنامہ اعلیٰ حضرت'' نے بفیضانِ رضا
ایک دل آویز نمبر جلد ہی شائع کیا

اک بریلی کا جریدہ نام ہے'' نوری کرن''
اس نے نمبر کی اشاعت میں کئے سو سو جتن

تھا موقر ماہنامہ اک ''رضائے مصطفیٰ''
اک'' امام احمد رضا نمبر'' کیا اس نے عطا

’’ترجمان اہل سنت‘‘ تھا کراچی کا حسین
اس نے بھی نمبر نکالا اک بشکلِ میگزین

اک جریدہ معتبر لاہور کا ’’ عرفات‘‘ ہے
اس کے نمبر’’ اعلیٰ حضرت‘‘ کی الگ ہی بات ہے

اک رسالہ تھا جو لائل پور کا ’’ فیضِ رضا‘‘
اعلیٰ حضرت پر نکالا اس نے نمبر خوشنما

جائزہ اُنّیس سو باسٹھ سے یہ ستر کا ہے
اختصاراً ذکر جس میں مختلف نمبر کا ہے

اک سوانح مفتی بدرالدین احمد نے لکھی
جو کہ تھی اُنّیس سو ترسٹھ میں چھپ کر آچکی

اس کے بعد اُنّیس سو سَڑسٹھ میں مولانا نسیم
تھے جو بستی کے ، وہ لے کر آئے اک نمبر ضخیم

درج ہیں حالات اس میں کافی اچھے طور پر
ہے نگاہِ اہل دانش میں بہت یہ معتبر

حضرتِ عبدالنبی کوکب نے اس کے بعد ہی
اعلیٰ حضرت پر مقالوں کی کتاب اک پیش کی

اک سوانح لکھ کے لائے حضرتِ مانا میاں
جو ہوئی مقبول اہل علم و فن کے درمیاں

''پاسباں'' میں جب رضا پر آئے تفصیلی بیاں
اور بھی چمکے پھر ان کی عبقریت کے نشاں

ہو نئے انداز میں کارِ فروغِ رضویات
بس یہ علامہ نظامی کا تھا منشور حیات

اس نہج پر کام علامہ نظامی نے کیا
سینوں میں آگیا اک تازہ جوش و ولولہ

پھر تو پے در پے کئ نمبر نکل کر آگئے
ہوگئے ہموار آئندہ کے سارے راستے

سب سے پہلے اعلیٰ حضرت کے لئے لفظِ امام
لکھّا علامہ نظامی نے بحسنِ احترام

ڈاکٹر الوائی نے عربی میں اک مضموں لکھا
قاہرہ میں جو کہ ''صوت الشرق'' میں شائع ہوا

کام سارے یہ ہوئے اُنّیس سو ستر تلک
قریہ قریہ پھیلی ذاتِ اعلیٰ حضرت کی مہک

بعد اس کے، لکھنے والوں کا تھا تانتا بندھ گیا
انجمن در انجمن پھیلا رضا کا تذکرہ

اک سے اک اہل قلم میدان میں آنے لگے
علمی اور تحقیقی گوشے پیش فرمانے لگے

بعدہٗ آیا عمل میں کچھ اداروں کا قیام
پھر ہوا نشر و اشاعت کا جہاں سرعت سے کام

مرکزی مجلس ، اٹھی لاہور سے لے کر مشن
صدر و بانی جس کے تھے اک ناشرِ اہل سنن

ان کا ہے اسمِ گرامی حضرتِ موسیٰ حکیم
اہل فن کی آپ نے تیار کی اک پوری ٹیم

ان کی اِس تحریک سے عزمِ جواں پیدا ہوا
شہ امام رضا پر اک جہاں شیدا ہوا

ان کی خدماتِ جلیلہ کو کرے مولیٰ قبول
اور قبرِ پاک پر برسیں سدا رحمت کے پھول

بعدہٗ لاہور میں ''نوری'' کتب خانہ کھلا
سلسلہ نشرو اشاعت کا نیا جاری ہوا

''حزب الاحناف''اور دیگر انجمن نے سعی کی
اک سے اک تحقیق کی مجلس نئ قائم ہوئی

پھر ہوا قائم ادارہ رضوی تحقیقات کا
جو کراچی میں ہے مرکز نشر و تالیفات کا

ڈاکٹر مسعود ، علامہ شرف ، عبدالنبی
آئے اختر شہجہاں پوری کُتب لے کر نئ

اہل علم وفضل آئے ہاتھ میں لے کر علم
لہر اک تازہ اٹھی وہ جس جگہ رکّھے قدم

ڈاکٹر مسعود لے کر جب چلے یہ کارواں
اور بھی واضح ہوئے پھر عبقریت کے نشاں

ان کی تحقیقاتِ نو سے رازِ سربستہ کُھلے
جن سے اہل دہر، غرقِ ورطۂ حیرت ہوئے

ان کے فکروفن کے ہرسو شامیانے تن گئے
رضویت کے ڈاکٹر مسعود محسن بن گئے

''رضویہ'' کے نام سے لاہور میں اک جامعہ
مخلصینِ رضویت کے زور سے قائم ہوا

مختلف شعبے نکل کر آئے اس سے، سامنے
فائدہ بیحد اٹھایا اس سے خاص و عام نے

علم اور تحقیق کا اک سلسلہ جاری ہوا
اعلیٰ حضرت پر وہاں سے کام معیاری ہوا

فاؤنڈیشن الرضا لاہور نے باقاعدہ
اک نئے انداز میں چھاپی ''فتاویٰ رضویہ''

ہند میں ’’ المجمع الاسلامی‘‘ کی پھیلی بہار
اس کی مطبوعات کی تعداد بھی ہے سو کے پار

کام ہی ایسا کیا مجمع کے سب ارکان نے
داد دی ہے ان کو اہلِ ہندو پاکستان نے

ممبئی کا اک رسالہ نام ’’ المیزان ‘‘ ہے
رضویوں پر اک طرح سے اس کا بھی احسان ہے

نعمتِ عظمیٰ کی ہے مانند اس کا بھی وجود
اس کے دم سے ٹوٹا اہلِ ہند کا فکری جمود

اس نے اک جامع امام احمدرضا نمبر دیا
جس سے بے حد خوبصورت کام ، تحریری ہوا

حضرتِ علامہ جیلانی محامد اشرفی
ان کی اِس کوشش کو شہرت مل چکی ہے عالمی

نمبر ’’المیزان‘‘ کا بےشک رہا ہے کامیاب
پیشِ گفتار آج بھی ہے اس کا سب سے لاجواب

نشرِ رضویت میں المیزاں کا ہے نمبر الگ
اس کے مشمولات کا ہے واقعی تیور الگ

پڑھ کے نمبر کتنے ہی لوگوں کا بدلا ہے مزاج
اس کے ایڈیٹر کو دنیا پیش کرتی ہے خراج

بمبئ کے اک ادارے نے دکھایا جب کمال
نشریاتی کام میں پیدا ہوا جس سے اچھال

اس نے دو سو ساٹھ سے زائد کتابیں نشر کیں
اس کا اسلوبِ اشاعت ہے بہت ہی دلنشیں

سنی رضوی ایک افریقہ کی ہے سوسائٹی
دھوم انگلستان و افریقہ میں ہے اس کی مچی

بانی ہیں ”علامہ ابراہیم خوشتر“ قادری
رضویاتی کام میں جن کی تھی دلچسپی بڑی

تذکرہ اُنّیس سو سَتّر سے یہ اَسّی کا ہے
دیکھئے کیسا سنہرا دور یہ ماضی کا ہے

پھر کراچی میں ’’ معارف ‘‘ کا حسیں اجرا ہوا
مرکزی مجلس نے پھر لاہور میں پائی بقا

اک جریدہ بن کے نکلا اہل سنت کا سفیر
حضرتِ اقبال فاروقی بنے اس کے مدیر

بمبئی سے سالنامہ ایک نکلا ’’ یادگار ‘‘
جو امام احمد رضا کے نام سے ہے مستعار

بمبئی سے ایک سہ ماہی بھی تھا جاری ہوا
نام ہی رکھا گیا تھا اس کا ’’ افکارِ رضا ‘‘

رحمت اللہ پوکھریرا کے ہیں اک اہل قلم
رضویت کا خوب لہراتے جو ہیں ہر سو علَم

نسبتِ صدیقی آئی ان کے پیارے نام میں
صدق کی خوشبو بسی ہے ان کے سارے کام میں

دو امام احمد رضا نمبر بھی لائے وہ ضخیم
اہل سنت کے لئے ہے جو کہ سرمایہ ، عظیم

حضرتِ علامہ ہمدانی ، جو ہیں گجرات کے
وہ نظر آتے ہیں شائق رضوی تصنیفات کے

ان کی تحریروں کو ہے حاصل مقام اعتبار
ہیں بھی وہ میدانِ اخلاص و عمل کے شہسوار

پھر بریلی کے افق پہ چمکے علامہ حنیف
معتبر ہے سمجھی جاتی جن کی تصنیفِ لطیف

ڈاکٹر امجد نے بھی قائم کیا ہے "القلم"
جو فروغِ رضویت میں سمجھا جاتا ہے اہم

اسّی نوے کی دہائی کا ہے یہ ذکرِ جمیل
ایک اجمالی ہے خاکہ وہ بھی حد درجہ قلیل

لے کے مذکوہ دَہائی آئی خوشیوں کا ہجوم
چمکے چرخ رضویت پر سیکڑوں علمی نجوم

منفرد ہے گرچہ ان کا انفرادی تذکرہ
لائقِ تحسیں عمل ہے اجتماعی تذکرہ

اک جہانِ فکر و دانش ، صاحبان علم و فن
سیکڑوں علما ، مشائخ نے کیے سو سو جتن

یوں رضا کی فکر کی ترسیل کے در وا ہوئے
جو معارف کے جواہر تھے نہاں، افشا ہوئے

کاروانِ رضویت آگے بڑھا تیزی کے ساتھ
مخلصینِ اہل سنت نے بڑھائے اپنے ہاتھ

اہل سنت کے مدارس کے بہت سے فارغین
اور پھر آگے بڑھے علم و ادب کے ماہرین

جا بجا قائم ہوئی فکر رضا کی انجمن
خطہ خطہ ہو گیا شمعِ رضا سے ضوفگن

نام سے جلسے کہیں پر تو کہیں پر سیمینار
ہشت پہلو رنگِ ہستی ہورہا تھا آشکار

ہند ،پاکستان ،بنگلہ دیش اور نیپال کیا
شرق سے تا غرب تھا ذکر رضا کا غلغلہ

جا بجا کھلنے لگیں نامِ رضا سے جامعات
ان سے وابستہ ہوئی اک علم و فن کی کائنات

ولولہ لے کر چلے ، فکرِ رضا کے ترجمان
ہوگیا سرگرم علم و آگہی کا اک جہان

خانقاہوں سے ہوا ذکرِ رضا پھر آشکار
دارالافتا میں تفقہ کی نئی آئی بہار

ہوگیا روشن افق پر رضویت کا آفتاب
آگیا تحقیق کی دنیا میں تازہ انقلاب

گفتگو کا بن گئی عنواں فتاویٰ رضویہ
اعلیٰ حضرت کی کتب پر کام آفاقی ہوا

اہل سنت کے اکابر ہوگئے سب مستعد
منتشر افراد رَن میں ہوکے نکلے متحد

تھا رضا کا خانوادہ خوب سرگرمِ عمل
مل گیا اہل سنن کو جلد ہی محنت کا پھل

دیگر اہل علم و فن تھے منہمک اس کام میں
شک نہیں اخلاص تھا ان کے ہر اک اقدام میں

اک نئے لہجے سے تفہیمِ رضا کا در کُھلا
علم و فن کے شہسواروں نے دکھایا حوصلہ

نام پر ان کے کئی قائم ہوئے دارالعلوم
اک پہ اک چھوٹے بڑے دینی مدارس کا ہجوم

پبلشر اور مکتبے بھی درجنوں قائم ہوئے
سیکڑوں دینی مکاتب نام پر ان کے کُھلے

سیکڑوں اسکول ان کے نام سے منسوب ہیں
اک جہاں طالب بنا ہے اور رضا مطلوب ہیں

ہاسپیٹل اور شفا خانے کُھلے ہیں درجنوں
نام سے منسوب ہیں ان کے، مساجد سیکڑوں

ہوں اگر دس بیس شعبے تو کروں ان کا شمار
سیکڑوں اسناد کے تنہا رضا ہیں مہر دار

ہو رہا ہے اب زمانہ ان کے فن سے روشناس
آج دنیا کو امام احمد رضا کی ہے تلاش

جس چمن میں دیکھ لیجے ، ہے انہی کی داستاں
''گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں''

☆☆☆

امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی کرنے والوں کے اسمائے گرامی

ہیں امام احمد رضا دانشوری کی آن بان
ان کے علمی کارناموں کی جداگانہ ہے شان

ان کے روشن کارنامے اور علمی ذات پر
علمی اور تحقیقی دنیا نے لٹائے ہیں گہر

ایشیا سے لے کے یورپ تک ہوا ہے ان پہ کام
اور اس کا سلسلہ ہے آج بھی جاری مدام

نامور اسکالروں نے دی توجہ اس طرف
بحرِ عرفانِ رضا سے چن کے لائے ہیں صدف

علم کے شائق، ادب کے جویا، فن کے ماہرین
علمی تحقیقی مقالے لکھ گئے عمدہ ترین

ڈگریاں حاصل ہوئیں جن کو بفضل کردگار
ذکر ان کا کررہے ہیں ہم بطورِ اختصار

نظم میں تفصیل کی ایسے ہی گنجائش ہے کم
اس لئے بس نام پر ہی اکتفا کرتے ہیں ہم

ہیں صفِ اول میں علامہ حسن پی ایچ ڈی
سب سے پہلے آپ نے پٹنہ سے ہے تحقیق کی

بعدہٗ نیویارک سے محترمہ اوشا سانیال
جن سے نکھرے ہیں بہت فکرِ رضا کے خد وخال

ڈاکٹر سید جمیل الدین رضوی راٹھوی
نعت گوئی پر رضا کی، آپ نے تحقیق کی

اک امام الدین جوہر ہیں شفیع آباد کے
یہ بھی ہیں اس ضمن میں قابل مبارک باد کے

سامنے پھر ڈاکٹر طیب رضا کی آئی ذات
ان کا تھا عنواں ، رضا کے کارنامے اور حیات

ہیں پروفیسر مجیداللہ پاکستان کے
ہیں یہ دنیائے ادب میں مالک اعلیٰ شان کے

پاک کے ہی ڈاکٹر ہیں عبدِ باری محترم
سمجھے جاتے ہیں بڑے ہی معتبر اہل قلم

ہیں بریلی کے محقق ڈاکٹر عبدالنعیم
ہے جہانِ علم و فن میں شخصیت ان کی عظیم

ہیں محقق اور صحافی اک سراجِ بستوی
مستقل عنوان ہے جن کا ، ادب اور شاعری

ڈاکٹر امجد رضا امجد کا اونچا نام ہے
خدمتِ لوح و قلم ہی اصل جن کا کام ہے

سندھ کے ہیں ایک انور خاں محقق باکمال
ان کی بھی تحریر میں شامل ہے تحقیقی جمال

انڈیا کے ایک عاکف سنبھلی ہیں نامور
ان کی تحریروں سے ہے ظاہر کہ ہیں اک دیدہ ور

داعیِ فکرِ رضا علامہ نجم القادری
جن کے فکر و فن کی ہے پھیلی بہرسو روشنی

ہیں غلامِ غوث صاحب ایک رانچی کے ادیب
یہ بھی ہیں افکارِ صالح کے بڑے اعلیٰ نقیب

ہیں کراچی کی مسز تنظیم اس فن میں جدا
لے چکیں فکرِ رضا کا یہ بھی فنی جائزہ

ڈاکٹر شاہد علی ، لاہور ہے جن کا وطن
جو کہ اپنی ذات میں تحقیق کی ہیں انجمن

محترم مولانا جابر شمس ہیں اہل قلم
جو یقیناً سنی دنیا میں بہت ہیں محترم

اک محقق ہیں جنابِ محترم احمد ریاض
علمی وادبی ذخیرہ سے ہے پُر جن کی بیاض

ڈاکٹر اسحاق مدنی ہیں کراچی میں مکین
ان کی تحریروں کا ہے اسلوب بیحد دلنشین

ڈاکٹر منظور احمد کی الگ ہی شان ہے
ان کا بھی مسکن کراچی ارضِ پاکستان ہے

ہیں کراچی سندھ کے ہی ایک اسکالر حسن
پھوٹتی ہے جن کی تحریروں سے حکمت کی کرن

حضرتِ اشفاق لکھتے ہیں جلالی نام میں
خوب ہے ان کا تعارف خدمتِ اسلام میں

کیرلا کے ہیں محقق حضرتِ عبدالحکیم
جذبۂ صادق ہے ان کے پاس اور فکرِ سلیم

ایک اسکالر ہیں اسلامی، پروفیسر سعید
جن کی تحریریں ہیں اہل علم کے حق میں مفید

سندھ پاکستان کے عارف ہیں اک اہل شعور
ہے فنِ تخریج میں حاصل جنہیں کامل عبور

اک شفیق اجمل ہیں افکارِ بریلی کے سفیر
وہ بھی تحریروقلم کے سمجھے جاتے ہیں امیر

ایک اسکالر جنابِ محترم اورنگ زیب
جن کی تحریروں سے کھُل جاتا ہے باطل کا فریب

ناشرِ فکرِ رضا علامہ مولانا حنیف
جن کے دم سے سہمے رہتے ہیں بریلی کے حریف

حامدہ بی بی ہیں رہنے والی پیلی بھیت کی
ان کی بھی تحقیق میں ہے رنگِ فکروآگہی

ایک بنگلہ دیش کے فاضل ہیں مولانا بدیع
جن کی معلومات کا ہے دائرہ بیحد وسیع

اک ابا قاسم ضیائی بھی ہیں فاضل نیک نام
یہ بھی ہیں فیضِ امام احمد رضا سے شاد کام

ایک پاکستان کے حافظ ظفر اقبال ہیں
یہ بھی علمِ دینیہ سے خوب مالا مال ہیں

ہیں بنارس کے نظام الدین رضوی قادری
جن کا ہے عنواں امام احمدرضا کی شاعری

ہے الگ محمود عالم کے خرد کا زاویہ
ان کا بھی مضموں ہے از عنوانِ فرہنگ رضا

ایک ہیں محترمہ شبنم، ہے مکاں وارانسی
اعلیٰ حضرت پر ہیں یہ بھی کرچکیں پی ایچ ڈی

چند سالوں قبل کی ترتیب ہے یہ خوشنما
ذکر ان سب کا ہے خود سید وجاہت نے کیا

ہے دعا یوں اور تحقیقی مشن پر کام ہو
تاکہ مثل ابر باراں ، فیضِ رضوی عام ہو

☆☆☆

امام احمد رضا پر ایم فل کرنے والے محققین

ایم فل کی لسٹ میں ہے درج جن فضلا کا نام
ذات ان کی بالیقیں ہے قابل صد احترام

ان کے عنوانات میں ہے جامعیت کی بہار
اور تحریروں سے ہے حسن نگارش آشکار

ہے مناسب ان کے بھی اسما کا کردوں تذکرہ
تاکہ آئے نظم کی صورت میں اک گوشہ نیا

چونکہ ہے یہ پیش کش سید وجاہت کی اہم
مذہبی دنیا میں جن کی شخصیت ہے محترم

ان کی ہی تحریر ہے اس دم مرے پیش نگاہ
جس کو نظمانے کی خاطر تھا قلم چشمِ براہ

ذکرِ اسماء پر ہی کرنا ہے یہاں بھی اکتفا
کم سے کم ان اہل فن کا نام تو آجائے گا

ایم فل میں پہلی ہیں خاتون پاکستان کی
جن کا ہے اسم گرامی ، آربی اور مظہری

ڈاکٹر محمود ہیں عربی ادب کے جانکار
ہے رضا پر ان کا اردو میں مقالہ شاندار

حضرت اکرم ہیں بہاولپور پاکستان کے
وہ محقق ہی نہیں ، حافظ بھی ہیں قرآن کے

حضرتِ مشتاق احمد شاہ صاحب ازہری
ان کے بھی عربی مقالے میں ہے جدت واقعی

ڈاکٹر ممتاز ہیں فرزندِ علامہ شرف
سنی دنیا میں ہے جن کا اب بھی چرچا ہر طرف

حضرتِ سید عتیق از خطۂ اسلام آباد
ان کے بھی عربی مقالے میں رضا پر ہے مواد

دوسرے اسلام آبادی محترم حافظ ظفر
آشکارا جن کی تحریروں سے ہے رنگِ ہنر

ایک ہے ہستی جلال الدین بنگلہ دیش کی
اعلیٰ حضرت پر جنھوں نے فکر اپنی پیش کی

ناشرِ فکرِ رضا فیض الحسن فیضی بھی ہیں
ماہرِ اردو ادب ہیں ماہرِ عربی بھی ہیں

تاج خاں ہیں ازہری اک صاحبِ علم و قلم
سب کے آخر میں انہی کا نام نامی ہے رقم

ان ہی اسما کی ہوئی فہرست مجھ کو دستیاب
لیکن اِس گردوں پہ چمکیں گے ہزاروں ماہتاب

یہ بھی ممکن ہے نئی فہرست آئی ہو کوئی
جو مری چشم تجسس تک نہیں ہو آسکی

ایم فل کے تشنۂ تکمیل میں جن کا تھا نام
میں نے اس ترتیب میں ہے کردیا ذکرِ تمام

اس قدر ہے بڑھ رہا تحقیق کا یہ کارواں
برکتیں اس میں عطا فرمائے خلاّقِ جہاں

باب سیزدہم - اعترافات

علمائے عرب کے تأثرات

ہے امام احمد رضا پر خاص مولیٰ کا کرم
اس لیے لہرایا ہر سو ان کی عزت کا علَم

مشرق و مغرب کا حلقہ، کیا جنوب اور کیا شمال
ہیں عقیدت مند ان کے لاکھوں اشخاص ورجال

دل سے مانا ہے، عرب والوں نے بھی اُن کو امام
دیکھا اربابِ تدبر نے بہ چشمِ احترام

دیکھ کر علمی جلالت اور فقہی آن بان
ہوگئے قربان دل سے علم وفن کے قدردان

سیکڑوں ایسے بھی ملتے ہیں فقیہانِ حجاز
ہے امام احمد رضا کی شخصیت پر جن کو ناز

شہ امام احمد رضا سے تھی عقیدت بے پناہ
ان کے اس حسنِ عقیدت پر ہیں تحریریں گواہ

تھا رضا کی عظمتِ علمی کا ان کو اعتراف
ان کی تقریظات سے یہ ہورہا ہے انکشاف

خود فقیہانِ عرب نے بھی مجدد ہے کہا
دل سے مانا دین حق کا مقتدا و پیشوا

دیکھ کر ان کی کتب، کی ہے ستائش بار بار
سیکڑوں اہلِ تفقہ نے کیا ہے اعتبار

احتراماً ہاتھ چوما ، قدر افزائی بھی کی
علمی شہہ پاروں کو دیکھا اور پذیرائی بھی کی

چند ایسی ہستیوں کا ذیل میں ہے تذکرہ
ہے عرب کی سرزمیں پہ جن کا علمی غلغلہ

اعلیٰ حضرت کو سمجھتے تھے وہ کتنا باکمال
اپنی تحریروں میں فرمایا ہے اظہارِ خیال

شیخ یوسف ابن نبہانی کا کہنا ہے یہی
اعلیٰ حضرت کی دلیلیں ہیں نہایت ہی قوی

شیخ عبداللہ مکّی کا یہی فرمان ہے
ہیں رضا ہم کو ملے، اللہ کا احسان ہے

بولے شانِ شافعیہ بن محمد با بصیل
فاضلِ کامل امام احمدرضا ہیں بے مثیل

مالکیہ مفتی شیخ احمد نے جب اُن کو پڑھا
تو زبانِ صدق سے علامۂ دوراں کہا

حضرتِ سید حسین اک تھے فقیہوں میں وجیہہ
اعلیٰ حضرت کو کہا اک کامل و اکمل فقیہہ

سید احمد شیخ علوی مالکی نے یہ کہا
فاضلوں میں سب سے افضل ہیں امام احمدرضا

مصر کے اک شیخِ کامل عبد رحمٰں بول اٹھے
اعلیٰ حضرت کے فتاوے میں دلائل ہیں جڑے

شیخ عبداللہ نابلسی یہ بولے، بالیقیں
اعلیٰ حضرت گوہرِ یکتا ہیں اس میں شک نہیں

سید اسمٰعیل کی تقریظ میں یہ بات ہے
فاضلِ کامل امام احمدرضا کی ذات ہے

لکھ گئے تقریظ میں یہ شیخ صالح بن کمال
ہیں امام و پیشوا احمدرضا خاں بے مثال

شیخ احمد ابن عبداللہ مکی میر داد
بولے مجھ کو ہے امام احمدرضا پر اعتماد

شیخِ مکہ مفتی عابد نے تاثر یوں دیا
صاحبِ احسان ہیں مولانا شہہ احمدرضا

شیخ احمد ابن اسمٰعیل یوں گویا ہوئے
یا الٰہی ان کا سایہ باقی و دائم رہے

شیخ یوسف شاہ مکّی یوں ہوئے ہیں نغمہ زن
ہیں ہدایت پر امام احمدرضا خاں گامزن

شیخ اسعد جو حرم کے تھے مدرس باوقار
بولے، شیخ احمد رضا ہیں علم وفن کے تاجدار

شیخ حامد اک تھے جدّاوی انہوں نے یہ کہا
پیشوائے معتمد ہیں شیخ امام احمد رضا

شیخ بن سید محمد غزّاوی کا ہے خیال
ہیں عظیم العلم، ان کا مثل ملنا ہے محال

مالکی و اشعری اک شیخ علّامہ عُمر
بولے ہر تحقیق ہے احمد رضا کی معتبر

ہیں عرب کی تین سو کے پار علمی شخصیات
تھا امام احمد رضا کی سمت جن کا التفات

ان میں اکثر نے کیا ہے پیش لفظوں میں خراج
جس کا تحریراً سوانح میں ہوا ہے اندراج

درج بالا کے علاوہ اور ہیں کچھ ہستیاں
جو کہ ہیں مقبول اہل علم وفن کے درمیاں

اعلیٰ حضرت کی کتب پر جب گئی ان کی نگاہ
تو زبانِ حال سے نکلی صدائے واہ واہ

ان کا ہوتا ہے جدید اہل بصیرت میں شمار
یعنی ما بعدِ رضا ہیں علم وفن کے شہسوار

ان میں سے چند ایک کی آرا ہیں نذر قارئین
ہے یقیں مجھ کو پسند اس کو کریں گے مخلصین

ہے تاثر مفتی سعداللہ کا یہ یادگار
ہیں رضا، اہل عرب کی بھی نظر میں باوقار

سید علوی مالکی نے کہہ دیا بے ساختہ
ہے علامت سنیت کی، الفتِ احمد رضا

بول اٹھے اک شیخ ، علامہ محمد مغربی
ہم تو ہیں مداح شیخ احمد رضا کے آج بھی

عبدِ رحمٰں مکی بولے ، ہیں وہ مقبولِ انام
ہم عرب والے ہیں کرتے دل سے ان کا احترام

شہہ ضیاالدین احمد قادری نے یہ کہا
اس صدی کے ہیں مجدد سیدی احمد رضا

شیخ علاءالدین اَلُبکری جو ہیں شیخِ اجل
بولتے ہیں، اعلیٰ حضرت ہیں فقیہِ بے بدل

شیخ ابو غُدَّہ نے دیکھا جب فتاویٰ رضویہ
کہہ دیا اس کا مصنف ہے کوئی عاَلم بڑا

حضرتِ یوسف رفاعی کویتی کا ہے بیان
ہیں رضا چاروں سلاسل کے نقیب و ترجمان

ایک مصری ڈاکٹر ہیں، نام ان کا ہے مجیب
بولے ، ہیں احمد رضا خاں ایک روحانی طبیب

حضرتِ محمود، ازہر قاہرہ کے ترجمان
بولے ممدوحِ مکرم کی بڑی اعلیٰ ہے شان

عبدرحمٰن العبیدی ہے وطن جن کا عراق
بولے ان کی شخصیت سے ہے مجھے بھی اتفاق

جامعہ بغداد کے استاذ علامہ سعید
کہہ چکے ہیں اعلیٰ حضرت ہیں فقیہوں میں فقید

اک مدبر ہیں عراقی ، ڈاکٹر عبدالسلام
ان کا کہنا ہے رضا ہیں عصر حاضر کے امام

جامعہ ازہر کے اک استاد شیہہ عبدالرحیم
قول ان کا ہے، رضا ہیں فقہ وافتا میں عظیم

کتنے اسما اور بھی ہیں اس حوالے سے اہم
اعلیٰ حضرت کے مناقب میں چلے جن کے قلم

جن کے نام اشعار آسکتے تھے وہ آگئے
جس قدر ممکن ہوا ، ہم یہ شرف بھی پاگئے

بس اشاراتی زباں ہی میں نے استعمال کی
اک نئ صورت اسے سمجھیں فقط اجمال کی

من و عن الفاظ لانا گرچہ ہے مشکل عمل
میری کوشش تھی نہ ہو مفہوم میں ردو بدل

یہ عرب کی چند اجلہ ہستیوں کا تھا بیاں
ہیں رضا مقبول کتنے ان سبھوں کے درمیاں

ہے دعا ، پھیلے مزید ان کے اثر کا دائرہ
مطلعِ آفاق پر چھائے رہیں احمد رضا

یوں ہی ہر دم فیض بخشی کا دِیا روشن رہے
مرقدِ احمد رضا پر نور کا ساون رہے

☆☆☆

مخالفینِ رضا کے اعترافات

عاشقِ شاہِ ہدیٰ ہیں حضرتِ احمد رضا
اپنے تو اپنے، مخالف کو بھی یہ اقرار تھا

ہیں حریفوں میں کئی اک ایسے افرادو رجال
کر چکے ہیں پیش اپنا اپنا جو مثبت خیال

کس نے کھولی ہے زباں کس نے چلایا ہے قلم
چند کی آرا یہاں پر کررہا ہوں میں رقم

دیوبندی کا ہے جو اک پیشوا اشرف علی
پیش کرتاہوں یہاں پر رائے پہلے اس کی ہی

اعلیٰ حضرت نے شدید اس سے کیا ہے اختلاف
پھر بھی عظمت کا کیا ہےاس نے دل سے اعتراف

کہہ دیا، مجھ کو اگر ایسا کبھی موقع ملا
تو نماز ان کی امامت میں، میں کرلوں گا ادا

تھانوی کے قول سے یہ بات ہوتی ہے عیاں
رعب ہے حاوی رضا کا ، ان سبھوں کے درمیاں

تھے سہارن پور یوپی کے جو مولانا خلیل
پڑھ گئے مدحِ رضا میں وہ بھی اک خطبہ طویل

اعلیٰ حضرت کا سنا جب ایک جلسے میں خطاب
بول اٹھے، علمی تبحر میں نہیں ان کا جواب

عبدِ باقی اک تھے مولانا بلوچستان کے
معترف وہ بھی رہے علمی جلال و شان کے

ایک مولانا شریف اپنا یہ دیتے ہیں بیاں
سنیوں کے پاس اُن کے جیسا عالم ہے کہاں

بولے مولانا نظام الدین، میں تھا بے خبر
وہ تو آتے ہیں امامِ اعظمِ ثانی نظر

ہو چکا ہے قولِ مودودی بھی یہ دنیا میں عام
ہے مرے دل میں جناب احمد رضا کا احترام

دیکھیں؟ مودودی ہوا ہے معترف کس طور سے
اعلیٰ حضرت پر تاثر پڑھئے اس کا غور سے

نائبِ مودودی نے تو دیکھ کر علمی کمال
کہہ دیا احمدرضا خاں ہیں یقیناً بے مثال

دیکھ کر کوثر نیازی نے کہا علمی مقام
حضرتِ احمدرضا ہیں نعت گوئی میں امام

آدمی کوثر نیازی کوئی معمولی نہ تھے
اک جہانِ فکرودانش میں رہے چھائے ہوئے

پھر بھی علمِ اعلیٰ حضرت پر دیا اپنا بیان
چونکہ تھے کوثر نیازی علم و فن کے قدردان

دیکھ کر فضل و شرف یہ عبدِ حَی نے کہہ دیا
اپنے ہمعصروں میں فائق ہیں امام احمدرضا

اک معین الدین ندوی نے جو دیکھا کرّوفر
کہہ دیا احمدرضا ہیں صاحبِ علم و ہنر

بوالحسن ندوی نے بھی اپنا تاثر یوں دیا
فقہ کے میدان میں ممتاز ہیں احمد رضا

ان میں چند اشخاص کا اظہار یہ ہے من و عن
چند کی آرا میں ہے مفہوم کا رنگِ سخن

چند ہی افراد پر میں کر رہا ہوں اکتفا
بس اشارہ پیش کرنا ہی مرا مقصود تھا

درجنوں ہیں اس تعلق سے کتابیں دستیاب
جس کے اندر اعتراف حق کا بھی شامل ہے باب

دیکھ کر علمی تبحر اور تجدیدی مقام
پیش کرتا ہے زمانہ اعلیٰ حضرت کو سلام

☆☆☆

چند مشاہیر اربابِ دانش کے تأثرات

ہر طرف اکنافِ عالم میں انہی کی دھوم ہے
عبقری ذاتِ رضا ہے سب کو یہ معلوم ہے

ساری دنیا معترف ہے ذاتِ بابرکات کی
قریہ قریہ گونج ہے توصیف کے نغمات کی

ہیں ہزاروں صاحبانِ علم مدّاحان میں
نام جن کے ہیں نمایاں علم کے میدان میں

نامور فاضل، محقق، واعظ و شاعر، خطیب
اک سے اک اعلیٰ سخنور اک سے اک اعلیٰ ادیب

لکچرر ان میں کئی ہیں اور اسکالر بھی ہیں
اور کئی عصری اداروں کے پروفیسر بھی ہیں

صاحبانِ فکر ودانش، علم وفن کے قدردان
چند ان میں عالمی شہرت کے بھی ہیں مالکان

ان کی آرا پیش کرتا ہوں بطورِ اختصار
تاکہ ہو منظوم میں گوشہ نیا اک آشکار

ڈاکٹر اقبال جیسے فن شناس و نکتہ داں
ہیں امام احمدرضا کے علم وفن کے قدرداں

ان کا کہنا ہے رضا کے جیسا طباع و ذہیں
میں نے دیکھا ہے جہاں، مجھ کو کوئی ملتا نہیں

حق تعالیٰ نے انھیں بخشا فقاہت میں کمال
ہے علوم دینیہ میں ان کی ہستی بے مثال

رائے جو کرتے ہیں قائم اس پہ رہتے ہیں اٹل
فیصلوں میں وہ نہیں کرتے کبھی ردو بدل

شاعرِ مشرق کے جملوں سے صداقت ہے عیاں
ان کی آرا بھی لیے ہے منفرد طرزِ بیاں

بوالکلام آزاد نے اپنا تاثر یوں دیا
سچے عاشق تھے نبی کے حضرتِ احمدرضا

چند جملوں میں حقیقت کا کیا ہے اعتراف
بات جو سچی تھی اس کو کہہ دیا ہے صاف صاف

سرضیاءالدین نے بھی کھل کے ہی تعریف کی
خود بریلی آئے، دیکھا اور پھر توصیف کی

سر ضیاءالدین کا حل جب ہوا اک مسئلہ
تو کہا ، ہیں مستحق نوبل پرائز کے رضا

ڈاکٹر فرمان کہتے ہیں کراچی سے یہی
نعت گوئی میں رضا کا ہے کہاں ہمسر کوئی

جعفرِ پُھلواروی نے یوں دیا اپنا بیان
فقہ، منطق اور ریاضی میں الگ ان کی ہے شان

ہے یہی کہنا پروفیسر جناب ایوب کا
میں ہوں قائل ان کی نعتوں میں نئے اسلوب کا

دیکھ کر دیوان یہ کہنے لگے احمد ندیم
ہیں امام احمد رضا مدحت نگاروں میں عظیم

محترم احسان دانش نے تاثر یہ دیا
نعت کے میدان میں ہیں منفرد احمد رضا

حقّی صاحب نے نوازا اس طرح تائید سے
ان کی نعتیں ہیں مبرّا ہر طرح تنقید سے

ہے پروفیسر عزیز احمد کا یہ خوشتر خیال
ان کی تحقیقات میں ہے بوحنیفہ کا جلال

ہے کراچی والے ماہر قادری کا یہ بیاں
ہیں رضا مدحت نگاروں کے امیرِ کارواں

کہہ گئے لاہور والے شاہ مولانا کرَم
عشق احمد کے سبب احمد رضا ہیں محترم

اس طرح مدح و ستائش کر گئے حافِظ بشیر
ہیں رضا مدحت نگاروں میں یقیناً بے نظیر

ڈاکٹر حامد علی خاں نے علی گڑھ سے کہا
ہے رضا کی ذات بے شک سر بسر فضلِ خدا

اس طرح گویا ہوئے بہزاد صاحب لکھنوی
ہے رضا کی کامیابی کا سبب عشقِ نبی

ہاتھ میں تھاما ہے شاعر لکھنوی نے جب قلم
لکھ دیا اردو میں ان کی لکھّی نعتیں ہیں اہم

ڈاکٹر سرور نے لکھّا شاعروں میں ، بالیقیں
عہدِ حاضر میں رضا کا دور تک ثانی نہیں

سندھ کے جسٹس قدیرالدین احمد نے کہا
ہے بہت مضبوط شہہ احمدرضا کا حافظہ

ڈاکٹر سید وحید اشرف کو بھی اقرار ہے
حضرتِ احمدرضا کی ہستی پہلو دار ہے

یوں ہوئی گویا علاءالدین صدیقی کی ذات
دینی قدروں کو ہے بخشا اعلیٰ حضرت نے ثبات

انتظام اللہ شہابی کا یہ آیا تبصرہ
واقعی چوٹی کے عالمِ ہیں امام احمدرضا

سید عبد اللہ لاہوری بھی ہیں رطب اللساں
بولے ، ہیں احمد رضا اسلام کے اک ترجماں

ڈاکٹر بوالليث صدیقی ہوئے جب منعطف
کہہ دیا ، میں ہوں رضا کی شخصیت کا معترف

محترم سید سخی احمد نے فرمایا یہی
عشق سے لبریز ہے احمد رضا کی شاعری

یہ غلامِ مصطفیٰ خاں نے کراچی سے کہا
نظم ہو یا نثر ہو ممتاز ہیں احمد رضا

سندھ کے سابق وزیرِ اعلیٰ ، غوث ان کا ہے نام
کر چکے ہیں پیش شانِ عبقریت کو سلام

جب رئیس امروہوی نے ترجمہ ان کا پڑھا
کہہ دیا، ہاں! شارحِ قرآن ہیں احمد رضا

ایک پاکستانی اسکالر جو ہیں فخرِ امام
ان کا کہنا ہے رضا ہیں قابلِ صد احترام

ڈاکٹر یعقوب لندن کا تأثر یوں چھپا
فقہ حنفی کا ہے سرمایہ فتاویٰ رضویہ

محترم مرزا محمد نے لکھے یوں حرفے چند
عشقِ احمد نے رضا کو کردیا بیحد بلند

بس انہی ناموں پہ اب میں کررہا ہوں اکتفا
چونکہ مشکل ہے احاطہ کرنا ہر مداح کا

ہوں اگر دس بیس تو ان کا کیا جائے شمار
ان کے مداحوں کی ہے دنیا میں اک لمبی قطار

میں نے اجمالاً کیا ہے ذکر ان اشخاص کا
اک نتیجہ ہی اسے سمجھیں فقط اخلاص کا

بے شمار ان کے مناقب کے ہوئے روشن دِیے
اعلیٰ حضرت آج ہیں آفاق میں چھائے ہوئے

☆☆☆

ڈاکٹر سر ضیاء الدین بارگاہِ رضا میں

ہند کے مشہور اسکالر، مثالی دیدہ وَر
تھے علی گڑھ جامعہ کے ایک وائس چانسلر

نام نامی اُن کا پورا سر ضیاء الدین ہے
اُن کی علمی قابلیت قابلِ تحسین ہے

عصری تعلیمی جہت سے اعلیٰ دانشور تھے وہ
یہ حقیقت ہے کہ ہمعصروں میں قدآور تھے وہ

تھی یگانہ شان علم و فکر کے میدان میں
اچھا خاصہ تھا تعارف اُن کا ہندوستان میں

واقعہ اُن کے تعلق سے بہت مشہور ہے
اعلیٰ حضرت کے سوانح میں بھی یہ مذکور ہے

شاہ ظفر الدین نے بھی تبصرہ ان پر کیا
دوسرے سیرت نگاروں نے بھی تفصیلاً لکھا

مسئلہ درپیش تھا ان کو ریاضی کا اہم
اس کو سلجھانے میں پیدا ہورہا تھا پیچ و خم

تھک چکے تھے وہ کئی دانشوروں سے پوچھ کر
حل کی کوئی بھی مگر صورت نہ آتی تھی نظر

تھا ارادہ جرمنی جاکر ہی اس کو حل کریں
اپنی معلومات کی روشن نئی مشعل کریں

ایک دن سید سلیماں جو کہ دانشور بھی تھے
اور علی گڑھ جامعہ میں ہی پروفیسر بھی تھے

اعلیٰ حضرت کے خلیفہ تھے، بڑی اعلیٰ تھی شان
تھے وہ اپنی ذات میں فکرِ رضا کے ترجمان

سر ضیاء الدین ان کے سامنے حاضر ہوئے
اور بڑے ہی مخلصانہ طور پر کہنے لگے

آپ مجھ کو مشورہ کچھ دیجئے عالی جناب!
اس مہم میں کس طرح میں ہوسکوں گا کامیاب

حضرتِ سید سلیماں نے یہی اُن سے کہا
سر ضیاءالدین صاحب سنئے! میرا مشورہ

آپ سے ممکن اگر ہو تو بریلی جایئے
ایک علمی ذات سے دریافت کرکے آیئے

نام ہے اُس ذاتِ علمی کا امام احمد رضا
آج شرق و غرب میں چرچا ہے اُن کے علم کا

علم پر گہری نظر ہے ، زیرک و دانا ہیں وہ
عَالَمِ اسلام کے ممتاز مولانا ہیں وہ

مسئلہ ہو جیسا پیچیدہ وہ کردیتے ہیں حل
علم کی دنیا میں اُن کی شخصیت ہے بے بدل

سر ضیاءالدین بولے کہہ رہے ہیں کیسی بات
یہ ریاضی کا معمہ اور مولانا کی ذات؟

اچھے اچھے علم داں سے کرچکا ہوں رابطہ
باوجود اس کے نہیں حل ہو سکا یہ مسئلہ

بات ان کی سن کے یہ سید سلیماں بول اٹھے
پہلے اُن کے پاس جاکر تو کسی دن دیکھئے

سر ضیاءالدین نے سید سلیماں سے کہا
ہند میں حل ہو نہیں سکتا یہ میرا مسئلہ

جرمنی کا مجھ کو کرنا ہی پڑے گا اب سفر
ہیں وہاں علمِ ریاضی کے کئی اک نامور

بول اٹھے سید سلیماں ، حرج کیا جانے میں ہے
سوچئے ! نقصان ہی کیا پوچھ کر آنے میں ہے

چند گھنٹے میں بریلی کا سفر ہوجائے گا
ہے یقیں مجھ کو سفر یہ کارگر ہوجائے گا

اتنا سن کر ہوگئے تیار جانے کے لئے
بحرِ علم و فضل میں غوطہ لگانے کے لئے

آخرش، شہرِ بریلی ہوگئے حاضر جناب
حضرتِ سید سلیماں بھی تھے ان کے ہمرکاب

اعلیٰ حضرت کی طبیعت اُن دنوں ناساز تھی
پھر بھی ان کو باریابی کی اجازت بخش دی

بولے وائس چانسلر صاحب کہ ہے اک مسئلہ
لیکن اس کے واسطے موقع الگ سے ہو عطا

اعلیٰ حضرت نے کہا ارشاد تو فرمایئے!
کیسا آخر مسئلہ ہے یہ ہمیں بتلایئے

سر ضیاءالدین بولے مسئلہ میرا ہے یہ
حل نکلتا ہی نہیں کچھ ایسا پیچیدہ ہے یہ

اعلیٰ حضرت نے سنا اور دے دیا فوراً جواب
ہوگیا فوراً ضیاءالدین کا دور اضطراب

گھوم آئے تھے وہ اس فن کے کئی ایوان میں
گُتھی سلجھادی امامِ وقت نے اک آن میں

دیکھتے ہی دیکھتے مشکل میں آسانی ملی
ایک پل میں ان کو خوشیوں کی فراوانی ملی

اعلیٰ حضرت کی ذہانت دیکھ کر حیرت میں تھے
سر ضیاءالدین احمد وجد کی حالت میں تھے

خواب میں بھی سر ضیاءالدین نے سوچا نہ تھا
اس طرح حل مسئلہ ہوتے کبھی دیکھا نہ تھا

جب بریلی سے علی گڑھ کے لئے جانے لگے
سر ضیاءالدین یہ ارشاد فرمانے لگے

میں نے تو علمِ لدُنّی کا سنا تھا ذکر بس
واقعی حاصل ہے ان کو علم و فن پر دسترس

ایسا عالِم آج تک میں نے کہیں دیکھا نہیں
مسئلہ ان کے لئے کوئی بھی پیچیدہ نہیں

میں انھیں اعزاز کیا دوں، کیا مری اوقات ہے
مستحق نوبل پرائز کی رضا کی ذات ہے

سر ضیاء الدین چلتے وقت یہ کہنے لگے
چرخِ علم و فن پہ مولیٰ ان کو تابندہ رکھے

باب چہاردہم - ترجیحات

اہلِ سنت کا مرکز بریلی شریف

افضل الفضلا رضا ہیں افقہ الفقہا رضا
منفرد ہر انجمن میں ان کی ہے شان و ادا

وہ بقائے دیں کی تحریکات کے ہیں اک امیر
بین الاقوامی تناظر کے ہیں اسلامی سفیر

ان کی تجدیدی اِصابت کا جہاں ہے معترف
دعوت و تبلیغ میں ہیں کارنامے مختلف

انقلابی فکر کے ہیں وہ نقیب و ترجمان
داعیانِ دین و سنت کے امین و پاسبان

عبقری الدہر ان کی ذاتِ بابرکات ہے
جلوۂ صدرنگ کی ہرسو سجی بارات ہے

ایسا علم و آگہی کا کوئی بھی شعبہ نہیں
جس جگہ ان کا سحابِ فکروفن برسا نہیں

آبشارِ علم ہردم ان کا رہتا ہے رواں
ہوگیا سرسبز جن سے علم کا ہر بوستاں

مرکزِ اہلِ نظر ان کا طلسماتی وجود
جس سے ہوتی ہے مسلسل نورِ ایماں کی نمود

حق پسندوں کی جماعت میں درخشندہ رہے
بن کے وہ اسلامی دنیا کی نمائندہ رہے

ہے بکھیری جہل کے ماحول میں علمی شعاع
خامۂ ضوریز سے ہردم کیا حق کا دفاع

مستفیض ان سے ہوئی علم و عمل کی کائنات
ان سے اسلامی شعائر کو ملی تازہ حیات

مذہب و تہذیب کا نورانی گہوارہ بنا
ان کا در اسلام کی طاقت کا سرچشمہ بنا

ان کے دم سے ہی بریلی آج ہے شہرت پذیر
علم و تحقیق و فتاوی میں عظیم و بے نظیر

آج ہر معلوم دنیا میں بریلی کا ہے نام
ہیں جہاں جلوہ بکھیرے اہل سنت کے امام

کیوں نہ ہو خاکِ بریلی وجہِ تسکین نگاہ
ہے شہِ احمد رضا کی جب وہی آرام گاہ

اس کی عظمت ہے ثریا کی بلندی سے بلند
سنی دنیا آج ہے اس خاک کی احسان مند

بھر کے اس نے جوشِ اسلامی ہے گرمایا لہو
اک جہان سنیت کی اس نے رکھ لی آبرو

اس کے دم سے بھر گئی رگ رگ میں ایمانی تپش
چہرۂ ایقان پر آئی ہے روحانی کشش

بے یقینی کی گھڑی میں حوصلہ اس نے دیا
ذوقِ استقلال ، تازہ ولولہ اس نے دیا

ہے بریلی رات کی پلکوں پہ اک جلتا دیا
جس سے روشن ہوگیا فکر و نظر کا آئینہ

مذہب حق کی اشاعت اس کا دستورو نظام
اس لیے آفاق میں پھیلا ہے اس کا ہر پیام

ہیں سمرقندو بخارا جیسے نامی دہر میں
من و عن ہے علم کا جلوہ بریلی شہر میں

اس کا علمی، دعوتی، تحقیقی جلوہ ہے الگ
علم کے باغات میں یہ شیریں عجوہ ہے الگ

دارالافتا سے وہاں ہرکام معیاری ہوا
شرع کے احکام پر ہر فیصلہ جاری ہوا

کوئی بھی ہوتا نہیں ہے کام چہرہ دیکھ کر
خامہ اُٹھتا ہے شریعت کا تقاضہ دیکھ کر

ردِّ بدعاتِ شنیعہ میں نہیں اس کی مثال
ہے نمایاں ہرطرف احیائے سنت کا جمال

ٹھوس ہے احقاق حق ،ازہاق باطل کا مشن
بدحواس اس سے رہے ہردور میں اہل فتن

خنجرِ خونخوار بن کر جب چلا رضوی قلم
شاتمانِ دین حق کا ہوگیا قلعہ بھسم

ہوگیا شہرہ رضا کے عبقری اقدام کا
بن گیا مرکز بریلی دعوتِ اسلام کا

شہہ امام احمد رضا مظہر رہے اسلاف کے
اور عقائد میں بنے اک پیشوا احناف کے

کم نہ ہو پائیں چراغِ علم کی ضوریزیاں
ہے بریلی آج بھی فضل الٰہی کا نشاں

ہے بریلی علم و فن کا ایک ایسا سینٹر
جس کی عظمت کا ہراک دل پہ ہے چسپاں پوسٹر

ہے وہاں پر پاسداری شرع کی آئین کی
انجمن ہو جیسے کوئی جمع اور تدوین کی

کائناتِ فقہ کرتی ہے بریلی سے رجوع
فقہ حنفی کا نیا سورج ہوا اُس جا طلوع

علمی شمعوں سے مجلیٰ ہے بریلی کی فضا
خطے خطے میں ہے اسلامی تقدس کی ضیا

قمقمے تہذیبِ اسلامی کے لاتعداد ہیں
ہر قدم پر علم کی کالونیاں آباد ہیں

نورِ عشق مصطفےٰ سے ہے گلی نکھری ہوئی
ہے بریلی میں تجلی علم کی بکھری ہوئی

ہے کئی صدیوں سے حاصل انفرادو امتیاز
خوب برسا ہے وہاں پر ابرِ فیضانِ حجاز

نازش فقہ و فتاویٰ ، شہسوارِ علم وفن
وہ امام احمد رضا ، جن کا بریلی ہے وطن

رونق افروزی ہے علم و عشق کی اُس شہر میں
اس لیے شہر بریلی منفرد ہے دہر میں

اس کے علمی بوستاں میں ہے کلی تازہ کِھلی
عشق کی سوغات دنیا کو بریلی سے ملی

مرکزیت کے لیے جتنی شرائط ہیں اہم
ہوگئیں ہیں آ کے وہ ساری بریلی میں ہی ضم

جیسے شہہ احمد رضا کی عبقریت عام ہے
ویسے ہی شہر رضا کی مرکزیت عام ہے

مرکزیت کا اُسی کے سر پہ ہے سہرا سجا
جس زمیں پر جلوہ فرما ہیں امام احمد رضا

☆☆☆

مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے

ہے حقیقت ، ابتدائے مذہبِ اسلام سے
اہل ایماں جانے جاتے تھے مسلماں نام سے

اہل سنت لفظ کی شامل ہوئی پھر اصطلاح
جس کے استعمال میں ہے دین و ایماں کی فلاح

اہل حق اس لفظ سے ہی جانے اور مانے گئے
کرۂ ارضی کے ہر خطے میں پہچانے گئے

آج بھی، کل کی طرح دنیا میں مستعمل ہے یہ
اعتقادِ سنیت کا خوش فزا مشعل ہے یہ

بعد میں جب اُٹھّے فتنِ قدرو جبرو اعتزال
جن سے اسلامی تشخص ہورہا تھا پائمال

ایسے عالم میں بطور اختصاص و امتیاز
کاملانِ وقت نے کھینچا تھا خطِّ حق نواز

باطلوں سے فرق کرنے کی یہ صورت تھی نئی
ماتریدی اور کہتے ہیں جسے ہم اشعری

بعد کے ایام میں فرقوں کا در آیا ہجوم
گمرہی اور سرکشی کی چل پڑی بادِ سموم

ہر طرف لادینیت کی ہوگئی شورِش بپا
اور بڑی تیزی سے پھیلی شرک و بدعت کی وبا

اُٹھ رہا تھا دین بیزاری کا طوفانِ شریر
جس کی زد میں آگیا تھا خاص کر برّصغیر

درجنوں فرقے ، مسالک کا ہوا تھا اختراع
ہورہا تھا حرمتِ ایمان کا جس سے ضیاع

فرقہائے باطلہ کا تھا یہی خفیہ پلان
یوں ہی گھل مل کر رہیں ہم اہل حق کے درمیان

اصل میں انگریز کے تھے وہ غلامِ زرخرید
پوری ہوتی تھی وہاں سے ان کی ڈالر کی امید

اس مشن پر کام وہ کرتے رہے تدبیر سے
سب کو دیتے تھے دغا تقریر اورتحریر سے

وہ بظاہر سنی آتے تھے نظر ہر گام پر
مستعد رہتے تھے لیکن اپنے خفیہ کام پر

خود کو سنی اور حنفی کہہ کے دیتے تھے دغا
گھومتے پھرتے تھے اکثر بن کے وہ بہروپیا

ہرڈگر پر ان کے دجل و مکر کا پھیلا تھا جال
تھے پریشاں حال ان سے لاکھوں اشخاص و رجال

موہ لیتے تھے وہ یکسر شاطرانہ چال سے
کرلیا کرتے تھے قائل اپنے قیل و قال سے

گمرہی کا خوب پھیلاتے رہے وہ وائرس
ان کی تحریکات میں شامل تھے کتنے بوالہوس

کوکھ سے انگریز کی، لے کر جنم آئے تھے وہ
دین کے سوداگروں میں نام لکھوائے تھے وہ

اُن کی اِن عیاریوں کے ہوگیے کتنے شکار
بھولے بھالے مومنوں پر وہ کیا کرتے تھے وار

طالبِ دنیا تھے وہ اور طالبِ عیش و طرب
دین کو نقصان پہونچا ایسے فرقوں کے سبب

ایسے نازک دور میں مردِ مجاہد اک اٹھا
اور بریلی سے چلا وہ لے کے فاروقی ادا

یوں کیا حملہ کہ ہرسو چھا گیا خوف و ہراس
کردیا کلکِ رضا نے اہل شر کو بدحواس

ہوگیا میداں میں لرزاں طبقۂ ایماں فروش
اعلی حضرت نے تن تنہا اڑائے ان کے ہوش

اعلی حضرت نے لگائی اس طرح ضربِ قلم
ہوگیا الحادو بے دینی کا ہر قلعہ بھسَم

جرأتِ کلکِ رضا سے قوم نے پائی بقا
اہل سنت کو ملا اس سے فروغ و ارتقا

اہل حق تھے ان دنوں لامرکزیت کے شکار
کوئی ایسا در نہ تھا جس جا ملے سب کو قرار

اک امام احمد رضا کی شخصیت تھی مرکزی
جس سے اُمیدوں کے گلشن میں بہار آنے کو تھی

اس لیے اُس عہد کے علما، مشائخ ،دیدَہ وَر
اور مستقبل شناسوں میں تھے جتنے معتبر

سب نے ہی عصری تقاضوں کو رکھا پیش نگاہ
اور کشادہ اہل سنت کے لیے کی شاہراہ

اہل سنت میں لگا مسلک ، رضا کے نام کا
جڑ گیا اک جزو لاینفک بڑے ہی کام کا

سنیت کی اک علامت بن گیا یہ لاحقہ
اہل سنت کا ہی بیشک نام تھا یہ دوسرا

کھا کے کہتا ہوں قسم ، ہاں ہاں نہیں، بیشک نہیں
مسلکِ احمد رضا کوئی نیا مسلک نہیں

اہل سنت بن کے جو دیتے تھے لوگوں کو دغا
ایسے عیاروں کے رخ سے جلد ہی پردہ ہٹا

سارے باطل ہوگئے یوں اہل سنت سے الگ
آگیے پہچان میں جتنے بھی تھے ایماں کے ٹھگ

بوحنیفہ کے ہی مذہب کی یہ اک تصویر تھی
اہل سنت لفظ کی یہ دوسری تعبیر تھی

نسخۂ حکمت سے خالی جن کی ہے فکری بیاض
مسلکِ احمد رضا پر کررہے ہیں اعتراض

کہتے ہیں وہ ، پانچواں مسلک کہاں سے آگیا
بوحنیفہ سے کہاں منسوب ہے مسلک ہوا

میں سمجھتا ہوں وہ شاید ہیں گرفتارِ حسد
یا پھر اُن کا چاک ہوگا دامنِ ہوش و خرد

ٹھنڈے دل سے غور کرتے اس تعلق سے اگر
ہاتھ آجاتے شواہد اور حقائق کے گہر

اہل سنت کے اکابر نے لیا جو برملا
تھا وہ مستحکم ، توانا ، منطقانہ فیصلہ

لفظ یہ آتا نہیں گر اصطلاحِ عام میں
سنیت خطرے میں ہوتی بعد کے ایام میں

اس حسیں تعبیر کے موجد تھے علمائے کرام
مقتدر اور وقت کے جید فقیہانِ عظام

دور آئے گا بھیانک اس سے بھی ، واقف تھے وہ
دیدَہ وَر فاضل ، مدبر ، کاشف و عارف تھے وہ

اس لیے میں اعتراض اس پر سمجھتا ہوں ذمیم
درحقیقت ہے یہ مسلک ،ہاں وہی مسلک قدیم

مسلک حنفی کی یہ ، اِس دور میں پہچان ہے
اک نیا مسلک اسے کہنا بڑا بہتان ہے

امتیازِ حق و باطل کے لیے جامع تریں
اس سے بہتر لفظ کوئی دورِ حاضر میں نہیں

ہے غلط، ہاں ہاں غلط ، باطل جماعت نے دیا
یہ مقدس لفظ تو پاکانِ امت نے دیا

مسلک احمد رضا سے جو بھی رکھتے ہیں خلش
ایسے لوگوں کو بدلنی چاہیے اپنی روش

☆☆☆

التجائے شاعر

ہیں امام احمد رضا اک عبقری و نابِغَہ
اِس حقیقت سے ہیں اہلِ دیں بخوبی آشنا

وہ مجدد ہیں ،محدث ہیں، محقق ہیں بڑے
ان کے جھنڈے آج ہیں دل کی فصیلوں پر گڑے

ہے تصور اُن کا ، اُمت کے لیے وجہِ سکوں
نبضِ ایمان و یقیں میں بھر گئے وہ تازہ خوں

ان سے نسبت میں ہے نفع و بہتری ایمان کی
کیونکہ ان کی شخصیت ہے اک نرالی شان کی

یہ حقیقت ہے بریلی میں امام احمد رضا
گر نہ ہوتے تو خدا ہی جانے ہوتا حال کیا؟

ان کے لہجے سے ہوا پیدا شعوری انقلاب
دردِ ملت سے بڑھا رہتا تھا ان کا اضطراب

ان کی سیرت بھی مقدس ان کی صورت بھی عظیم
ان کا رستہ ان کا مسلک ہے صراطِ مستقیم

جس نے منہ پھیرا ہے ان سے ، ہوگئی مٹی پلید
منسلک جو ہے ، نظر آتا ہے نایاب و فقید

تجربے کی روشنی میں کررہا ہوں میں بیاں
شعر کی آواز میں سنیے مرا دردِ نہاں

میں نے دیکھا ہے کئی خانوں میں ہیں وہ بٹ گئے
جو امام احمد رضا خاں کی روش سے ہٹ گئے

جس نے تعلیمِ رضا سے پھیر لی اپنی نگاہ
دین بیزاری کی آندھی کرگئی اس کو تباہ

اٹھ رہا ہے روز ہی فتنوں کا طوفانِ مہیب
اپنی نسلوں کو رضا کی فکر سے کیجے قریب

گمرہی کا وائرس پھیلا ہے کس کس طور سے
اہل ایماں کا گزر ہے کتنے نازک دَور سے

عالَمِ آوارگی میں ہے تعفن پُر شدید
آنے والا دور ممکن ہے بھیانک ہو مزید

اعلیٰ حضرت سے محبت کیجیے ہر حال میں
ہے یہی پیغام اہل عشق کے اقوال میں

کیجیے نسلوں کو تعلیمِ رضا سے آشنا
خود ہی ہوتی جائیں گی وہ پھر بقا سے آشنا

آج کے اِس عہد کا جبری تقاضہ ہے یہی
عام گھر گھر میں ہو افکارِ رضا کی روشنی

ان پہ تحقیقی ادارے کھولیں جائیں چارسو
کام ہو باضابطہ ان پر بشوق و جستجو

ہر جگہ موجود ہو علما و دانشور کی ٹیم
اور کتابیں لکھّی جائیں اعلیٰ حضرت پر ضخیم

کام ہونا چاہیے ان پر جدید انداز میں
ہے ضرورت عزمِ شاہیں کی پرِ پرواز میں

زندہ قوموں کا زمانے میں یہی تو ہے شعار
رابطہ اسلاف سے اُن کا رہا ہے اُستوار

ورثۂ اسلاف کو جس نے کیا ہے رائیگاں
مٹ گیا اُس قوم کا اِس دہر سے نام و نشاں

سرخروئی کا سبب ہے نسبتِ ذاتِ رضا
پوری دنیا کی ضرورت ہے افاداتِ رضا

آخری میں اک گزارش کر رہا ہوں یہ اہم
کیجیے قرطاسِ قلب و ذہن پر اس کو رقم

اعلیٰ حضرت سے محبت کیجیے بے انتہا
دامنِ امید کو خوشیوں سے بھر دے گا خدا

التجا گوہر کی ہوجائے خداوندا ! قبول
اعلیٰ حضرت کی محبت کے کِھلیں صد رنگ پھول

☆☆☆

مآخذ و مراجع

حیات اعلی حضرت: از ملک العلما فاضل بہاری علامہ ظفر الدین رضوی
ملفوظات اعلیٰ حضرت: مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی
سوانح اعلی حضرت: از بدر ملت علامہ بدر الدین قادری رضوی
المیز ان کا امام احمد رضا نمبر
ماہنامہ پاسبان کا امام احمد رضا بریلوی نمبر
فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں: از پروفیسر مسعود احمد
خلفائے محدث بریلوی: از پروفیسر مسعود احمد
تذکرہ خلفائے اعلی حضرت: مرتبین صادق قصوری و پروفیسر مجید اللہ قادری
اعلی حضرت کا قلمی جہاد: فیض احمد اویسی
سیرت امام احمد رضا: علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری
ذکر رضا: مفتی غلام جان قادری رضوی
حیات امام اہل سنت: پروفیسر مسعود احمد
امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری: از ڈاکٹر سراج بستوی
خیابان رضا: مرتب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
تاجدار ملک سخن: پروفیسر اکرم رضا
امام احمد رضا اور علم صوتیات: ڈاکٹر محمد مالک
یاد اعلیٰ حضرت: علامہ عبد الحکیم شرف قادری
اکرام امام احمد رضا: علامہ برہان الحق جبلپوری
امام احمد رضا کی فقہی بصیرت جد الممتار کے آئینے میں: از محمد احمد اعظمی مصباحی

امام احمد رضا کاملین کی نظر میں: از سید صابر حسین شاہ بخاری

امام احمد رضا کا نظریہ سائنس: از مفتی جلال الدین قادری

قرآن سائنس اور امام احمد رضا: از پروفیسر مجید اللہ قادری

امام احمد رضا اور سائنسی تحقیق: از مولانا شہزاد قادری ترابی

امام احمد رضا اور تصوف: مولانا محمد احمد مصباحی

ارشادات اعلیٰ حضرت: مولانا عبدالمبین نعمانی

اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام: علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری

اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی: علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری

سفرنامہ اعلی حضرت: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر: مولانا عبدالستار ہمدانی گجرات

سہ ماہی افکار رضا ممبئی: مدیر محمد زبیر قادری

امام احمد رضا اور احترام سادات: از سید صابر حسین شاہ بخاری

جہان مفتی اعظم: ناشر شبیر برادرز اردو بازار لاہور

مفتی اعظم ہند: مولانا سید ریاست علی رضوی

مفتی اعظم ہند کی کرامات: از شاعر اسلام راز الہ آبادی

صد سالہ منظر اسلام نمبر: بریلی شریف

مصنف اعظم نمبر: پیغام شریعت کا خصوصی شمارہ

امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں: از علامہ یسین اختر مصباحی

امام اہل سنت نمبر: ماہنامہ نور مصطفےٰ پٹنہ

تذکرہ ملک العلما: ناشر الجامعۃ الرضویہ پٹنہ سٹی

رضا بک ریویو: از ڈاکٹر امجد رضا امجد

پیغام رضا ممبئی کا امام احمد رضا نمبر: از رحمت اللہ صدیقی

مرکز اہل سنت نمبر: ناشر خانقاہ اسمعیلیہ مسولی شریف

معارف تاج الشریعہ: ناشر الجامعۃ الرضویہ پٹنہ سٹی
مسلک اعلیٰ حضرت، منظر پس منظر: مفتی شمشاد حسین رضوی بدایونی
فیضان مارہرہ و بریلی: ناشر مجلس فکر رضا لدھیانہ پنجاب
امام احمد رضا کی اردو نعتیہ قصیدہ نگاری: ڈاکٹر عرفان رضا
وصایا شریف: از علامہ شاہ حسنین رضا خاں رضوی
مفتی اعظم اڑیسہ اور مسلک اعلیٰ حضرت: ناشر رضا دار المطالعہ پوکھریرا
امام احمد رضا صدی نمبر: از مفتی عبدالمالک مصباحی جمشید پور
امام اہل سنت شخصیت اور علمی کمال: ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری
مسلک اعلیٰ حضرت تعریفات و خصوصیات: از مفتی شمشاد حسین بدایونی
تجلیات خلفائے اعلیٰ حضرت: مولانا شاہد القادری
حجۃ الاسلام نمبر: از ڈاکٹر امجد رضا امجد
امام احمد رضا اور اصلاح معاشرہ: از مولانا قمر الزماں مصباحی
آئینہ امام احمد رضا: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی
تاج الشریعہ نمبر: ماہنامہ کنز الایمان دہلی
مشائخ چشت اور امام احمد رضا: از رحمت اللہ صدیقی
سنی دنیا کا امام احمد رضا نمبر: مرتب مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی
اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
امام احمد رضا اور عشق مصطفے: ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری
امام احمد رضا کی سائنسی علوم میں مہارت: پروفیسر مجید اللہ قادری
رضویات کا اشاریہ نمبر: ڈاکٹر امجد رضا امجد
فاضل بریلوی اور علوم جدیدہ: پروفیسر مجید اللہ قادری
معارف رضا کراچی
مقالات مجیدی حصہ اول: مرتب آصف خان علیمی قادری

سلام رضا: ڈاکٹر محمد طاہر قریشی
تاریخ وشرح شجرہ رضویہ: پروفیسر مجید اللہ قادری
نعت رنگ کراچی کا اعلی حضرت شاہ احمد رضا نمبر
رضویات کے موسس اول: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی
امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم: از طارق انور مصباحی
ماہنامہ اعلی حضرت کے قدیم وجدید شمارے
تجلیات تاج الشریعہ: مولانا شاہد القادری
رضا شناسی: ناشر الجامعتہ الرضویہ پٹنہ سٹی
مفتی اعظم کی استقامت وکرامت: مفتی عابد حسین مصباحی نوری
مفتی اعظم ہند: سید محمد ریاست علی رضوی بریلوی
ماہنامہ جہان رضا لاہور
جہان رضا، امام احمد رضا بریلوی بحیثیت مرجع العلما: علامہ خادم حسین رضوی
تابش انوار مفتی اعظم: مفتی مجیب اشرف ناگپوری
مفتی اعظم کا زہد وتقویٰ: بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی
نثر رضا کے ادبی جواہر پارے: ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی
مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی: مولانا پیر محمود احمد قادری
ضیائے کنز الایمان: علامہ نسیم احمد صدیقی کراچی
مولانا احمد رضا خان کی عربی زبان وادب میں خدمات: ڈاکٹر محمود حسن بریلوی
قصیدۂ معراجیہ کا تحقیقی جائزہ: سید مبشر قادری
تضمین گوہر: محبوب گوہر اسلامپوری

دارالترجمہ والنشراورقرأت اکیڈمی کولکاتا
ایک تعارف

شہر کولکاتا میں اہل سنت وجماعت کے یہ دونوں ادارے مختلف نوعیت اور منفرد انداز کے قائم ہوئے ہیں۔ یہ دو الگ الگ ادارے ہیں۔ اور دونوں کے مقاصد اور منصوبے الگ ہیں۔ دارالترجمہ والنشر جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ایک اشاعتی ادارہ ہے لیکن روایتی اشاعتی اداروں سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ اس سے مطلقاً کتابوں کی اشاعت نہیں کی جاتی بلکہ اکابر اہل سنت کی وہ کتابیں جو انگریزی، ہندی اور دوسری زبانوں میں مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہیں اور ان کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے، انہیں کتب ورسائل کی اشاعت مطلوبہ زبانوں میں کی جاتی ہے۔ اس کے لیے ادارے کے پاس ماہرین کی ایک ٹیم ہے جن کی نگرانی میں حسب ضرورت کتابوں کا انتخاب ہوتا ہے پھر مطلوبہ زبان میں اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے، اس کے بعد نشر کی جاتی ہے۔ ۲۰۲۰ء میں یہ ادارہ قائم ہوا ہے اور اب تک بنگلہ اور انگریزی زبانوں میں آٹھ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مزید ایک خوش خبری یہ ہے کہ دارالترجمہ اب کولکاتا کے علاوہ راجدھانی دہلی میں بھی قائم ہو چکا ہے۔ وہاں کھادر میں دو سو گز پر دارالترجمہ کی عالیشان تین منزلہ عمارت کھڑی ہو چکی ہے۔ ان شاء اللہ عید بعد اس کا افتتاح ہوگا اور کام کا آغاز ہو جائیگا۔

دوسرا ادارہ قرأت اکیڈمی ہے، اس کا مقصد بچوں کو تجوید کے ساتھ قرآن مجید اور اسلامی عقائد کی تعلیم دینا ہے، اس میں بھی عام چھوٹے بچوں کو نہیں رکھا جاتا ہے۔ بلکہ وہ بچے جو اسکولوں میں پڑھ رہے ہیں، خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ اگر درست طریقے سے قرآن پڑھنا نہیں جانتے تو انہیں تجوید وقرأت کے ساتھ باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے

۔اس کے لیے کہنہ مشق حفاظ وقرا کا انتخاب ہوا ہے۔جن کی نگرانی میں کاروان علم وادب جانب منزل رواں دواں ہے۔اکیڈمی کے الگ الگ صوبوں میں کئی برانچ کام کررہے ہیں اورحسب ضرورت ملک کےمختلف علاقوں میں مزید قائم کرنے کا منصوبہ ہے۔

ان اداروں کے بانی اور ڈائرکٹر حضرت مولانا روشن ضمیر نوری صاحب جو دین و مذہب اورمسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں مصروف کارہیں۔موصوف دینی و مذہبی خدمات کے علاوہ صلاح وفلاح کے متعدد شعبوں میں بھی بڑی سرعت سے کام کر رہے ہیں ، وہ بیواؤں کو ماہانہ وظائف دیتے ہیں ،یتیم بچیوں کی شادی کرواتے ہیں ، غریب مسلمانوں کوروزگار کے لئے امداد دیتے ہیں ،غریب اورخواہش مندخواتین کو سلائی مشینیں عطا کرتے ہیں،مزدوروں کے بچوں کواسکولوں میں داخلہ کرواتے اور انہیں اعلیٰ تعلیم سے آراستہ کرواتے ہیں،غریب ضرورت مندوں میں راشن تقسیم کرتے ہیں اوربھی کئی ایک فلاحی کام سرانجام دے کرانسانی جذبوں کونئی توانائی عطا کررہے ہیں۔اس وقت انہوں نے ایک سواسی بیگھہ زمین خریدی ہے۔ جہاں ایک عالیشان رہائشی اسکول قائم ہے،جس میں طعام وقیام کے ساتھ بارہ سوطلبہ زیر تعلیم ہیں۔وہاں دارالترجمہ والنشر کے لیےبھی پانچ کٹھہ زمین مختص ہےجس میں اشاعتی لوازمات کے ساتھ دارالترجمہ کی عالیشان عمارت بہت جلدتعمیر ہونے والی ہے۔اللہ رب العزت سے دعاہے کہ ان خدمات کوقبول فرما کرڈائریکٹر، اراکین، معاونین اور محبین کے لیے نجات کاذریعہ بنائے آمین۔

دعاگو

قمرمصباحی نگراں دارالترجمہ والنشر کولکاتا

ڈاکٹر حسن رضا خاں پی ایچ ڈی

سابق ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ (حکومت بہار)

اعلیٰ حضرت کی وہ ذات ہے جنھوں نے شعور کو آگہی اور آگہی کو شعور عطا فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی وہ ذات ہے جن کا ثانی صدیوں جہانِ علم میں نہیں ہے۔ ان کی بارگاہ میں بولنے اور لکھنے سے پہلے الفاظ کو تولنا پڑتا ہے کہ ان کے شایانِ شان ہے کہ نہیں۔ اعلیٰ حضرت اقلیم علم و عرفان، فکر و تدبر کی اعلیٰ شخصیت کا نام ہے۔ جن کی جدت طبع، تلاشِ حق اور فوقیت فکر و بصیرت سے علم و عرفان کا ایک بحر بیکراں اُبل پڑا ہے۔ یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ اپنے دور میں آپ علم و آگہی، فکر و تحقیق کے معمار تھے۔ علم جدید و قدیم پر مکمل دسترس ہونے کی وجہ سے آپ سائنس سے مارے ہوئے لوگوں کو سائنس ہی سے زندگی عطا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے دانشِ نورانی اور دانشِ برہانی کے چشمے بروقت اُبلتے رہتے ہیں۔ جس سے تشنہ گانِ علم و آگہی سیراب ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت محبوب گوہر اسلام پوری اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں، بہترین نقیب ہیں، بہترین خطیب ہیں، بہترین شاعر ہیں اور بہترین سماجی، ثقافتی اور تنظیمی صلاحیت کے مالک ہیں۔ ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی عبقری حیات و خدمات کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت علوم و فنون کے ماہر اور ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں ان کی شخصیت کے مختلف گوشوں کو منظوم کر کے شعریت کا جامہ پہنانا صاحبِ کمال کے ہی بس کی بات ہو سکتی ہے اور جناب محبوب گوہر نے اس مرحلہ سے بھی بڑی آسانی اور چابک دستی کے ساتھ گذرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور اپنے فن کا لوہا منوا لیا ہے۔

اللہ کا بے پایاں فضل ہے کہ جماعت اہل سنت میں گوہر صاحب جیسی مخلص، مدبر، حق گو اور حق شناس شخصیت موجود ہے۔ جن کی ذات والا صفات پر جتنا فخر کریں کم ہے۔ اللہ ان کو از کراں تا کراں چھا جانے کا حوصلہ عطا فرمائے اور اس طرح چھا جائیں کہ ہم کہہ سکیں ؎

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

QIR'AT ACADEMY &
DARUT-TARJAMA WAN-NASHR
Kolkata